اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات

جلد چہارم

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم

مرتب

مفتی محمد انعام الحق قاسمی مدظلہ

مہتمم دار العلوم ہدایت الاسلام، عالیپور

نوساری، گجرات، ہند

تلاوت کلام پاک

دعا اور آہ وزاری

اخلاص وریاء

قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی

زھــــد و استــغـنـــــاء

رزق خداوندی اور جود وسخا

خوف و خشیت اور توبہ و مغفرت

شیطان اور گناہ و معصیت

شرم وحیاء اور عفت وپاکدامنی

شکر وامتنان اور صبر و توکل

تواضع وانکساری

عجب و کبر

حسن معاشرت اور حسن اخلاق

موت وقبر اور میدانِ حشر

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ وخطاب اور بیان وتقریر میں اگر قرآنی آیات اور نبوی فرمودات کی آمیزش ہو تو وعظ وخطاب میں نورانیت وجاذبیت اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے، آیات وآحادیث کے انوار وبرکات دلوں کو چھوتی اور قلب وجگر کو گرماتی ہیں اور اگر خطیب کا دردِ دل، سوزِ دروں اور سوزِ جگر شامل ہو تو پھر سحر انگیزی کا عجیب کیف ہوتا ہے، دل کی دنیا بدلتی ہے، دل ودماغ پر فکرِ آخرت چھا جاتی ہے، اس کے رفتار وگفتار کا انداز بدل جاتا ہے، پھر تو وہ اپنے خالق و مالک کی رضا اور تلاشِ محبت میں کھویا کھویا رہتا ہے۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

اور اگر خطیب کے کلام میں عبرت آموز حکایات اہلِ دل اولیاء کرام کے واقعات شامل ہوں تو سامعین نگاہِ شوق بن جاتے ہیں اور مضامین کی عبرت آموزی دوبالا ہو جاتی ہے، بلکہ اس کا ضمیر جھنجھوڑتا ہے کہ تھے تو تمہارے ہی آباء واجداد، جنہوں نے عبادت و ریاضت اور محنت ومجاہدہ میں اپنی جان کھپادی، زندگی کا ہر لمحہ یادِ الٰہی اور محبت باری میں گزار دیا، دست بکار، دل بیار کے مصداق بنے رہے، اخلاقِ حمیدہ کے پھولوں سے دل کو سجاتے رہے اور معرفت کی عطر چھڑکتے رہے، اے کاش! تو بھی تو انسان ہے، کیوں خوابِ غفلت میں پڑا ہے؟ اپنے مالک کی یاد سے کیوں بھولا بھٹکا ہے؟ تیرے دل کا رخ کیوں بدلا بدلا

ہے؟ چلو......! اٹھو......! کمر کس لو......! اوران روشن ستارے صحابہ اور روشن اولیاء کرام کے واقعات کو ذہن میں بیٹھاؤ، عہد کرو، میدانِ عمل میں دوڑ لگاؤ اور اپنے سینہ کو بے کینہ بنا کر محبت الٰہی سے بھرلو۔

اسی مقصد اور جذبہ کے تحت ہر دور میں اکابر و مشائخ وعظ و خطاب میں واقعات سنایا کرتے تھے، خود قرآنی اسلوب دیکھئے اور ذخیرۂ احادیث پر نظر ڈالیے تو جا بجا قصص و واقعات کے نمونے ملیں گے، کہیں تو صالحین و مقربین کے عبرت آموز واقعات نظر نواز ہونگے، تو کہیں کفار و منافقین کے حسرت آموز واقعات ......خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایت وقصص سنائے بھی ہیں اور دوسروں کی زبانی سنے بھی ہیں، ایک دفعہ ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہؓ نے گیارہ عورتوں کے مشہور اور دلچسپ قصے سنائے، جو حدیث ام زرعؓ کے نام سے مشہور ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دلچسپی سے سنتے رہے اور پھر اخیر میں ابوزرع کے حسین اخلاق کو سن کر فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے لیے ابوزرع کی طرح ہوں۔

بعض اکابر و مشائخ نے اپنی کتابوں میں واقعات کے ذکر کرنے کا بڑا اہتمام کیا ہے، چنانچہ مشہور محدث حضرت ابونعیم اصفہانیؒ نے دس جلدوں پر مشتمل حلیۃ الاولیاء نامی کتاب لکھی، جس میں بیشمار واقعات ہیں، اس کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ نے اس کا اختصار کیا اور تین جلدوں میں مشتمل صفوۃ الصفوۃ نامی کتاب لکھی، اسی طرح سیر السلف کو دیکھئے، اس میں زمانۂ قدیم کے اسلاف کے بیشمار واقعات نظر آئیں گے، اسی طرح قصص الانبیاء ہو یا قصص القرآن، موسوعہ غرائب القصص ہو یا موسوعہ القصص المؤثرۃ یا الفرج بعد الشدۃ ہو یا ابن جوزیؒ کی کتاب الاذکیاء، تلبیس ابلیس یا جاحظؒ کی کتاب البخلاء، ان تمام میں ان گنت قصے نظر

آئیں گے، ان کے علاوہ اگر آپ واقعات کی دنیا میں جا کر صرف واقعات کی کتاب تلاش کریں تو سو سے زائد کتاب آپ کے سامنے ہونگی۔

واقعات کی افادیت کے اعتراف کے ساتھ اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ واقعات نہ تو مقصود ہیں اور نہ ہی مطلوب، بلکہ صرف اور صرف سامعین کے قلوب میں دردِ دل اور سوزِ دروں کو بیٹھانا ہوتا ہے، دلوں میں رقت اور خوف وخشیت میں اضافہ کرنا ہوتا ہے، یا کسی بڑی حقیقت کو واقعات کے سہارے ہر کس و ناکس کو سمجھانا ہوتا ہے اور بس۔

اس جذبہ کے تحت خطیب کبھی تو واقعات کو مکمل بیان کرتا ہے اور کبھی اختصار کا پیرایہ اختیار کرتا ہے، کبھی صاحبِ واقعہ کے نام کو ذکر کرتا ہے تو کبھی ابہام واجمال کے ساتھ بیان کر دیتا ہے، اسی کے ساتھ خطیب سے کبھی نام میں، تو کبھی دو واقعہ میں خلط بھی ہو جاتا ہے اور تمثیل و واقعات کی دنیا میں یہ توسع گوارہ بھی کر لیا جاتا ہے، واقعات کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے تو اس قسم کی بیشمار مثالیں آپ کو ملیں گی۔

میرے پیر و مرشد حضرت اقدس، رہبرِ شریعت، عارف باللہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی زبانِ فیض ترجمان سے جو روحانی اور عرفانی بیانات ہو رہے ہیں؛ ان کے متعلق عوام وخواص، مرد و زن ہر ایک کا یہ تأثر زبانِ خلق بنتا جا رہا ہے کہ ہر بیان دلوں کو بیدار کرنے، توجہ الی اللہ، انابت الی اللہ اور فکرِ آخرت کی کیفیت پیدا کرنے میں بے مثال ہے، آپ کی باتیں براہِ راست سنئے، یا انٹرنیٹ یا سی ڈی کے ذریعہ یا کتابوں میں پڑھئے، ہر ایک اپنی تاثیر میں لاجواب ہے، حضرت اقدس بھی اپنے مواعظ میں قصص وحکایات بہت دل سوزی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

ہے؟ چلو......! اٹھو......! کمر کس لو......! اوران روشن ستارے صحابہ اور روشن اولیاء کرام کے واقعات کو ذہن میں بیٹھاؤ، عہد کرو، میدانِ عمل میں دوڑ لگاؤ اور اپنے سینہ کو بے کینہ بنا کر محبت الٰہی سے بھرلو۔

اسی مقصد اور جذبہ کے تحت ہر دور میں اکابر ومشائخ وعظ وخطاب میں واقعات سنایا کرتے تھے، خود قرآنی اسلوب دیکھئے اور ذخیرۂ احادیث پر نظر ڈالیے تو جا بجا قصص و واقعات کے نمونے ملیں گے، کہیں تو صالحین و مقربین کے عبرت آموز واقعات نظر نواز ہونگے، تو کہیں کفار ومنافقین کے حسرت آموز واقعات......خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایت وقصص سنائے بھی ہیں اور دوسروں کی زبانی سنے بھی ہیں، ایک دفعہ ام المؤمنین سیدہ حضرت عائشہؓ نے گیارہ عورتوں کے مشہور اور دلچسپ قصے سنائے، جو حدیث ام زرعؓ کے نام سے مشہور ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دلچسپی سے سنتے رہے اور پھر اخیر میں ابوزرع کے حسین اخلاق کو سن کر فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے لیے ابوزرع کی طرح ہوں۔

بعض اکابر ومشائخ نے اپنی کتابوں میں واقعات کے ذکر کرنے کا بڑا اہتمام کیا ہے، چنانچہ مشہور محدث حضرت ابونعیم اصفہانیؒ نے دس جلدوں پر مشتمل حلیۃ الاولیاء نامی کتاب لکھی، جس میں بیشمار واقعات ہیں، اس کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ نے اس کا اختصار کیا اور تین جلدوں میں مشتمل صفوۃ الصفوۃ نامی کتاب لکھی، اسی طرح سیر السلف کو دیکھئے، اس میں زمانۂ قدیم کے اسلاف کے بیشمار واقعات نظر آئیں گے، اسی طرح قصص الانبیاء ہو یا قصص القرآن، موسوعہ غرائب القصص ہو یا موسوعہ القصص المؤثرۃ یا الفرج بعد الشدۃ ہو یا ابن جوزیؒ کی کتاب الاذکیاء، تلبیس ابلیس یا جاحظؒ کی کتاب البخلاء، ان تمام میں ان گنت قصے نظر

حضرت کے شائع شدہ بنایات سے واقعات کا اقتباس کرتے ہوئے یہ دوسرا حصہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے، واقعات کے حوالے تلاش کرنا اتنا آسان نہیں، جتنا فقہ وفتاویٰ اور تفسیر وتاریخ کے حوالے کا تلاش کرنا آسان ہے، بلکہ حکایات کے حوالے تلاش کرنا کچھ زیادہ ہی دشوار ہے جیسا کہ اہلِ علم جانتے ہیں، تاہم اس حصہ کی کمپوزنگ مکمل ہو جانے کے بعد حضرت اقدس، صاحب نسبت مولانا صلاح الدین صاحب سیفی زید مجدہ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے حوالے تلاش کرنے کی تاکید فرمائی، ان کے ایماء اور دعا پر یہ کام کسی حد تک انجام پایا۔

اس حصہ کی ترتیب میں مندرجۂ ذیل امور پیشِ نظر رہے:

(۱) اکثر وبیشتر واقعات کے حوالے مستند کتابوں سے درج کئے گئے ہیں۔

(۲) جن کے حوالے مل سکے ہیں ان کو اصل ماخذ سے موازانہ کے دوران اگر فرق نظر آیا تو اصل ماخذ کے مطابق واقعہ نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۳) جن کے حوالے درج نہ ہو سکے یہ عاجز اپنی کم علمی اور غفلت کی بناء پر ان کے ماخذ تک نہ پہنچ سکا، اگر مزید کوشش کرتا تو ان شاء اللہ وہ حوالے ضرور پالیتا۔

تصنیفی اور تحریری سفر میں اس عاجز کے بہترین رفیق سفر اور تحقیق وتخریج میں اپنے ایک بےلوث معاون کا ممنون ومشکور ہوں، جنھیں دربارِ الٰہی سے ذوقِ تحقیق کا وافر حصہ ملا ہے، جنھیں تلاشِ حوالہ کا ملکہ حاصل ہے، جنھیں روشن ذہن اور ایسا تیز رود ماغ ملا ہے کہ بہت جلد تلاشِ حوالہ میں کتابوں کی طرف ذہن سبقت کرتا ہے، وہ عمدہ کتابوں کے خوگر اور طلبِ علم میں پسینہ بہانے کے عادی ہیں، اس سے میری مراد رفیق مکرم جناب مولانا رضی عالم صاحب دامت برکاتہم ہیں، خدائے پاک علم کی دنیا میں انہیں تابندہ اور درخشندہ رکھے، اسی کے ساتھ رفیقِ مکرم استاذِ حدیث حضرت مولانا یحییٰ صاحب پالن پوری کا بھی مشکور ہوں جو

ایک عمدہ مدرس، حدیث وتفسیر اور منطق وفلسفہ کے بہترین شناور ہیں، اپنے علاقہ کے ممتاز علماء میں شامل ہیں، کتب بینی کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور اکابر کے حالات وواقعات ذہن نشیں کرنے کے عادی ہیں، نیز محبّ محترم حضرت مولانا نسیم اطہر ندوی صاحب کوفراموش نہیں کرسکتا جوزبان وادب کا شیریں اور حسین ذوق رکھتے ہیں، جن کے ذوق ادب نے کتابت کی باریک غلطیوں کی عمدہ تصحیح کی اوراسی کے ساتھ مخلص باصفا حضرت مولانا قاری ذاکرصاحب بھی امتنان وتشکر کے مستحق ہیں، جنھوں نے عرق ریزی کے ساتھ تصحیح کتابت کا فریضہ انجام دیا۔ جزاہم اللہ خیراًالجزاء

اللہ پاک ہمارے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(مفتی) محمد انعام الحق (نقشبندی) سیتامڑھی، بہار

خادم دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور

ضلع نوساری، گجرات (انڈیا)

۲۵ رربیع الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق ۳۱ رمارچ ۲۰۱۱ء

حج بیت اللہ

ایسی عبادت جو کہیں نہ ہو سکے

ایک شخص نے کوئی قسم اٹھالی کہ میں ایسی عبادت کروں گا جو دنیا میں کوئی بھی نہ کر رہا ہو، اب جب بات پوری ہوگئی تو اسے سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا کروں؟ تو وہ بالآخر امام اعظمؒ کے پاس آیا کہ حضرت میں نے تو ایسی قسم اٹھالی تھی کیا کروں؟ فرمانے لگے کہ تم جاؤ اور حرم میں جا کر لوگوں کو منت کرنا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں اور تم اکیلے طواف کر لینا، جب تم طواف کر رہے ہوں گے تو اس وقت دنیا میں کوئی بھی یہ عبادت نہیں کر رہا ہوگا، یہ ایسی عبادت ہے کہ گارنٹی دی جاسکتی ہے کہ دنیا میں یہ عبادت اور کہیں نہیں ہو رہی، یہ عبادت یہیں ہوتی ہے۔

اللہ والے حج کیسے کرتے ہیں؟

حضرت شبلیؒ کا ایک مرید تھا وہ کچھ عرصہ غائب رہا، جب ملاقات ہوئی تو پوچھا بھئی کہاں گئے تھے؟

حضرت حج کرنے گیا تھا۔

فرمایا بھئی ادھر آؤ، کیسے حج کیا؟

کہنے لگا حضرت میں نے احرام پہنا تھا۔

فرمایا اچھا جب تم نے احرام پہنا تھا اور لباس اتارا تھا تو اس وقت گناہوں کا لباس اتارنے کی بھی تم نے نیت کی تھی؟

حضرت میں نے یہ نیت تو نہیں کی۔

اچھا جب تم نے احرام پہنا تھا تو تقویٰ کا لباس پہننے کی بھی نیت کی تھی؟

حضرت میں نے تو یہ نیت نہیں کی تھی۔

اچھا جب تم نے تلبیہ پڑھا تھا تو لبیک کہتے ہوئے اپنے دل و جان سے اپنے آپ

کو اپنے رب کے حوالے بھی کیا تھا؟

حضرت میں نے یہ نیت تو کوئی نہیں کی تھی۔

فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم گئے تھے طواف کرنے کے لئے تو پھر تمہیں حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے محبوب کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کی لذت بھی نصیب ہوئی تھی؟

حضرت ایسی تو کوئی کیفیت نہیں ملی۔

فرمایا جب ملتزم سے لپٹے تھے تو محبوب سے معانقہ کرنے کی لذت بھی ملی تھی؟

حضرت ایسی تو کوئی کیفیت نہیں ملی۔

فرمایا اچھا یہ بتاؤ جب غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگی تو کیا تمہیں محبوب کے دامن کو پکڑ کے اپنی آرزو پیش کرنے کی کیفیت ملی تھی؟

حضرت ایسی تو کوئی نہیں ملی۔

اچھا جب تم نے رمل کیا تھا تو کیا اس وقت تمہیں ﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ﴾ والی کیفیت ہو گئی تھی؟

حضرت ایسی کیفیت تو کوئی نہیں حاصل ہوئی تھی۔

فرمایا اچھا جب عرفات میں پہنچے تھے تو کیا تمہیں اللہ کی معرفت مل گئی تھی؟

حضرت نہیں وہ تو نہیں ملی تھی۔

فرمایا اچھا جب تم مزدلفہ میں آئے تھے تو بتاؤ کہ وہاں پر تمہیں حقوق العباد کے بارے میں یہ کیفیت آ گئی تھی کہ بھئی میں نے واقعی سب کے حقوق ادا کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے ان کی کوتاہی پر معافی مانگنی ہے؟

حضرت یہ تو نہیں ہوا تھا۔

اچھا جب منیٰ آئے تھے اور شیطان کو کنکریاں ماری تھیں تو کیا تم نے دل سے شیطان کے ساتھ پکی دشمنی کرنے کا ارادہ بھی کر لیا تھا؟

حضرت ایسا تو کوئی نہیں کیا تھا۔

اچھا جب تم نے قربانی کی تھی تو قربانی کرتے ہوئے اپنے اندر کے نفس کو بھی اللہ

کے سامنے قربان کرنے کی نیت کی تھی؟

حضرت میں نے ایسی نیت تو کوئی نہیں کی۔

فرمایا جب تم طواف زیارت کے لئے آئے تھے، تو کیا تمہیں محبوب کی زیارت اس کی تجلیات کا دیدار نصیب ہوا تھا؟

اس نے کہا حضرت ایسا تو کچھ نصیب نہیں ہوا تھا۔

فرمانے لگے کہ اگر تمہیں اسمیں سے کچھ نصیب نہ ہوا تو تم یوں سمجھو کہ تم نے کوئی حج کیا ہی نہیں، اب جاؤ اور جیسے میں نے تمہیں سمجھایا آئندہ ان کیفیتوں سے جا کر حج کر کے آنا۔

فضائل حج ٦٦

حج میں اکابر کا ذوق عبادت

(۱) حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ عمرے کے لئے تشریف لے گئے تو کچھ دن مکہ مکرمہ میں قیام رہا، فرماتے ہیں کہ جتنے دن مکہ مکرمہ میں قیام رہا، میں نے ہر نماز تکبیر اولی کے ساتھ پہلی صف میں امام کے پیچھے ادا کی۔

ہمیں ایک نماز بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ کہ پہلی صف تک جانا ہی اتنا مشکل ہے۔

(۲) علامہ زمخشریؒ جنہوں نے تفسیر کشاف لکھی، وہ جب حرم شریف کی زیارت کے لئے گئے تو بیت اللہ شریف میں ان کا اتنا وقت گزرتا اتنا گزرتا کہ عرب لوگوں نے ان کا نام جار اللہ، اللہ کا پڑوسی رکھ دیا، کتنا وقت مسجد میں گزارتے ہوں گے کہ لوگوں نے ان کو جار اللہ کہنا شروع کر دیا۔

النجوم الزاہرۃ ۲/۴/۷- تاریخ ابی الفداء ۲/۲۲۴- تاریخ الاسلام للذہبی ۳۶/۴۸۸

(۳) ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کے سامنے مطاف میں بیٹھ کر پورے قرآن پاک کی تلاوت اس طرح کی کہ ایک آیت پڑھتا اور اگر وہ خوشخبری والی آیت ہے تو جنت کی دعا مانگتا اور اگر وعید کی آیت ہے تو

جہنم سے پناہ مانگتا، ایک ایک آیت پر دعا مانگتے مانگتے میں نے الف لام میم سے لے کر والناس تک پورا قرآن شریف بیت اللہ کے سامنے پڑھا۔

پلکوں کے بل اللہ کے گھر کی حاضری

ابراہیم بن ادھمؒ نے بلخ سے عمرہ کے لئے حاضر ہونے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب وہ سفر پر نکلے تو عجیب بات کہ ایک قدم اٹھاتے اور مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نفل پڑھتے، پھر اگلے قدم پر مصلیٰ بچھاتے پھر دو رکعت نفل پڑھتے، ہر ہر قدم پر دو دو رکعت نفل پڑھتے پڑھتے چودہ سال کے عرصہ میں وہ یہاں پہنچے، طواف کے بعد مقام ابراہیم پر آکر دو رکعت نفل پڑھی اور دعا مانگی کہ اللہ لوگ پاؤں سے چل کر تیرے گھر کی طرف آتے ہیں، میں تو پلکوں کے بل چل کر تیرے گھر کی طرف آیا ہوں۔ اللہ اکبر

ان کے دلوں میں اللہ کی کیسی محبت ہوگی جو پلکوں کے بل چل کر اللہ کے گھر پہنچے، جس نے ہر قدم پر سجدے کئے ہوں، وہ تو پلکوں کے بل ہی چل کر یہاں پہنچا۔

تذکرۃ الاولیاء ۴۴

خواجہ سراج الدینؒ کا احترام مکہ

حضرت خواجہ سراج الدینؒ ہمارے سلسلۂ عالیہ کے بڑے بزرگ ہیں، بڑے عالم تھے اور بڑے بڑے علماء کے شیخ تھے، وہ حج کے لئے تشریف لائے تو تیرہ دن مکہ مکرمہ میں رہے، یہ ان کی کرامت تھی کہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ پیشاب نہ پاخانہ، تیرہ دن اسی طرح عبادت میں گزارے اور تیرہ دن کے بعد چلے گئے، کسی نے پوچھا کہ کھاتے پیتے کیوں نہیں، تو فرمایا کہ اگر میں کھاؤں گا تو قضائے حاجت کی بھی ضرورت پڑے گی اور میں پسند نہیں کرتا کہ میں کالا کتا اس پاک دیس کو ناپاک کر جاؤں، اس زمانہ میں بیت الخلاء بھی ایسے ہوتے تھے کہ فلش سسٹم نہیں ہوتا تھا، یہ ان کی کرامت تھی کہ اتنے دن اللہ

نے ان کو بغیر کھائے پیئے طاقت دے دی اور وہ اعمال کرتے رہے تو دیکھیں کون کتنی چاہت اور محبت کے ساتھ آتا ہے۔

یہاں امید سے زیادہ ملتا ہے

ہم نے کتابوں میں واقعہ پڑھا کہ حاتم طائی ایک امیر، سخی آدمی گزرا ہے، اس سے ایک مرتبہ کسی فقیر نے پانچ دینار مانگے تو اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ اس کو پانچ سو دینار لا کر دیدو، نوکر بڑا حیران ہوا، کہنے لگا کہ جی پانچ دینار مانگے تھے، آپ نے پانچ سو دینار دینے کا حکم دے دیا، حاتم طائی نے کہا تھا وہ مانگنے والے کا ظرف تھا اور یہ دینے والے کا ظرف ہے، اگر دنیا کا سخی پانچ مانگنے والے کو پانچ سو دیدیا کرتا ہے تو وہ تو سب کا کریم آقا ہے، آج ہم جتنا مانگیں گے یقیناً ہمارے اندر کی تڑپ کو دیکھتے ہوئے وہ پروردگار پھر اپنی شان کے مطابق عطا کر دیگا۔

کہیں دیدار سے بھی محروم نہ لوٹ جائیں

ہم نے اپنی زندگی میں ایک واقعہ دیکھا، اللہ اکبر آج بھی سوچتے ہیں تو کانپتے ہیں کہ امریکہ سے ایک پڑھا لکھا جوڑا حج کرنے کی نیت سے چلا اور جو وی آئی پی حج کا مرض ہے، وہ وی آئی پی حج ان کے ذہن میں بھی تھا کہ وی آئی پی حج کرنا ہے، ان کو اپنے پیسے پر بڑا ناز تھا، چنانچہ چلے اور آ بھی گئے، اسی گروپ میں تھے جس گروپ میں ہمیں حج کرنا تھا، ہم نے دیکھا کہ ان کی طبیعتیں ایسی تھیں کہ ہر چیز پر اعتراض کرتے تھے، یہ چیز اچھی نہیں، دونوں میاں بیوی جو چیز دیکھتے اس پر تنقید کرنے بیٹھ جاتے، لگتا ایسا تھا کہ جیسے معاذ اللہ کوئی اللہ پر احسان چڑھانے آ گئے ہوں، اب ہوا ایسا کہ جیسے ہی ذی الحجہ کے ایام شروع ہوئے، پانچ چھ ذی الحجہ کا واقعہ ہوگا کہ اس کے خاوند کی طبیعت ذرا خراب ہوگئی، ہسپتال پہنچا دیا گیا، انہوں نے بتایا کہ اسکو ہارٹ اٹیک ہے، دل کا دورہ پڑا ہے، انہوں نے اس کو آئی سی یو میں رکھا، حتیٰ کہ وہ دن آ گیا جب عرفات جانا تھا، تو یہاں کا ایک دستور ہے کہ جو لوگ حج کی نیت سے

آئے ہوئے ہوں، ہسپتال والے ان کو اپنی ذمہ داری پر ایمبولینس کے اندر لے جاتے ہیں اور وقوف عرفہ کروا کر پھر واپس لاتے ہیں اور ان کے ساتھ ڈاکٹر اور ساری میڈیکل ٹریٹ مینٹ ہوتی ہے، یوں سمجھیں کہ ایک چھوٹا سا ہاسپٹل ان کے ساتھ ہوتا ہے، تا کہ ان کا حج ہو جائے، تو انہوں نے اس کو کہا کہ یہ فارم بھر دو تا کہ ہم آپ کے حج کا انتظام کر دیں، خاوند صاحب کہنے لگے کہ نہیں مجھے یہ فارم نہیں بھرنا، کیوں نہیں بھرنا؟ تو اس نے کہا کہ میں چلا تھا وہاں سے حج کرنے، خدا کا گھر دیکھنے، پھر اللہ نے مجھے ہارٹ اٹیک کیوں دیا؟ سوچ دیکھئے کہ میں تو اسکا گھر دیکھنے آیا تھا، اس نے کیوں مجھے دل کا دورہ دیا، لہٰذا مجھے اب عرفات نہیں جانا، ڈاکٹر منتیں کر رہے ہیں کہ دستخط کر دو تا کہ ہم آپ کو وقوف عرفات کروائیں، اس نے کہا نہیں، جب اس نے انکار کر دیا تو ڈاکٹروں نے اس کی بیوی سے کہا کہ آپ تو خیمہ میں ہیں، جو معلم ہیں اسکی عمارت میں ہیں، ایئر کنڈیشن کمرے میں ہیں، آپ دستخط کر دیں، تا کہ ہم آپ کو وقوف عرفات کروا کر واپس لائیں، بیوی نے بھی کہا نہیں، مجھے بھی عرفات نہیں جانا، چنانچہ تمام لوگ وقوف عرفات کر کے آگئے لیکن نہ اس بیوی نے وقوف عرفہ کیا اور نہ اس کے خاوند نے کیا اور حج کئے بغیر بالآخر یہاں سے واپس چلے گئے۔

حسرت ہے اس مسافر مضطر کے حال پر
جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

منزل بھی سامنے ہے اور توفیق چھن گئی، یہ منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جو مال کے ناز پر آتے ہیں اللہ قریب لا کر ان کو محروم لوٹا دیتے ہیں، اس لئے اس چیز کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے، طلب کے ساتھ ہے، جتنی طلب ہوگی اتنا اللہ راستے کھولیں گے، ایک دفعہ نہیں بار بار راستہ کھولیں گے، آپ اچھی طرح عمرہ کریں، اچھی طرح سے یہاں وقت گزاریں، اللہ آپ کے لئے بار بار راستہ کھول دیں گے۔

ایک اندھے کو حجّاج کی دھمکی

حجاج بن یوسف ایک شخص تھا اس امت میں جو بہت زیادہ سخت طبیعت رکھتا تھا اور

جو اس کے دل میں بات آتی تھی اس کو کر دیتا تھا، ایک دفعہ وہ طواف کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ مطاف کے اندر بیٹھ کر ایک اندھا دعا مانگ رہا ہے کہ اللہ میری آنکھوں کو بینا کر دے، مجھے روشنی عطا کر دے، وہ حجاج جب اس کے قریب سے گزرنے لگا تو اس نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر کہا، او اندھے! تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں، تو وہ بیچارہ حیران ہو گیا کہ یہ کون ہے؟ پوچھا کون؟ کہنے لگا کہ حجاج بن یوسف، وہ تو گھبرا گیا تو حجاج بن یوسف نے کہا، دیکھ میں طواف کر رہا ہوں اور میرے چند چکر باقی ہیں، میرے طواف مکمل ہونے تک تیری آنکھیں ٹھیک نہ ہوئیں تو میں تجھے قتل کروا دوں گا اور ساتھ ہی ایک سپاہی بھی متعین کر دیا کہ اندھا بھاگنے نہ پائے، خود طواف کرنے لگ گیا، اب تو اندھے کا حال ہی عجیب ہو گیا، دعا مانگتا تھا کہ پہلے تو میں بینائی کا سوال مانگتا تھا، اب تو زندگی کا سوال ہے، اس طرح تڑپ کر اس اندھے نے دعا مانگی کہ اس کے طواف ختم کرنے سے پہلے اللہ نے بینائی عطا فرما دی، حجاج بن یوسف نے کہا کہ میں نے اپنے بڑوں سے یہ بات سنی ہوئی ہے کہ جیسے تم پہلے دعا مانگ رہے تھے، قیامت تک یہاں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر وہ دعا پڑھتے رہتے تو تمہیں بینائی کبھی نہ ملتی، کیونکہ زبان سے الفاظ نکل رہے تھے، دل حاضر نہیں تھا، اب جب تمہیں جان کی فکر ہوئی کہ میری موت اور زندگی کا سوال ہے اب تم نے تڑپ کر دعا مانگی اور جو بندہ اس مطاف میں تڑپ کر دعا مانگے اللہ کبھی اس کی دعا کو رد نہیں کیا کرتے۔

اپنی دولت پر ناز نہ کیجئے

ایک مرتبہ ایک صاحب حج کے سفر میں ہمارے ساتھ تھے اور وہ اللہ کا بندہ اتنا امیر تھا کہ خود کہتا تھا کہ مجھے اپنا حساب کرنے میں ایک مہینہ لگے گا کہ بینکوں میں پیسہ کتنا ہے؟ اس نے حج کا انتظام کیا اور یہاں پر بڑے ہوٹل میں کمرے بُک کروایا، پھر اس نے ایک Lemozin (مہنگی گاڑی) کرائے پر لی، حج کے پورے دنوں کے لئے وہ ہوٹل کے نیچے کھڑی رہے، کہیں مجھے یا میری بیوی کو کہیں آنا جانا ہو تو کام لگے اور ایک مقامی

عرب بندے کو اس نے پورے حج کے دنوں کے لئے نوکری پر رکھا کہ میں آپ کو اتنے ہزار ریال دوں گا، اتنے دن آپ میرے ملازم رہیں، ڈرائیور بھی ہے، گاڑی بھی ہے، ایک سکریٹری بھی اس نے رکھ لیا، کہتا تھا کہ مسئلہ ہی کوئی نہیں، میں پانی کی طرح پیسہ بہاؤں گا، مجھے حج پہ تو مشقت ہی نہیں آسکتی، میں نے اسے سمجھایا کہ بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو، کیوں مصیبت میں پڑے ہو؟ تم لیول بڑھاتے جاؤ گے، اللہ بھی لیول بڑھاتے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اس نے کہا کہ جی نہیں اور وہ اپنے ساتھ پیسے بھی بینک میں اتنے ٹرانسفر کر کے آیا کہ میرے خیال میں اس سے سو بندے حج کر سکتے ہونگے، اپنی طرف سے اس نے پورے انتظامات کر لئے۔

اللہ کی شان دیکھئے حج ہی کے دنوں میں ایک دن مجھے اسکا فون آیا کہ میری بیوی گم ہوگئی، بھئی پڑھی لکھی ہے، سمجھدار ہے، نیک خاتون ہے، وہ کیسے گم ہوسکتی ہے؟ اس نے تو پہلے آدھا درجن حج کئے ہیں، کہنے لگا جی گم ہوگئی، چلو ڈھونڈھو بھئی، پورے حرم میں ڈھونڈھ رہا ہے، پھر پولیس والوں سے رابطہ، پھر فلاں سے رابطہ، کہیں کچھ پتہ نہیں، حتی کہ اس بندے نے پیسے دے کر مکہ مکرمہ ٹی وی پر بھی اعلان کروایا، ٹی وی کے اوپر اعلان ہوا، کسی کو پتہ ہو تو بتاؤ، پولیس والوں کو کہا، حتی کہ اپنے رسوخ کے ذریعے اس نے گورنر مکہ سے رابطہ کیا اور اس کے ذریعہ اس نے پوری پولیس کو پیغام بھجوایا، دو دن اسکو رونا پڑا، اتنی موٹی موٹی آنکھیں ہو گئیں سوچ کر، بار بار مجھے کہتا کہ میرا کیا بنے گا؟ میری بیوی میرے بچے، بار بار مجھے کہتا کہ میرا کیا بنے گا؟ میری بیوی میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ میری زندگی، میں اسے کہتا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو، دو رکعت پڑھو اب اللہ سے معافی مانگو، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں، اپنے سامنے دو رکعت نفل نماز پڑھوائی، ابھی دعا کر کے اٹھا تھا اسی وقت اسے کال (Call) آئی کہ فلاں اسپتال سے آپ کی بیوی کا فون ہے، ہوا یہ کہ بیوی نے گرمی میں کئی طواف کئے، اس نے آ کے دو رکعت نفل پڑھنے کے لئے ایک جگہ پہ بیٹھی تو وہیں پر وہ بیہوش ہوگئی، Sun'stroke (لو لگنا) جس کو کہتے ہیں، وہ ہو گیا اور چونکہ اس

وقت اس کے پاس کوئی کاغذ نہیں تھا، کارڈ نہیں تھا، اس کو پولس والوں نے ایمبولنس میں ڈلوا کر کہیں دور مستشفیٰ (ہاسپٹل) میں بھجوا دیا، وہ پھر ایک دو دن میں جب اسکی طبیعت ٹھیک ہوئی تب جا کر اسکے خاوند کو اطلاع دی۔

کہتا تھا کہ حضرت آج میں نے زندگی کا ایک بہترین اصول سیکھا کہ بندے کو بندگی اچھی لگتی ہے، پیسہ آتا ہے تو بندہ خدا بن بیٹھتا ہے۔

ایک کھرب پتی کی بے بسی

ایک صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں بہت کچھ دے دیا، اتنا کچھ دیا کہ کئی ملوں کے یہ مالک ہیں، حالانکہ عمر بہت چھوٹی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اور ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پہ راضی، اس بندے کے پاس اتنا مال تھا کہ اگر یہ روزانہ ایک جہاز خود کرائے پر لے کرا کیلے عمرہ کے لئے جاتا تو یہ روز عمرہ کر کے واپس آسکتا تھا، لیکن اتنا پیسہ ہونیکے باوجود اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس نے زندگی میں کبھی عمرہ ہی نہیں کیا تھا، خیر ایک موقع پر اس عاجز سے بیعت ہو گیا، پوچھا، بھئی عمرہ کیوں نہیں کیا؟ کہنے لگا جی بس میں کچھ اپنے آپ کو، اپنے دل کو سنوار لوں، پیش ہونے کے قابل ہو جاؤں، پھر میں نے اسے بات سمجھائی کہ دیکھو جب ہمارے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو ہم دھلانے کے لیے لانڈری میں لے جاتے ہیں، کپڑوں کے وہاں جانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے دھل کر آئیں گے، کبھی کپڑے نے یہ کہا کہ میں کچھ صاف ہو جاؤں تو پھر لانڈری جاؤں گا، ہر بندہ کہے گا کہ بھئی اگر تو صاف ہو گیا تو پھر لانڈری جانے کی ضرورت ہی کیا، وہاں تو جاتے ہی دھلنے کیلئے ہیں، تو خدا کے بندے بیت اللہ شریف تو جاتے ہی دھلنے کے لئے ہیں، اگر ادھر ہی دھل گئے تو پھر تمہیں کیا ضرورت ہے جانے کی، اب اسکو بات سمجھ میں آئی، کہنے لگا جی میں عمرے پر جاؤں گا، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو شیطان نے ذہن میں ایسی رچا دی ہوتی ہیں کہ انسان فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔

غربت کا زمانہ ایسا بھی تھا

ہمارے حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جارہے تھے تو راستے میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، تو وہاں ایک بوڑھا آ گیا، جو دیہاتی تھا، اس نے آ کر اشارہ کیا کہ مجھے بھوک لگی ہوئی ہے، تو میں نے اپنی اہلیہ سے کہا اسکے لئے کچھ کھانا بنادو، تو میری اہلیہ نے پانی اور آٹا نکالا کہ روٹی پکا کر دے، تو اس نے جیسے پانی اور آٹا دیکھا تو وہ دیہاتی آگے بڑھا اور جگ میں سے ایک پیالے میں پانی ڈالا اور ایک مٹھی آٹے کی بھر کر اس پانی کے اندر ڈال دی اور اسکو ہلا کر پی لیا، اسی طرح کچا آٹا اور پانی پینے کے بعد کہنے لگا کہ اب میں روٹی کے پکنے کا انتظار کرسکتا ہوں، اتنی شدید بھوک تھی۔

تربوز کے چھلکوں کی قدر

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ ہم جب مکہ مکرمہ میں رہتے اور تربوز یا خربوزہ کھا کر اس کے چھلکے پھینکتے تو مقامی بچے آپس میں جھگڑتے کہتے کہ یہ چھلکا کون اٹھائے گا، وہ چھلکے اٹھاتے اور چھلکے کھاتے اور کئی مرتبہ چھلکے گھر لے جاتے تو ان کی والدہ تربوز کے چھلکے کو کاٹ کر سالن کے طور پر پکایا کرتی تھیں، چند بچے تربوز کے چھلکے اسی طرح لے جاتے رہے، ایک دن میں نے دو تین تربوز خریدے اور ان بچوں میں کاٹ کر تقسیم کر دیے، وہ دن بچوں کے لئے بہت خوشی کا دن تھا کہ تربوز کھا رہے تھے، ان میں سے ایک بچے نے عجیب بات کہی، کہنے لگا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان مند ہیں اگر وہ یہاں تشریف نہ لاتے تو کون حج اور عمرہ کرنے کے لئے یہاں آتا اور ہمیں تربوز کھانے کا موقعہ کہاں نصیب ہوتا؟ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شکر گزار ہیں کہ وہ تشریف لائے اور ان کی برکت سے آج لوگ آتے ہیں اور ان حاجیوں کی وجہ سے ہمیں تربوز کھانے کو مل جاتا ہے۔

قرآن وتلوار اور خط کا تحفہ

دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم گزرے ہیں، ان کا نام رفیع الدین تھا، بڑے صاحب حال اور صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، حرم تشریف لائے اور یہاں قیام کیا، اب ذرا سوچئے کہ انکی سوچ کہاں پہنچی، ایک دن بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ نبی علیہ السلام نے بیت اللہ کی کنجی بنوشیبہ کو عطا کی تھی، یہ ایک قبیلہ ہے جن کے پاس پہلے سے یہ کنجی تھی، نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے بعد کنجی انہی کو دیدی اور فرما دیا کہ یہ کنجی قیامت تک تمہارے ہی قبیلہ میں رہے گی، یہ تصدیق بھی فرمادی، چنانچہ آج بھی بیت اللہ کی کنجی ان کے پاس ہے، اگر کوئی بادشاہ بھی آتا ہے تو دروازہ کھولنے کے لئے وہی خاندان بنوشیبہ کا بندہ آتا ہے اور وہ کنجی بردار دروازہ کھولتا ہے، تو شاہ رفیع الدینؒ کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ خاندان بھی مکہ مکرمہ میں ہی رہے گا، چنانچہ انہوں نے بیت اللہ کے کنجی بردار کے ساتھ دوستی لگائی، واقفیت بنائی، تعارف کیا، ہدیہ تحفہ دیا، بات چیت کی حتی کہ چند دنوں میں آپس میں خوب انسیت اور محبت ہوگئی، جان پہچان ہوگئی، جب جانے کا وقت آگیا تو اداس دل کے ساتھ جب ان سے ملنے لگے تو ان کا دل بھی اداس تھا کہا کہ اچھا آپ جا رہے ہیں، کوئی کام ہمارے ذمہ ہو تو بتلایئے، ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تو جب انہوں نے یہ کہا تو فرمانے لگے کہ ہاں ایک کام ہے اگر آپ کر دیں تو؟ کونسا؟ وہ کام یہ ہے کہ یہ کچھ پیسے ہیں یہ تو آپ کے لئے ہدیہ ہے اور یہ ایک تلوار ہے یہ امانت ہے، کیا مطلب؟ جیسے چابی تمہارے خاندان میں چلتی رہے گی، یہ تلوار بھی امانت کے طور پر آپ اپنے خاندان کے حوالہ کر دیں، وہ اس تلوار کو بھی محفوظ رکھیں، جب حضرت مہدی آئیں گے اور آپ کے خاندان کا جو شخص ہوگا وہ جیسے ان کے لئے دروازہ کھولیگا میری طرف سے ان کو یہ تلوار کا ہدیہ پیش کر دیگا، اللہ اکبر! دیکھو محبت انسان کی سوچ کو کہاں لے جاتی ہے، یہ فرق ہے ہم میں اور اہل اللہ میں کہ ہم آتے ہیں اور عمرہ کیا اور فارغ، اب بازار ہے اور ہم طوافین اور طوافات ہیں، صبح شام بن داؤد کا طواف ہو رہا ہے اور جو اللہ والے ہیں ان کا دل حرم میں اٹکا رہتا ہے۔

ضرورت مرشد ۳۵۹ بحوالہ خطبات حکیم الاسلام

تلاوت کلام پاک

یہ ہے شوقِ تلاوت

ہمارے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک بزرگ تھے، عالم تھے، وہ کہنے لگے، جب میں اپنے حضرت سے بیعت ہوا تو انہوں نے مجھے ایک قرآن پاک روزانہ تلاوت کا حکم دیا، خود مجھے فرمانے لگے کہ اس وقت مجھے بیعت ہوئے تینتالیس سال کا عرصہ گزر چکا ان تینتالیس سالوں میں ایک دن میری تلاوت قضا نہیں ہوئی اگر یہ لوگ ایسے اعمال نامہ لے کر اللہ کے حضور پیش ہونگے کہ تینتالیس سال میں ایک دن بھی قرآن پاک کا ایک پارہ پڑھنا اسمیں ناغہ نہیں ہوا تو پھر سوچیں کہ ہم اس دن کیا کریں گے؟ کرنے والے آج کے دور میں بہت کچھ کر رہے ہیں، ہم نے تو دیکھا حفاظ کو بھی رمضانی حافظ، بس رمضان آیا تو دن رات بھاگ دوڑ کر کے کچھ کر لیا اور اسکے بعد ان میں اور عام نوجوان میں کوئی فرق نہیں۔

آج بھی کیسے کیسے موجود ہیں

ہمیں ایک دفعہ مری جانے کا اتفاق ہوا، رمضان مبارک میں تو ایک جگہ ہم نے تراویح پڑھی، ایک عجیب بات سنی وہ کہنے لگے کہ اس مصلے پر جو قراء سناتے ہیں وہ بڑے چنے ہوئے ہوتے ہیں، مگر خاص بات یہ ہے کہ چھتیس سال میں یہاں تراویح پڑھانے والے کسی حافظ کو ایک مرتبہ بھی لقمہ لینا نہیں پڑا، اللہ اکبر! تو آج کے دور میں اگر ایسے لوگ موجود ہیں تو ہم کیوں قرآن مجید کو اچھی طرح نہیں پڑھتے ہیں، یہ فقط اہمیت ہے وقت کی، جس نے محنت کر لی اس نے وقت کو کما لیا، ورنہ وقت تو گزر ہی رہا ہے، وقت انتظار نہیں کرتا کسی کا، تو جب یہ جسم ادھار کا مال ہے، ہمیں چاہیئے کہ ہم اس سے جتنا زیادہ عبادت کر سکیں نیکی کر سکیں، مخلوق خدا کی خدمت کر سکیں، دین کا کام کر سکیں، ہم اسکو خوب اللہ کے دین کے

لئے تھکائیں، فارغ رہنا خوشی کی بات نہیں ہے، عدیم الفرصت ہوجانا یہ خوشی کی بات ہے، فرصت ہی نہ ملے اتنا دین کے کام میں انسان لگ جائے۔

ہمارے ایک قاری صاحب جن کو ہمارے بعض دوستوں نے دیکھا ہوگا، اس سال اجازت بھی دی خلافت بھی دی، چترال کے تھے، الحمدللہ ان کی زندگی کے اس وقت تیئیس سال گزر چکے ایک دن روزہ، ایک دن افطار، تیئیس سال اس ترتیب پر وہ زندگی گزار چکے ہیں، تو بھئی اگر آج کے دور میں ایسے لوگ زندہ موجود ہیں جو اللہ کے لئے یہ کچھ کرتے ہیں، تو کیا دس دن ہم اللہ تعالیٰ کی خوب جی بھر کے عبادت نہیں کر سکتے، مقصد یہ ہے کہ ان مثالوں کے دینے کا کہ ہم جو نیت لے کر آئے اعتکاف کی اب یہ دس دن جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، خوب اپنے جسم کو تھکائیں، یہ جسم دنیا کے لئے ہزاروں مرتبہ تھکا، ہم نے راتیں دنیا کی خاطر سینکڑوں مرتبہ جاگ کر گزاریں، اگر یہ دس راتیں اللہ کے لئے جاگ کے گزار دیں گے اور دن اللہ کی عبادت میں گزار دیں گے اور تھکائیں گے تو یہ کون سی بڑی بات ہوجائیگی، تو اسلیئے دل میں ہمت و جذبہ ہو، شوق ہو کہ ہم نے ان دس دنوں میں خوب جی بھر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی ہے۔

ایک ماہ میں حفظِ قرآن

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے بانی تھے، وہ ایک مرتبہ حج کے سفر پر تشریف لے گئے، اس زمانے میں بحری جہازوں کے ذریعے سفر ہوتا تھا اور راستے میں کئی کئی مہینے لگ جاتے تھے، چنانچہ لوگ رمضان المبارک سے پہلے ہی حج کا سفر شروع کر دیتے تھے، تاکہ وقت سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ جائیں، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

جب درمیان میں رمضان شریف کا مہینہ آیا تو ان کو پتہ چلا کہ میرے گروپ میں کوئی بھی قرآن مجید کا حافظ نہیں ہے، بڑے بڑے عالم تو تھے، وہ نماز بھی پڑھا سکتے

تھے، مگر ان میں حافظ کوئی نہیں تھا جو انہیں تراویح میں پورا قرآن مجید سناتا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو اچھا نہیں لگتا کہ علماء کی اتنی بڑی جماعت ہو اور وہ آخری سورتوں سے تراویح پڑھیں، لہٰذا وہ روزانہ دن کے وقت ایک پارہ یاد کر لیتے اور رات کو تراویح کے اندر سنا دیتے، اُدھر رمضان المبارک مکمل ہوا اور ادھر ان کے قرآن مجید کا حفظ مکمل ہو گیا، یہ ایک مہینے میں قرآن مجید حفظ کرنے کی مثال ہے۔

(تحفۂ حفاظ ۱۶۷- ارواح ثلثہ ۲۸۶)

تین دنوں میں حفظِ قرآن

ہشام بن محمد بن کلبیؒ ایک عالم تھے، ایک مرتبہ وہ کچھ علما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان علماء نے آپس میں گفتگو کی کہ فلاں عالم ہے، فلاں حافظ ہے اور فلاں عالم بھی ہے حافظ بھی ہے، جب ان کا نام آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ عالم تو بہت بڑے ہیں، مگر یہ حافظ نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میرے دل میں ایک بات آئی، اس کے بعد میں نے قرآن مجید منگوایا اور اس کو یاد کرنا شروع کر دیا، فرماتے ہیں کہ تین دن مکمل ہونے تک میں نے پورے قرآن مجید کو یاد کر لیا، لوگ ان کا ٹیسٹ لیا کرتے تھے اور وہ اس کا ٹیسٹ دے دیا کرتے تھے۔

(وفیات الاعیان ۶/۸۲- الوافی بالوفیات ۷/۴۲۱- مختصر تاریخ دمشق ۶/۴۹۵)

قرآن کے بھولنے پر ایک خاتون کا تعجب

کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو قرآن مجید بہت اچھا یاد ہوتا ہے، تین چار سال پہلے کی بات ہے، ایک خاتون نے ہمارے ساتھ حج کیا، اس کو قرآن پاک ایسے یاد تھا جیسے لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے، جہاں سے قرآن مجید پڑھ دیتے، وہ وہیں سے آگے پڑھنا شروع کر دیتی، اس کو تھوڑی سی دیر کے لیے بھی الجھن نہیں ہوتی تھی،

وہ اس بات پر حیران ہوتی تھی کہ لوگ قرآن پاک کو کیسے بھول جاتے ہیں یا ان کو اشکال لگ جاتا ہے! اس کو قرآن پاک اس طرح یاد تھا۔

حفظِ قرآن میں اتنی پختگی!

ایک مرتبہ ہم نے اپنے حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ کے ساتھ رمضان المبارک کے کچھ دن مری میں گزارے، ایک مرتبہ شبینہ تھا، ہم بھی وہاں گئے، امام صاحب نے کہا: حضرت! یہاں پر ملک کے دور ونزدیک سے مہمان آکر رمضان شریف گزارتے ہیں، وہاں پتہ چلا کہ اس مصلے پر چھتیس سال سے تراویح پڑھائی جارہی تھی اور ایک مرتبہ بھی کسی قاری کو کوئی متشابہ نہ لگا اور کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی تھی، چھتیس سال تک قرآن سنانے والے جتنے بھی قرّاء آئے، ان کو اتنا قرآن پاک یاد تھا کہ کسی ایک کی بھی غلطی نہ نکلی، تو ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ یوں قرآن مجید یاد کروادیتے ہیں جیسے اسکرین پر بیٹھے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں۔

شوق کے پروں سے حافظ کی پرواز

میرا چھوٹا بیٹا سیف اللہ جب حافظ بن رہا تھا تو اس کا معمول تھا کہ ایک صفحہ روزانہ سبق لیتا تھا اور تقریباً اٹھارہ سے بیس دن کے درمیان ایک پارہ مکمل کر لیتا تھا، ہم بھی سمجھتے کہ یہ مناسب سپیڈ ہے، چلو پڑھنے دینا چاہیے، لیکن جب آخری پانچ چھ پارے رہ گئے، ان دنوں ہمارا عمرہ پر جانے کا بھی پروگرام تھا، اس کو ہم نے کہا کہ آپ کوشش کریں کہ کسی طرح آپ کا قرآن مجید جلد مکمل ہو جائے، خیر! اس نے کوشش کر کے پاؤ پاؤ سبق لینا شروع کر دیا، اس طرح اس نے چار دنوں کے اندر ایک پارہ حفظ کرنا شروع کر دیا۔

جب عمرے پر جانے کا وقت تھا تو اس کو کسی نے یہ کہا: دیکھو! ابھی دو چار دن باقی

ہیں اور آپ کے تین پارے رہتے ہیں، اگر آپ یہ یاد کر لیں تو عمرے کے موقع پر ہم احرام کی حالت میں مقامِ ابراہیم کے قریب بیٹھ کر آپ کے لیے دعا کریں گے، اس بچے کو یہ بات سمجھ میں آ گئی، چنانچہ اس نے ان تین پاروں کو یاد کرنا شروع کر دیا، جب اس نے دو پارے مکمل یاد کر لیے اس دن ہمارا عمرے کا سفر تھا، ہم لوگ مکہ مکرمہ پہنچ گئے، اب ایک دن رہتا تھا، کیونکہ ہم نے اگلے دن عمرہ کرنا تھا، تو اس نے کہا: ابو جی! میں کوشش کروں گا کہ میں مکمل کر سکوں، چنانچہ وہ فجر کی نماز کے بعد بیٹھا اور اس نے ایک مرتبہ ایک پاؤ سنایا، پھر تھوڑی دیر بعد دوسرا پاؤ یاد کر کے سنایا، پھر تیسری مرتبہ بھی پاؤ سنایا اور بالآخر چوتھی مرتبہ بھی آخری پاؤ سنا دیا، ہم نے اس کا آخری سبق مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر سنا اور پھر ہم نے اس بچے کے لیے دعائیں کیں۔

ننھے بچہ نے سورۂ ملک سنا دی:

ہماری ایک شاگردہ تھی، اس کی شادی ہوئی، اللہ نے اس کو بیٹا دیا، اس کے خاوند قاری صاحب تھے، ایک مرتبہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر آئے، کہنے لگے: حضرت! ہم نے اس کے لیے دعا بھی کروانی ہے اور اس بچے نے آپ کو اپنا سبق بھی سنانا ہے، دیکھنے میں وہ بچہ کافی کمزور اور چھوٹا سا لگ رہا تھا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ بچہ کلمہ پڑھے گا یا پھر کوئی چھوٹی سی سورت پڑھے گا، یہی اس کا سبق ہوگا، لیکن جب میں نے اس سے کہا: پڑھو! تو اس کے والد صاحب نے کہا کہ اس کی امی نے کہا ہے کہ حضرت صاحب کو کھڑے ہو کر سنانا ہے، ہم نے کہا: ٹھیک ہے اس کو کھڑا کر دیں، وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ وہ اپنے دونوں پاؤں پر خود کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس بچے کی عمر کتنی چھوٹی تھی کہ جو بچہ اپنی چاہت اور شوق سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا، اس قدر وہ چھوٹا بچہ تھا، میں نے ان سے کہا کہ اس کو بٹھائیں تا کہ یہ سبق سنائے، انہوں نے کہا: جی اس کی امی نے کہا ہے کہ یہ کھڑا ہو کر سبق سنائے گا، ہم نے کہا کیا؟ دو گول تکیے منگوائے اور دیوار

کے ساتھ لگا دیے اور اس بچے کو درمیان میں کھڑا کر دیا کہ چلو تم درمیان میں کھڑے ہو کر تکیے سے ٹیک لگا لو اور پھر ہمیں سبق سناؤ، چنانچہ اس نے تکیے سے ٹیک لگائی اور اس کے بعد اس بچے نے اپنا سبق پڑھنا شروع کر دیا، اتنے چھوٹے سے بچے نے (جو اپنے پاؤں پر کھڑا ابھی نہیں ہو سکتا تھا) تَبَارَکَ الَّذِیْ سے پڑھنا شروع کیا اور پوری کی پوری سورۂ ملک اس نے زبانی سنا دی، میں اس بچے کو دیکھ کر حیران ہو گیا کہ جو اتنا چھوٹا ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنا وزن بھی نہیں اٹھا سکتا، لیکن اس بچے کو بھی اللہ تعالیٰ نے پوری سورۂ ملک یاد کرا دی۔

حفظ قرآن کا تعلق شوق اور لگن سے ہے۔

قرآن مجید کا کمپیوٹر

ایک مرتبہ کراچی میں ایک تقریبِ نکاح میں ہم حاضر ہوئے، نکاح کے بعد ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ہمارے دوستوں نے ان کا تعارف کروایا کہ جی یہ قرآن مجید کا کمپیوٹر ہے، یہ سن کر اول تو میں نے دل میں سوچا کہ پتہ نہیں، کیوں ان کے بارے میں ایسا لفظ کہا گیا کہ یہ قرآن مجید کے کمپیوٹر ہیں، بس یہی کہہ دیتے کہ اچھے قاری ہیں، اچھے حافظ ہیں...... اتنے میں دس بارہ حافظ وہاں اکٹھے ہو گئے، وہاں پتہ چلا کہ ان کو قرآن مجید کا کمپیوٹر کیوں کہا جاتا ہے۔

ایک شخص نے ان سے سوال پوچھا: حضرت! فَتَکُوْنَ کا لفظ قرآن مجید میں کہاں کہاں آیا ہے؟ فَتَکُوْنَ کا لفظ سنتے ہی انہوں نے فوراً کہنا شروع کر دیا کہ فلاں پارہ، فلاں رکوع، اور فلاں آیت نمبر میں ایک مرتبہ ہے، دوسری جگہ پر فلاں پارہ، فلاں رکوع، اور فلاں آیت نمبر میں یہ لفظ آیا ہے، پھر تیسری جگہ پر بھی بالکل ٹھیک ٹھیک نشاندہی کی، غرض، قرآن مجید میں فَتَکُوْنَ کا لفظ جہاں جہاں تھا، وہ اس کی نشان دہی بھی کرتے، پارہ، رکوع اور آیت نمبر بھی بتا دیتے اور اسی وقت یہ بھی بتا دیتے کہ

قرآن مجید میں یہ لفظ کہاں کہاں موجود ہے، ان کو دیکھ کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی، ہم نے بھی ان سے بڑے مشکل سوالات پوچھے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جتنے الفاظ پوچھے، انہوں نے ان سب الفاظ کا بالکل صحیح صحیح جواب دے دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا افضل ہے کہ فقط قرآن مجید یاد ہی نہیں ہوتا بلکہ قرآن پاک کی اس آیت میں کون سا لفظ ہے، حافظ کو یہ بھی یاد رہ جاتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

(الحدید: ۲۱)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

دعا اور آہ زاری

حضرت انسؓ کی قسم

ابن ماجہ میں حضرت انسؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری پھوپھی نے ایک باندی کے دانت توڑ دیئے، لوگوں نے معاملہ رفع دفع کرانے کی کوشش کی مگر اسکے قبیلے والوں نے صاف انکار کردیا اور قصاص کا مطالبہ کیا، معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم شرعی یعنی قصاص کا فیصلہ فرمادیا، یعنی اس کے بدلے میں ان کے بھی دانت توڑے جائیں، آپ کا یہ فیصلہ سن کر حضرت انسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری پھوپھی کے دانت ٹوٹ ہی جائیں گے، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اس کے دانت نہیں ٹوٹیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انس کیسی باتیں کرتے ہو کتاب اللہ میں قصاص کا حکم آیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں ان کی قوم راضی ہوگئی اور انہوں نے قصاص معاف کردیا اور میری پھوپھی کے دانت بچ گئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لو اقسم علی اللہ لابرہ، یعنی کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی پر قسم کھالیں تو اللہ تعالی ان کی قسم پوری کردیتے ہیں، یہاں یہ بات سمجھ لیں حضرت انسؓ کا یہ بات کرنا کہ دانت نہیں ٹوٹیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم کی مخالفت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اللہ پر توکل کی وجہ سے تھا، اور اللہ تعالی نے ان کی بات کو پورا فرمادیا۔

(بخاری ۲۷۰۳- السنن الکبری ۶۹۳۲)

دل کی مراد پوری ہوگئی

ایک مرتبہ چار حضرات طواف کر کے بیت اللہ شریف کے قریب بیٹھے تھے، ایک کا نام تھا مصعب بن زبیرؓ اور دوسرے تھے عبداللہ بن زبیر اور تیسرے تھے عبدالملک بن مروان اور چوتھے تھے عبداللہ بن عمرؓ اب یہ آپس میں بیٹھے تھے، تو ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنائیں بیان کرو، کس کی کیا تمنا ہے؟ رکن یمانی کے پاس جائے اور اپنی اپنی دعا کرے۔

مصعب بن زبیر نے کہا کہ میرے دل کی تمنا ہے کہ میں عراق کا گورنر بنوں اور میرے نکاح میں دو بیویاں ہوں، ایک سکینہ بنت حسین اور دوسری عائشہ بنت طلحہ، سکینہ بنت حسین کو تو سب جانتے ہی ہیں، سکینہ حضرت حسینؓ کی بیٹی، عائشہ بنت طلحہ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بھانجی تھیں، نام ان کا بھی عائشہ اور یہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زیر تربیت رہی تھیں، ان سے انہوں نے حدیث کا اور تفسیر کا علم سیکھا تھا، ان سے حدیثیں روایت کی ہیں محدثین نے، یہ اتنی پاک باز خاتون تھیں اللہ نے ان کو معرفت کا نور عطا کیا تھا، ان جیسی دانا عقل مند پاک باز اور دیندار عورت ان کے زمانہ میں کوئی دوسری نہیں تھی اور اللہ رب العزت نے ان کو ظاہری حسن و جمال میں بھی عائشہ صدیقہؓ کی کوپی بنایا تھا، یہ بالکل خالہ پر گئی تھیں، تو اس لحاظ سے یہ وہ رشتہ تھا کہ جس کے لئے اس دور کے نوجوان تمنا کیا کرتے تھے اور سکینہ حسینؓ کی صاحبزادی تھیں، ان کے ویسے فضائل بہت بیان ہیں وہ جگر گوشۂ نبی کی بیٹی تھیں، سادات میں سے تھیں، ان کی اپنی ایک تقویٰ کی زندگی تھی، فضیلت کی زندگی تھی، تو انہوں نے یہ دو تمنائیں ظاہر کیں کہ اللہ کرے یہ دو رشتے میرے نکاح میں ہوں اور میں عراق کا گورنر بنوں۔

عبداللہ بن ... سے کہا اب آپ جا کر اپنی تمنا ظاہر کریں؟ وہ گئے اور دعا کی الٰہی

اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ آپ مجھے حجاز مقدس کا حاکم و بادشاہ نہ بنا دیں اور زمانہ خلافت میرے حوالہ کر دیں۔

پھر عبدالملک بن مروان سے کہا کہ اب تم جا کر اپنی دعا کرو، دعا کے حمد وثنا کے کلمات کہہ کر دعا کی، خدائے پاک مجھے مشرق ومغرب کا بادشاہ بنا دیں اور کوئی بھی میرے مخالفت میں نہ آئے۔

عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی دعا میں کہا کہ اس وقت تک موت نہ دیں جب تک کہ جنت کو میرے واسطے واجب نہ کر دیں۔ کہا کہ میں جنت میں اپنے رب کا دیدار چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ چاروں رشتہ داروں کی چاروں تمنائیں اللہ رب العزت نے ہو بہو پوری فرما دیں، جیسے نیت کی تھی سب کو ویسا مل گیا، قبولیت کا وقت تھا۔

(کرامات الاولیاء اللالکائی ۱۴۰ - مجابو الدعوۃ ۱۲۰ - مختصر تاریخ دمشق ۴/۱۳۹ - وفیات الاعیان ۳/۲۹)

حضرت یوسف کی دعاءِ سحرگاہی

- حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ پاک لڑکپن میں کنویں کے اندر ڈلوا دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے مغرب کے قریب کنویں میں ڈالا تھا اس کے بعد اندھیرا ہو گیا، اسلئے جب بھائی واپس اپنے والد کے پاس آئے تھے تو وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ عشاء کے وقت روتے دھوتے پہنچے تھے، تو سیدنا یوسف علیہ السلام چھوٹے بچے تھے، اکیلے تھے، تنہائی تھی، اندھیری کی وجہ سے بھی ڈر لگ رہا تھا، کہتے ہیں کہ جب سحری کا وقت ہوا اور تھوڑی تھوڑی روشنی آنے لگی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو امید نظر آئی کہ اندھیرا ختم ہو جائے گا اور میرے بھی کنویں سے نکلنے کا ذریعہ بن جائے گا تو انہوں نے دعا کی، اے اللہ! میری بھی مشکل کو آسان کر دے، اور انسانوں میں جتنے بھی مشکلات

میں گرفتار ہیں سب کی مشکلات کو آسان کر دے، اللہ نے یوسف علیہ السلام کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ بیمار آدمی ہو، تو تہجد کے وقت اسکی بیماری کا لیول کم ہو جاتا ہے، اگر پریشان بندہ ہو تہجد کے وقت پریشانی کم ہو جاتی ہے، غم کم ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ تہجد کے وقت بھی اللہ تعالیٰ ہر بندے کے کرب کو کم کر کے اسکو سکون عطا فرما دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو دیکھئے، اور اس کے سامنے جھک جایئے۔

- حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، دنیا میں سر کے اوپر آرا چل رہا ہے، اللہ اکبر، اللہ آپ اپنی عظمت دکھاتے ہیں کہ ایک نبی کے سر پر آرا چلایا گیا اور ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔
- حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گردن کو کاٹا گیا، حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ کے اندر گرفتار فرما دیا۔

میں جانتا نہیں یہ مانتا نہیں

حضرت گنگوہیؒ کا ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص ان کی خدمت میں آیا اور آ کر اپنی کوئی پریشانی کوئی گھریلو مسئلہ ان کی خدمت میں عرض کیا اور کہا کہ حضرت کوئی تعویذ بنا دیں تاکہ میری یہ پریشانی دور ہو جائے، حضرت نے انکار کیا کہ مجھے تعویذ بنانا نہیں آتا اس آدمی نے اصرار کیا کہ نہیں حضرت ضرور بنا دیں، ادھر سے اصرار ادھر سے انکار، جب کافی دیر انکار کے بعد وہ نہ مانا تو حضرت نے ایک کاغذ پر تعویذ بنا کر اسے دے دیا، وہ شخص تعویذ لے گیا استعمال کیا اللہ کے حکم سے اسے فائدہ ہو گیا، اب ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں تو سہی تعویذ میں لکھا کیا تھا، اس نے کھول کر جو دیکھا تو لکھا تھا ''یا اللہ! میں جانتا نہیں اور یہ مانتا نہیں'' یہ ہوتی ہے کاملین کی برکت جب کوئی اللہ کا منظور نظر بن جاتا ہے تو پھر اس کی الٹی بھی سیدھی ہو جاتی ہے۔

(تذکرۃ الرشید۲/۲۹۵)

حضرت بابو جی عبد اللہؒ کی دعا کا مقام

حضرت بابو جی عبد اللہؒ میر پور خاص کے بزرگ تھے، وہ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے، جب ہم لوگ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے، ملنے اور بیٹھنے کا موقع نصیب ہوتا تھا، ہم نے ان کی عجیب بات دیکھی کہ جس بندے کے لئے بھی دعا مانگتے کہ اے اللہ! اس کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرما، اس بندے کو تین راتوں کے اندر اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا تھا، ہم نے خود کئی دفع اس بات کو آزمایا ہے۔

ہمارے اس شہر کی تبلیغی جماعت کے ایک امیر تھے، ایک مرتبہ وہ فجر کے بعد تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں نے بہت وظیفے کئے اور درود شریف پڑھا مگر دل میں یہ تمنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو، میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں، شاید آپ نے بھی بزرگوں سے اس سلسلے میں کوئی عمل سنا ہو، قدرتی بات ہے ان دنوں حضرت بابو جی عبد اللہؒ تشریف لانے والے تھے۔

چنانچہ ایک دن یہ عاجز ان کو لے کر ان کی محفل میں پہنچ گیا، محفل کے اختتام پر فقیر نے حضرت بابو جیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! یہ ہمارے مہربان ہیں اور ہمارے شہر کی جماعت کے امیر بھی ہیں، آپ ان کے لئے دعا فرمادیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے، انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، مشکل سے آدھا منٹ لگا ہوگا اس کے بعد ہم واپس آگئے۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو یہ عاجز باہر نکلا دیکھا تو وہ مولانا صاحب سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے، کہنے لگے مجھے آج رات اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمادی ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت بابو جی عبداللہ کو ایک مقام دیا تھا، بس ان کے ہاتھ اٹھ جاتے تھے اورقدرت کی طرف سے فیصلے ہوجاتے تھے، وہ مستجاب الدعوات بزرگوں میں سے تھے، جب کوئی قبولیت کا خاص لمحہ ہوتا تو آپ اپنے متوسلین کو آگاہ فرمادیا کرتے تھے حتی کہ آپ رمضان المبارک میں کئی مرتبہ بلاکر بتاتے کہ آج لیلۃ القدر ہے، تم جو دعا مانگنا چاہو اپنے رب سے مانگ لو۔

بوڑھاپے کے دوران ایک دفعہ حضرت بابو جی عبداللہ کو بخار ہوگیا، یہ فقیر خدمت کے لئے حاضر تھا اللہ تعالیٰ نے پانچ دن تک صبح وشام ان کی خدمت کرنے کا موقع دیا، پانچویں دن انہوں نے مجھے بلایا اورفرمانے لگے: ذوالفقار! میں نے کہا: جی حضرت! فرمانے لگے: اللہ سے مانگ لو جو مانگنا چاہتے ہو، انہوں نے بھی ہاتھ اٹھادیئے اوراس عاجز نے بھی ہاتھ اٹھائے، فقیر کو اس بات کا صحیح اندازہ تھا کہ یہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے، اس لئے اس فقیر نے جلدی جلدی میں دس دعائیں مانگی، ان میں سے بعض تو ایسی تھیں کہ جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں کہ کیسے پوری ہوں گی، اس لئے کہ عاجز اپنی اوقات ہی نہیں سمجھتا تھا، مگر الحمدللہ، اللہ رب العزت نے ان دس دعاؤں میں سے نو دعاؤں کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دنیا میں پورا ہوتا دیکھنے کی توفیق عطا فرمادی، اورایک دعا کے بارے میں دل کی تمنا ہے کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ آخری وقت میں اس کو بھی پورا فرمادیں گے۔

اللہ نے عزت رکھ لی

ایک مرتبہ ہم سفر کررہے تھے، موٹروے پر چڑھے تو چندمیلوں کے بعد میں نے ڈرائیو کو دیکھا تو وہ بڑا پریشان تھا، وہ کبھی ادھر دیکھتا تھا کبھی ادھر، میں نے اس سے پوچھا: جی کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا: حضرت! بس آپ توجہ فرماتے رہیں، اللہ کرم کریگا، اللہ عزت رکھے گا، میں نے کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی عزت رکھے، اس نے گاڑی خوب تیز بھگائی

ہوئی تھی، پچاس کیلومیٹر کے بعد گیس اسٹیشن آیا، اس نے گاڑی گیس اسٹیشن کے اندر داخل کی اور کہا: الحمدللہ، الحمدللہ، میں نے کہا: کیا بنا؟ وہ کہنے لگا: اللہ نے عزت رکھ لی میں نے کہا پھر بھی بتاؤ تو صحیح کہ اللہ نے کیسے عزت رکھی؟ کہنے لگا: حضرت! میں آپ کو بٹھانے سے پہلے جہاں سے آ رہا تھا ادھر سے ہی میری گاڑی کو پیٹرول ریز رو لگ گیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ میں گھر جاتے ہوئے راستے میں ہی کہیں سے پٹرول ڈلوالوں گا لیکن میں بھول گیا، پھر آپ کا سفر تھا آپ کو بھی بٹھالیا اور موٹر وے پر آ گیا، جب میری نظر میٹر پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ گاڑی ریز رو کے دوران جتنے میل چلتی ہے اس سے ڈیڑھ گنا میل پہلے ہی چل چکی ہے، لہٰذا اب یہ کہیں بھی بند ہو سکتی ہے، اور جب موٹر وے کے درمیان میں گاڑی بند ہو گئی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تو ایسا بے وقوف اور غافل آدمی ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ خیال آتے ہی میں نے اپنے دل میں یہ دعا مانگی ''اے اللہ! میں نے تیرے ایک نیک بندے کو آگے بٹھایا ہوا ہے، تو اس کو پریشانی سے بچالے اور میری عزت کو محفوظ فرمالے، مجھے رسوا نہ کرنا، غلطی کر بیٹھا ہوں''۔

میں نے یہ دعا کر کے اسپیڈ پر پاؤں رکھ لیا، پہلے میں ۶۰-۷۰ کیلومیٹر کی اسپیڈ پر جا رہا تھا پھر میں ۱۲۰ رکیلومیٹر کی اسپیڈ پر چل پڑا، اور ۱۲۰ کیلومیٹر کی اسپیڈ پر تب چلا جب مجھے پتہ چلا کہ اندر کچھ نہیں ہے اور میرا خیال تھا کہ میں بمشکل پانچ دس کیلومیٹر چلوں گا، حتیٰ کہ پچاس کیلومیٹر چلنے کے بعد گیس اسٹیشن آیا اور میں نے الحمدللہ کہا.... سبحان اللہ.... جو بندہ اللہ رب العزت کے سامنے یوں عذر پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

امام زین العابدین کا اخلاص

امام زین العابدین کے حالات زندگی میں ہے کہ فوت ہوئے تو غسل دینے والوں نے دیکھا کہ ان کے دائیں کندھے پر کالا نشان بنا ہوا ہے، بڑے خوبصورت تھے، نازک بدن تھے، اسکو بڑی حیرانی ہوئی یہ نشان کیسا؟ اس نے لوگوں سے پوچھا گھر والوں نے کہا ہمیں بھی معلوم نہیں ہم سے بھی چھپایا انہوں نے، کسی کو پتہ نہ چلا لیکن جب ان کو دفنایا گیا تو ہفتہ، عشرہ گزرنے کے بعد جو اس وقت نادار تھے، معذور تھے، بیوائیں تھیں ان کے گھروں سے آواز آئی ہائے وہ کہاں گیا، جو رات کے اندھیرے میں ہمارے گھروں میں پانی پہنچایا کرتا تھا، تب یہ راز کھلتا ہے کہ وہ مشک لے کر رات کے اندھیرے میں ان مجبور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے، مگر اتنی خاموشی سے کیا کہ زندگی بھر اس بات کا علم کسی کو نہ ہونے دیا۔

(موسوعۃ فقہ الابتلاء ۳/۲۸۳ و ۴/۲ - سیر اعلام النبلاء مشکول ۳۹۳ - مختصر تاریخ دمشق ۵/۳۴۸)

شیخ الہندؒ کا اخلاص

حضرت اقدس تھانویؒ فراغت کے بعد جب ابتداء میں کانپور تشریف لے گئے تو وہاں قریب کے دیہاتوں میں کچھ اہل بدعت بھی تھے، حضرت نے ایک مرتبہ جلسہ رکھوایا اور اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہندؒ کو بلوایا، چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ تشریف لائے اور انہوں نے بیان کرنا شروع کر دیا، اللہ کی شان کہ حضرت اقدس تھانویؒ جو مضمون چاہتے تھے کہ یہ بیان ہو، وہی شروع ہو گیا۔

عین اس وقت جب مضمون اپنے عروج پر تھا اس وقت ایک عالم مولانا لطف اللہ علی

گڑھی جو مائل بہ بدعت تھے، اس طرف تھوڑا سا میلان تھا، وہ آگئے، اب ان کو دیکھ کر لوگوں نے یہ سوچا کہ اب وقت ہے یہ مضمون بیان ہونے کا، جیسے ہی وہ آکر بیٹھے، حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا: "وما علینا الا البلاغ" اور بیٹھ گئے، اب اس طرح ایک دم تقریر بند کر دینا بڑا عجیب سا لگا، خیر! بعد میں کھانے کے دستر خوان پر ہی مولانا فخر الحسنؒ نے شیخ الہندؒ سے پوچھا: بھئی! وہ تو وقت تھا بیان کرنے کا، مولانا لطف اللہ آئے تھے تو آپ نے ایک دم ہی تقریر بند کردی، آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے بھی یہی خیال آ گیا تھا کہ اب وقت آیا ہے مضامین بیان کرنے کا، لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ اب میں اس کو سنانے کے لئے یہ بیان کرتا ہوں تو یہ اس کے لئے ہوگا اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہوگا، چنانچہ میں نے بیان بند کردیا۔

بیان میں بھی اس بات کا خیال ہوتا تھا کہ میری ہر بات اللہ کی رضا کے لئے ہو، اگر اس طرح کا اخلاص آجائے تو دینی اداروں کے سب جھگڑے ختم ہو جائیں۔

(آپ بیتی ج:۵ص:۲۳۸-ارواح ثلثہ ۴۰۷)

حضرت حسین احمد مدنیؒ کا اخلاص

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو اللہ نے ایسا درد عطا فرمایا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ فرنگی یہاں سے دفع ہوجائے اور ہم اپنے دین والی زندگی کو عمل میں لاسکیں، چنانچہ وہ اسکے لئے بہت متحرک رہتے تھے، اور ان کی طبیعت ایسی تھی کہ جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تھا تو وہ مہمان کو بڑے پیار سے رکھتے تھے، اس کی خوب خدمت بھی کرتے تھے اور اس کو بڑی محبت دے کر بھیجتے تھے۔

حضرت اقدس تھانویؒ کی طبیعت میں اصلاح کا پہلو غالب تھا، جو طالب بھی آتے تھے حضرت ان پر سختی فرماتے تھے، کیونکہ جب تک سختی نہ ہو تب تک اصلاح نہیں ہوتی.... حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ "دب نہ ہو تو ادب پیدا نہیں ہوتا" اس لئے سختی کرنی پڑتی ہے، مگر مشائخ کی سختی بھی اللہ کی رضا کے لئے ہوتی ہے.... چنانچہ حضرت اقدس تھانویؒ

کے پاس جب کوئی آتا تھا تو اس کو بات سمجھائی جاتی تھی اور آگے سے وہ نہ مانتا تو حضرت اس کا بستر اٹھا کر باہر نکال دیتے تھے، جیسے حضرت مجذوب سے کوئی بات ہوگئی تھی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم اپنا بستر اٹھاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ، مگر وہ طالب صادق تھے، انہوں نے سوچا کہ حضرت نے تو مسجد سے ہی نکالا ہے، مسجد کے باہر تو میں بیٹھ سکتا ہوں، چنانچہ وہ دروازے کے سامنے بیٹھ گئے اور جب دروازہ کھلتا تو اپنے شیخ کی زیارت کر لیتے اور بیٹھے یہیں رہتے تھے، اسی طرح کئی دن گزر گئے، وہ وہاں سے گئے نہیں، ایک دن حضرت بڑے حیران ہوئے کہ میں نے اسے بھیج بھی دیا تھا اور یہ اتنے دنوں سے دروازے پر ہی بیٹھا ہے، حضرت نے اپنے ایک خادم سے کہا: جا کر اس سے پوچھو کہ یہ چاہتا کیا ہے؟ حضرت مجذوب شاعر تھے، چنانچہ انہوں نے جواب میں ایک شعر لکھ کر بھیجا:

ادھر تو در نہ کھولے گا ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے ادھر تیری ادھر میری

حضرت کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ اسی وقت ان کو بلایا اور ان کی غلطی کو معاف کر دیا۔

ادھر حضرت مدنیؒ آنے والے مہمانوں کے ساتھ بہت پیار و محبت سے پیش آتے تھے، ایک آدمی حضرت مدنیؒ کے پاس آیا، حضرتؒ نے اس کو کھانا بھی کھلایا، پاس بھی بٹھایا اچھی اچھی باتیں بھی سنائیں اور رات کو جب سونے لگا تو حضرت نے اسکے پاؤں بھی دبائے، جب اس نے بے نفسی کا یہ عالم دیکھا تو کہنے لگا: حضرت! یہ ہوا دین، آپ تو بندوں کے ساتھ ایسا پیش آتے ہیں ان پر قربان ہونے کو دل چاہتا ہے اور اگر حضرت تھانویؒ کے پاس چلے جائے تو وہاں تو یوں لگتا ہے کہ بس لٹھ لے کر بیٹھے ہیں اور وہاں تو بڑی سختی ہوتی ہے۔

دیکھیں! اختلاف رائے ہو تو عام طور پر بندہ تلی لگا دیتا ہے، اگلے دن تھوڑی سی بات کی اور اس کو بھڑکا دیا، مگر نہیں، یہ ہمارے اکابر کا اخلاص تھا کہ جب اس نے ایسی بات کی تو حضرت مدنیؒ نے فوراً کہا: بھئی نہیں، ایسی بات نہیں ہے، تم معاملے کو سمجھے ہی نہیں، اس نے

پوچھا: حضرت معاملہ کیا ہے؟ فرمایا: دیکھو! جو بڑے سرجن ہوتے ہیں وہ انسان کے اندر سے پیٹ وغیرہ نکال کر چیر دیتے ہیں اوراس کو نچوڑ کر نکالتے ہیں، اس وقت بندے کو تکلیف محسوس ہوتی ہے، اور جب وہ بندہ کمپاؤنڈر کے پاس آتا ہے تو کمپاؤنڈر اس پر مرہم لگا کر پیار سے اس کو بند کر دیتا ہے، حضرت کی کیفیت سرجن کے مانند ہے اور میری کیفیت ایک کمپاؤنڈر کی مانند ہے، یہ اخلاص تھا ہمارے اکابر میں۔

مفتی محمد حسن کا اخلاص

مفتی محمد حسنؒ نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی، شروع میں وہاں چھوٹی سی مسجد تھی اور چھوٹا سا جامعہ تھا، ان کے یہاں ایک ایسے عالم تھے جو حضرت مدنیؒ کی طرف کچھ میلان رکھتے تھے، اسی طرز پر جلسے اور سیاست .... اور ان کا مزاج ذکر والا تھا، وہ نیک تھے، انہوں نے سوچا کہ اکٹھا رہنے میں آپس میں کہیں کوئی تنازعہ نہ کھڑا ہو جائے، اختلاف رائے نہ بڑھ جائے، لہذا ایک سال مکمل ہونے پر انہوں نے اسی محلے میں ایک دوسرے جامعہ کی بنیاد رکھ دی۔

جب انہوں نے نئے جامعہ کی بنیاد رکھی تو لوگ بڑے غصے میں آ گئے کہ اگر نیا جامعہ بنانا ہی تھا تو کہیں دور بنا لیتے، اسی جگہ، قریب میں نیا جامعہ کھولنا مناسب تو نہیں۔

اس سلسلہ میں مفتی محمد حسن کے ایک صاحبزادے نے اپنا ایک واقعہ مجھے خود سنایا، فرمانے لگے کہ میں کسی کام کے لئے جا رہا تھا تو ایسے ہی میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: ابا جی! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ابا جی نے پوچھا: بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: امی نے کام سے بھیجا ہے، فرمایا: تم وہ کام کر کے آؤ، پھر میں آج تمہیں اخلاص کا درس دوں گا۔

جب میں وہ کام کر کے واپس آیا تو بیٹھ گیا اور عرض کیا: ابا جی! بتائیں، تو والد صاحب نے مجھ سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے سر پر کسی چیز کا اتنا بوجھ ہو کہ تم سے اٹھایا نہ

جارہا ہو، حتی کہ گردن ٹوٹنے کے قریب محسوس ہو، تم انتہائی مشقت کے ساتھ وہ بوجھ لے کر جارہے ہو، اور ایسے وقت میں کوئی دوسرا بندہ آجائے اور یہ کہے کہ تم آدھا بوجھ مجھے دے دو میں اپنی ذمہ داری سے منزل پر پہنچاؤں گا، تو اب بتاؤ کہ وہ تمہارا دوست ہوگا یا دشمن ہوگا؟ میں نے کہا: حضرت! وہ دوست ہوگا، تو ابا جی نے فرمایا: دیکھو بیٹا! یہ اتنا بڑا شہر تھا اور اس میں یہ ایک دارالعلوم تھا اور اتنے بڑے شہر کی مسئولیت کا بوجھ صرف ہمارے سر پر تھا اب ایک دوسرا مدرسہ بن گیا ہے اور یوں قیامت کے دن جو پوچھا جائیگا اس کا بوجھ تقسیم ہوگا، اب ان بوجھ تقسیم کرنے والوں کو دوست سمجھے یا دشمن سمجھیں؟

سبحان اللہ! کتنے بڑے مسئلے کو کتنے پیار سے حل کر دیا، اس کو اخلاص کہتے ہیں۔

اخلاص کے تاج محل ایسے بھی تھے

ہمارے اکابر کے بارے میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا نام تھا ابوعمر نجیرؒ، اللہ نے ان کو نیکی بھی دی تھی اور دنیا کا بڑا مال بھی دیا تھا، ایک مرتبہ حاکم وقت نے امیر لوگوں کی مجلس بلائی، کوئی رفاہی کام کرنا تھا تو اس کام کے لئے اس نے ان کو توجہ دلائی کہ آپ لوگ اگر تعاون کریں تو ہم یہ عوام کی سہولت کا رفاہی کام کر سکتے ہیں، ابوعمر نجیرؒ نے اس کو دولاکھ دینار دئے، جب دوسری مرتبہ میٹنگ ہوئی تو حاکم وقت نے ساری مجلس میں بتادیا، ترغیب دینے کی خاطر کہ جی دیکھو! ابوعمر نجیر نے تو دولاکھ دینار دیے ہیں، جب اس نے یہ بات کہہ دی تو تھوڑی دیر بعد ابوعمر نجیر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے، بادشاہ سلامت،! میں نے آپ کو وہ مال دے تو دیا مگر مجھے کسی سے مشورہ بھی کرنا تھا، وہ میں نے مشورہ نہیں کیا، لہذا آپ مہربانی فرمائیں کہ میرے دولاکھ دینار مجھے واپس کردیں، بادشاہ نے دیناروں کی تھیلی واپس کردی، مجلس کے ہر بندے نے کہا کہ کیسا برا انسان ہے، دئے ہوئے پیسے واپس مانگ لئے، پھر جب مجلس ختم ہوئی تو تنہائی میں انہوں نے وہ دولاکھ دینار واپس بادشاہ کو دیتے ہوئے کہا: جناب آپ نے لوگوں کے

سامنے ظاہر کر کے میرے عمل کو ضائع کیا تھا، میں نے واپس مانگ کر تھوڑی دیر کی ذات تو اٹھالی، اب آپ کو اللہ کی رضاء کے لئے پھر دے رہا ہوں، اب اس کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا۔ اللہ اکبر کبیرا!!!

دوسوکنوں کا اخلاص

ایک تاجر کی بیوی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو نیکی بھی دی تھی اور حسن و جمال بھی دیا تھا، وہ زندگی گزارتی رہی، اس کا خاوند سفر کے لیے کسی دوسرے شہر جاتا ہے، کچھ دنوں کے وقفے سے اسے اس شہر جانا پڑتا ہے، وہاں اسے رہنا پڑ جاتا ہے، اب اس کی بیوی نے یہ محسوس کیا کہ اس کے خاوند کا قیام وہاں زیادہ ہونے لگا ہے، لہٰذا اسے احساس ہوا کہ کہیں اس نے وہاں دوسرا گھر تو نہیں بنالیا۔

چنانچہ اس نے اپنی اعتماد والی ایک خادمہ سے کہا کہ تم اس کے پیچھے جاؤ اور دوسرے شہر میں جہاں رہتا ہے وہاں ہمسایوں سے جا کر معلومات حاصل کرو، جب اس نے وہاں سے معلومات لیں تو پتہ چلا کہ چونکہ اسے وہاں دس پندرہ دن رہنا ہوتا تھا، اس لیے اس نے وہیں کسی عورت سے نکاح کر لیا تھا اور اسے ایک گھر بھی لے کر دیا تھا جہاں وہ جا کر رہتا تھا، گناہ نہیں تھا البتہ اس نے دوسرا نکاح کر لیا تھا۔

جب اس عورت کو کنفرم ہوگیا تو اس نے سوچا کہ میرے خاوند نے نکاح تو کر لیا ہے اگر جھگڑا کروں گی تو خاوند کو خوامخواہ میرے سامنے شرمندگی ہوگی یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرا خاوند کھلم کھلا کہہ دے کہ میں ادھر بھی وقت دوں گا اور ادھر بھی دوں گا تو مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو محبت کی مساوات میرے اور میرے خاوند کے درمیان ہے کیوں نہ میں اسی کو برقرار رکھوں، یہ سوچ کر اس نے پردہ رکھنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اسی محبت کے ساتھ رہتی رہی، حالانکہ اسے

یقین تھا کہ جب یہ دوسرے شہر میں کاروبار کے لیے جاتا ہے تو وہاں اس کی دوسری بیوی بھی موجود ہے، اللہ کی شان کہ کچھ مہینوں کے بعد خاوند کی وفات ہوگئی، جب خاوند کی وفات ہوئی تو اس کا جتنا سرمایا تھا وہ سارے کا سارا اسی بیوی کے پاس تھا، جب اس کی تدفین کا مرحلہ مکمل ہوا اور اس کی وراثت کی تقسیم کا وقت آیا تو اس کی بیوی نے اپنا حصہ بھی الگ کیا اور دوسری بیوی کا حصہ بھی الگ کر دیا اور اسی عورت کو جس نے اس کو بتایا تھا کہ اس کا دوسرا نکاح بھی ہے اس کو بڑی راز داری سے کہا کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور کوئی میرے خاوند پر بات بھی نہ کرے، لیکن اس کی وراثت میں اس بیوی کا شرعی حق ہے مجھے قیامت کے دن اللہ کے یہاں جواب دینا ہے، اس کا حق میں نہیں کھا سکتی، لہٰذا یہ پیسے لے جاؤ اور اس سے کہو کہ تمہارے خاوند کی میراث میں سے یہ تمہارا حصہ ہے، اسے وصول کرلو، وہ عورت وہ رقم لے کر خاتون کے پاس گئی، وہ کافی ساری رقم تھی، اس نے جاکر اس سے بات کی کہ اس کے خاوند کی وفات ہوگئی ہے، اور اس کی بیوی نے اس کی وراثت میں سے تمہارا حصہ نکالا ہے، کیونکہ تم بھی آخر اس کی بیوی ہو، وہ اگر تمہارا حق کھائے گی تو وہ قیامت کے دن اللہ کو جواب نہیں دے سکے گی، لوگوں کو تو پتہ نہیں مگر اللہ کو تو پتہ ہے، لہٰذا تم یہ اپنا حصہ وصول کرلو! اس عورت نے وہ رقم پکڑ کر کہا کہ اللہ اس کا بھلا کرے، وہ کتنی نیک عورت ہے، وہ کتنی اچھی عورت ہے جس نے میرا خیال رکھا! پھر اس نے کہا کہ تم یہ مال میری طرف سے لے جاکر اس عورت کو واپس کر دو، اس لیے کہ اس خاوند نے مرنے سے ایک ہفتہ پہلے مجھے طلاق دے دی تھی اور اس طلاق کا پتہ یا مجھے ہے یا میرے اللہ کو ہے، لہٰذا اس وراثت میں میرا کوئی حصہ نہیں بنتا، یہ اسی کا حصہ ہے، لہٰذا اسے واپس کر دو۔

یہ تعلیمات کونسا طریقہء زندگی دے رہا ہے؟ یہ دین اسلام دے رہا ہے، دنیا کو تو

معلوم نہیں کہ حقیقت کیا ہے لیکن جب دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے تو پھر لوگ ایک دوسرے کے حقوق کی اتنی رعایت رکھتے ہیں!

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۲/۵۴۳)

ایک رحم دل حاجی کا اخلاص

منیٰ کا میدان ہے، ایک بڑے میاں اپنا تھیلا لے کر جا رہے ہیں، اس میں کچھ پیسے تھے، ایک نوجوان ان کے قریب آیا اور تھیلا چھین کر چلا گیا، اس بڑے میاں کا سارا زادراہ اسی تھیلے میں تھا، انہوں نے صبر کرلیا۔

وہ نوجوان جب کچھ آگے گیا تو اس کا سر چکرایا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا، اس نے رونا شروع کر دیا، لوگوں نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا: میں نے ایک بوڑھے کا تھیلا چھینا ہے، مجھے لگتا ہے کہ اس نے بددعا دی ہے جس کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی ہے، مجھے ان کے پاس لے جاؤ تا کہ میں ان سے معافی مانگ لوں، لوگ اس کو ان کے پاس لے گئے اور بڑے میاں سے کہا کہ بڑے میاں! آپ اس کو معاف کر دیں، اس سے غلطی ہوگئی ہے، اب یہ رو رہا ہے اور آپ کی بددعا سے تو اس کی بینائی چلی گئی ہے، وہ بڑے میاں کہنے لگے کہ جب یہ چھین کر گیا تھا میں نے تو اسے اسی وقت معاف کر دیا تھا، لوگ بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے: بڑے میاں! یہ آپ کا تھیلا چھین کر گیا تھا اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے اسی وقت معاف کر دیا تھا! تو بڑے میاں آگے سے جواب دیتے ہیں کہ مجھے ایک خیال آ گیا تھا جس کی وجہ سے میں نے اسے اسی وقت معاف کر دیا تھا، انہوں نے پوچھا کہ بڑے میاں! کیا خیال آیا تھا؟ بڑے میاں جواب دیتے ہیں:

”میں نے علماء سے سنا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کا حساب کتاب ہوگا، میں وہاں موجود ہوں گا، جب تک آخری

امتی کا حساب نہیں ہوگا، میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا، میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہ میرا تھیلا لے کر بھاگا ہے، اگر میں نے معاف نہ کیا تو قیامت کے دن یہ مقدمہ اللہ کی عدالت میں پیش ہوگا، جتنی دیر اس مقدمے کے فیصلے میں لگے گی، میری وجہ سے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جانے میں اتنی ہی دیر ہو جائے گی، لہٰذا میں نے اسے معاف کر دیا تا کہ نہ ہی مقدمہ پیش ہو اور نہ ہی میری وجہ سے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جانے میں تاخیر ہو گی''۔

والدہ محترمہ کی نیکی چھپانے کی عادت

(۱) ہمارے محلے میں ایک عورت تھی، اس کا خاوند اسکے ساتھ ٹھیک نہیں رہتا تھا، اس کو خرچہ بھی نہیں دیتا تھا، وہ بچوں کے ساتھ بڑی پریشان رہتی تھی۔

ایک مرتبہ دعا کرانے کے لئے والدہ صاحبہ کے پاس آئی تو والدہ صاحبہ نے کچھ اس کی مدد کرنا شروع کر دی، اب وہ وقفے وقفے سے آتی اور والدہ صاحبہ نے کچھ نہ کچھ پہلے سے رکھا ہوتا، مختصر میں وہ اس کو فارغ کر دیتی، وہ عورت محلے سے چلی گئی، کسی دوسرے محلے میں جا کر بیٹھ گئی، تو والدہ صاحبہ کی بوڑھاپے کی عمر تھی، بڑی مدت تک پوچھتی رہیں کہ پتہ نہیں وہ عورت کہاں چلی گئی؟ اس کا پتہ بھی نہیں، کبھی آئی بھی نہیں، کئی مرتبہ تذکرہ کرتیں، ہمشیرہ صاحبہ کہتی ہیں کہ: ایک مرتبہ شہر میں سے گزرتے ہوئے مجھے وہ عورت ملی تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتی ہیں؟ وہ کہنے لگی کہ میں تو ساتھ والے محلے میں چلی گئی تھی اور بس میں ایسی الجھ گئی کہ مجھے آنے کا موقع ہی نہیں ملا، تو ہمشیرہ صاحبہ نے آ کر والدہ صاحبہ کو بتایا کہ فلاں عورت تو ساتھ والے محلے میں ہے اور میں اس کا گھر دیکھ آئی ہوں، والدہ صاحبہ بیمار بھی تھیں، بوڑھی بھی تھیں، کہنے لگی کہ مجھے اس کے گھر لے جاؤ! میں اس سے ملنا چاہتی ہوں، ہمشیرہ نے پوچھا کہ کچھ کہنا ہے یا دینا ہے بتا دیں! کہنے لگیں: نہیں، بس میں نے ملنا ہے، حتی کہ ہمشیرہ ان کے ساتھ چلیں، راستے میں والدہ صاحبہ بیماری کی وجہ سے کچھ دیر چلتیں پھر بیٹھ

جاتیں۔ پھر چلتیں پھر بیٹھ جاتیں، ہمشیرہ کہتی ہیں کہ ہم ان کے پاس گئے اورامی نے اس کو کیا دیا، کب دیا؟ مجھے کچھ پتہ نہیں، پھر ہم واپس آ گئے، جب والدہ صاحبہ کی وفات ہوئی، تب اس عورت نے آ کر مجھے بتایا کہ تمہاری والدہ نے آ کر مجھے دس ہزار روپئے دیے تھے۔

(۲) ایک مرتبہ محلے کی ایک جوان العمر لڑکی بیمار تھی، خاوند اس کے علاج ومعالجے پر توجہ نہیں دیتا تھا، والدہ صاحبہ کے پاس جب کبھی آتی تو وہ اس کے لئے دعا بھی کرتیں اوراس کی کچھ مدد بھی کردیتیں، کچھ دن وہ نہیں آئیں تو ایک دن اس بیمار لڑکی کی بڑی بہن آ گئی، والدہ صاحبہ نے اس کو دو ہزار روپے دیے اوراسے کہنے لگیں کہ یہ تیری بہن کے پیسے میرے ذمے بنتے تھے اور میں پہلے نہ دے سکی، مجھے دیر ہوگئی، تم یہ اپنی بہن کو میری طرف سے ادا کردینا، اب بڑی بہن نے پیسے لے لیے اوراس نے جا کر اپنی بہن کو دے دیے اوراس کو کہا کہ فلاں خاتون نے پیسے دیے ہیں اور یہ کہلوایا ہے کہ تمہارے میری طرف جو پیسے بنتے تھے پہلے میں نہ دے سکی، اب میرے پاس پیسے ہیں تو میں یہ ادا کررہی ہوں، وہ لڑکی بڑی حیران ہوئی مگر چپ ہوگئی، کچھ دنوں کے بعد والدہ صاحبہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اماں آپ نے یہ پیسے کیسے بھیجے؟ تو والدہ صاحبہ نے کہا کہ بیٹی میں نے تمہاری مدد ہی کے لئے بھیجے تھے لیکن اگر تمہاری بہن کو بتاتی کہ میں تمہاری مدد کررہی ہوں تو وہ بہن تمہیں طعنہ دیتی، میں نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے میرے اوپر قرض تھا، چنانچہ تمہیں پیسے بھی پہنچ گئے اوراسکو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوا، اور میرا عمل بھی اس سے چھپ گیا۔

ابوالفضل اور فیضی کی محرومی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے زمانے میں دو بھائی تھے ایک کا نام تھا ابوالفضل اور دوسرے کا نام فیضی، دونوں اپنے وقت کے بڑے بھاری عالم تھے، ان کے علم کا یہ حال تھا کہ انہوں نے عربی زبان میں قرآن مجید کی ایک بے نقطہ تفسیر لکھی، یعنی

اس تفسیر میں با، تا، ثا، جیم، خا، ذال، زا، شین، غین، نون، وغیرہ میں سے کوئی حرف بھی کہیں استعمال نہیں ہوا، انہوں نے اس تفسیر کا نام ''سواطع الالہام'' رکھا، اس نام میں بھی نقطہ نہیں ہے، مجھے ایک لائبریری میں وہ تفسیر دیکھنے کا موقع ملا، میں حیران تھا کہ انہوں نے ایسے الفاظ کہاں سے ڈھونڈھے ہونگے، پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا ہی کتنا بڑا کام ہے، اور پھر ایسے الفاظ سے لکھنا جن میں کوئی نقطہ ہی نہ ہو بہت مشکل کام ہے، ظاہری طور پر دیکھئے کہ کتنی قابلیت ہے، بلا کے ذہین تھے، دونوں کے پاس فوٹو گرافک میموری تھی۔

ابوالفضل بڑا تھا، اس کے سامنے اگر کوئی چیز دو مرتبہ پڑھ دی جاتی تھی تو اسے زبانی یاد ہو جاتی تھی، اور فیضی چھوٹا تھا اس کے سامنے اگر کوئی چیز ایک مرتبہ پڑھ دی جاتی تھی تو اسے زبانی یاد ہو جاتی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اس وقت کے شعراء کے ناک میں دم کر رکھا تھا، جب کوئی شاعر بادشاہ کی منقبت لکھ کر لاتا تو بادشاہ اسے دربار میں کہتا کہ اپنا کلام پیش کرو، وہ کھڑے ہو کر پڑھتا تو فیضی کو وہ منقبت یاد ہو جاتی اور وہ اٹھ کر کہتا: بادشاہ سلامت یہ تو میرا کلام ہے، بادشاہ کہتا کہ اگر یہ تیرا کلام ہے تو پھر سناؤ، وہ کھڑے ہو کر پوری منقبت سنا دیتا، اب جب یہ سناتا تو دو دفعہ ہو جاتا، اس کے بعد بڑا بھائی بھی کھڑے ہو کر کہتا: بادشاہ سلامت! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میرے بھائی کا کلام ہے اور پھر وہ بھی سنا دیتا تھا، اندازہ کریں کہ وہ کتنے ذہین تھے ان کے پاس اتنا علم تھا مگر اللہ رب العزت کے یہاں ان کی قبولیت نہ ہوئی اور فقط درباری ملا بن کر رہ گئے، یہی دو بھائی تھے جنہوں نے وقت کے بادشاہ کو فتوی دیا تھا کہ اسکے لئے تعظیمی سجدہ کرنا جائز ہے، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی مخالفت انہیں دونوں نے کی اور ان کو جیل میں بھی انہیں دونوں نے پہنچایا۔

یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ دونوں وقت کے مجدد کے دشمن بن گئے تھے۔

خواجہ معین الدین چشتی کی قبولیت

خواجہ غلام حسن سواکؒ خواجہ سراج الدینؒ کے خلیفہ مجاز تھے، وہ بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے، وہ جس کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتے تھے وہ مسلمان ہوجاتا تھا، ہندوؤں نے انگریز کی عدالت میں مقدمہ درج کروادیا کہ یہ ہمیں زبردستی مسلمان کرتے ہیں، انگریز جج نے ان کو عدالت میں طلب کرلیا، جج نے پوچھا: جی آپ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان کیوں کرتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو ان کو مسلمان نہیں کیا یہ تو خود مسلمان ہوئے ہیں، جج نے اصرار کیا کہ نہیں تو نے مسلمان کیا ہے، آخر حضرت نے ہندو تھانے دار کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: کیا اس کو بھی میں نے مسلمان کیا ہے؟ وہ تھانے دار فوراً کلمہ پڑھنے لگا، اب دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا، اس طرح وہاں کھڑے ہوئے پانچ ہندوؤں نے کلمہ پڑھ لیا، اب انگریز جج کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میری طرف اشارہ نہ ہوجائے، چنانچہ اس نے مقدمہ خارج کردیا۔

وہ صاحب تصرف بزرگ ضرور تھے مگر ان کو وہ قبولیت نہ مل سکی جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو ملی، ان کی وجہ سے سات لاکھ افراد مسلمان ہوئے اور نوے لاکھ افراد ان کے مرید بنے، آج انہیں ''سلطان الہند'' کہا جاتا ہے۔

• ایک مرتبہ ایک انگریز ہندوستان آیا، جب وہ واپس گیا تو اس سے کسی نے پوچھا کہ تو نے ہندوستان میں کیا عجیب چیز دیکھی، اس نے کہا کہ ایک آدمی قبر میں لیٹے ہوئے بھی لوگوں پر حکومت کررہا ہے۔

رابعہ بصریہ کی قبولیت

کیا رابعہ بصریہؒ کے علاوہ کوئی نیک عورت نہیں گزری؟ بہت سی عارفہ، عابدہ اور عفیفہ عورتیں گزری ہیں مگر رابعہ بصریہ کو بہت قبولیت ملی ہے، انہیں اللہ رب العزت سے

بہت محبت تھی، وفات کے بعد کسی کو خواب میں دکھائی دیں، پوچھا: اماں! آگے کیا بنا؟ کہنے لگیں: میرے پاس منکر نکیر آئے اور کہنے لگے: من ربک، تیرا رب کون ہے؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ اللہ رب العزت سے جا کر کہو کہ اے اللہ! تیری اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے اور مجھ بڑھیا کو نہیں بھولا اور میرا تو تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں بھلا میں تجھے کیسے بھول جاؤں گی۔ سبحان اللہ

مولانا حسین احمد مدنیؒ کی قبولیت

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو حرم شریف میں حاضری کا بہت شوق تھا، ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں ان کا جسم تو یہاں ہوتا مگر دل وہاں ہوتا، ان دنوں میں وہ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے ''معلوم نہیں کہ عشاق کیا کر رہے ہوں گے''۔

وہ حجاج کرام کو عشاق کے نام سے یاد کیا کرتے تھے وہ قربانی کے لئے گائے یا بکری خود گھر میں پالتے تھے، وہ خود اسے پانی پلاتے اور چارہ ڈالتے تھے، اللہ تعالی نے ان کے اس شوق کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ جب وہ مدینہ منورہ گئے تو اٹھارہ سال تک مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھ کر حدیث پاک پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، وہاں ان کے پاس عرب وعجم کے مشائخ سبق لینے کے لئے آتے تھے.... سبحان اللہ.... کیسا دوام ملا؟

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حضرت بشر حافیؒ کی قدر و منزلت

ایک آدمی بشر حافیؒ کے گاؤں کا رہنے والا تھا، ایک دن وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ گدھے نے راستے میں لید کر دی، یہ دیکھ کر گدھے کا مالک رونے لگا۔ کسی نے پوچھا: بھئی! رو کیوں رہے ہو؟ کہنے لگا: میں رو اس لیے رہا ہوں کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ بشر حافیؒ فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے گدھے والے سے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا کہ بشر حافی فوت ہو گئے ہیں؟ گدھے والے نے کہا: میں نے ایک چیز نوٹ کی تھی کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ننگے پاؤں زمین پر چلتا تھا، میرے گدھے نے جب بھی پیشاب یا لید کرنی ہوتی تھی وہ ہمیشہ سڑک کے کنارے پر جا کر پیشاب اور لید کرتا تھا، راستے کے درمیان میں نہیں کرتا تھا کہ کہیں اللہ کے اس نیک بندے کے پاؤں نہ ناپاک ہو جائیں۔ آج میرے گدھے نے راستے کے درمیان میں لید کر دی تو میں سمجھ گیا کہ اب وہ بندہ دنیا سے چلا گیا ہے جس کی وجہ سے میرا گدھا بھی احتیاط کرتا تھا، چنانچہ جب پتہ کیا تو واقعی لوگ ان کو نہلانے کفنانے کا بندوبست کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر دانی دیکھئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے بھی دلوں میں ڈال دیا کہ راستے میں گندگی نہ پھیلاؤ، ایسا نہ ہو کہ نجاست میرے مقبول بندے کے پاؤں پر لگ جائے۔

کسی نے خود حضرت بشر حافیؒ سے پوچھا: جی! آپ ننگے پاؤں کیوں چلتے ہیں؟ ...... اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے...... وہ جواب میں کہنے لگے: جب میں نے سچی توبہ کی اس وقت میرے پاؤں میں کچھ نہیں تھا۔ میں نے قرآن مجید میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَجَعَلْنَا الْاَرْضَ فِرَاشًا ﴾ ’’اور ہم نے زمین کو فرش بنایا‘‘

اب جس زمین کو شہنشاہِ حقیقی نے فرش بنایا اس فرش پر جوتے کے ساتھ چلتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔ میں اللہ کے بنائے ہوئے فرش پر جوتے کے ساتھ کیسے چلوں۔ ان کی محبت کا یہ عالم تھا۔ یہ وہ برگزیدہ ہستی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کھینچا، جن کے لیے محبوب نے اپنی طرف آنے کا راستہ ہموار کر دیا۔

زهد و استغناء

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

شیخ الہندؒ کا استغناء

حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسنؒ کے دل میں امراء سے حد درجہ بعد پایا جاتا تھا، جب تک کوئی امیر پاس بیٹھا رہتا اس وقت تک حضرت کے قلب پر انقباض رہتا، ایک صاحب امیر شاہ خان صاحب راوی ہیں کہ میں نواب یوسف علی خان صاحب کو بعض بزرگوں کی طرف متوجہ کرتا اور انہیں ترغیب دیتا لیکن ان کا میلان حضرت شیخ الہندؒ ہی کی طرف ہوتا تھا، ایک دن میں نے ان سے پوچھ لیا کہ میں آپ کو بعض مشائخ کی طرف متوجہ کرتا ہوں لیکن آپ حضرت شیخ الہندؒ کی طرف ہی رغبت رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں جب اور جگہوں پر جاتا ہوں تو وہ میرے جانے سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں اور میری بہت خاطر مدارات کرتے ہیں اور جب حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں جاتا ہوں تو مولانا مجھ سے طبعاً ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کسی سے بدبو آرہی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے یہاں خالص دین ہے دنیا بالکل نہیں ہے اس وجہ سے میں مولانا کا زیادہ معتقد ہوں۔

حضرت سہارنپوریؒ کا استغناء

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ایک مرتبہ حج پر جانے لگے تو بمبئی کے ایک سیٹھ صاحب نے اپنے کسی ملازم کے ہاتھ آپ کی خدمت میں سو (۱۰۰) روپے بھیجے، ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ مجھے چونکہ حاضری کی فرصت نہیں اسلئے کسی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں قبول فرمائیں، آپ نے یہ کہہ کر واپس بھجوا دیا کہ بحمد اللہ مجھے ضرورت نہیں ہے، آخر وہ خود آیا اور معذرت کی تب آپ نے قبول فرمالیا۔

اگر کسی غریب کا ہدیہ ہوتا تو اس کی آپ بڑی تعظیم فرماتے تھے اور ایسے قبول کرتے تھے جیسے آپ اسکے محتاج ہیں، ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو ٹوپی پیش کی جو شاید آٹھ آنے کی بھی نہ ہوگی، آپ نے مسکرا کر قبول کی اور اسی وقت اس کو پہن لیا۔

حضرت اقدس تھانویؒ کا استغناء

حضرت اقدس تھانویؒ سے ایک نواب صاحب بیعت ہوگئے، بڑے مال پیسے والے تھے، اس دور میں جب استاذ کی تنخواہ پانچ روپئے ماہانہ ہوا کرتی تھی، اس نے حضرت کو ایک لاکھ روپے بھجوائے، حضرت نے اس کے خط کی تحریر سے محسوس کیا کہ یہ تو احسان جتلا کر پیش کر رہا ہے، حضرت نے منی آڈر واپس کر دیا، جب منی

آڈر واپس گیا تو وہ سٹپٹا گیا، اس نے پھر خط لکھا، کہنے لگا: حضرت! میں نے بیعت ہو کر آپ کو ایک لاکھ روپیہ ہدیہ پیش کیا آپ کو ایسا مرید اور کہیں نہیں ملے گا، حضرت نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ اگر مجھے تجھ جیسا مرید نہیں ملے گا تو تجھے بھی مجھ جیسا پیر نہیں ملے گا جو تیرے لاکھ روپے کو ٹھوکر مار دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

رزق خداوندی

اور

جود وسخا

بلوں سے رزق کا انتظام

ایک صحابیؓ تقاضے کے لئے ویرانے میں گئے، ابھی وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ زمین میں چوہے کا سوراخ تھا، اس سوراخ کو بل کہتے ہیں، اس بل میں سے ایک چوہا نکلا، اس کے منہ میں ایک دینار تھا، اس نے وہ دینار باہر ہی چھوڑ دیا، پھر وہ اندر گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا، پھر تیسرا دینار، جب وہ فارغ ہو کر اٹھے تو وہ اٹھارہ دینار باہر لا چکا تھا، اس صحابی نے وہ دینار اٹھا لئے۔

صحابہؓ کی ایک قابل تحسین عادت یہ ہوتی تھی کہ جب بھی ان کو کوئی نئی بات پیش آتی تو وہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے، انہوں نے وہ دینار لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دئے اور پوچھا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ واقعہ پیش آیا ہے، اب بتائیے کہ میں ان دیناروں کا کیا کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اصل میں تمہارا رزق ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ پہنچانے کا بندوبست کر دیا، اب تم اسے استعمال میں لے آؤ۔

ابوداؤد ۳۰۸۹ - ابن ماجہ ۲۵۰۸ - السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۴۴۰

پردۂ غیب سے کھانے کا انتظام

حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب قبیلہ اشعریین کے لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو ان کا زادِ راہ ختم ہو چکا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں، وہ آدمی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر پہنچا تو اندر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی تلاوت کی آواز آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

(ومامن دابة فی الارض الا علی الله رزقها(هود آیت ٦)

یہ آیت سنتے ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ نے ہر ذی روح شئی کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں ہیں، وہ ضرور ہمارے لئے بھی رزق کا بندوبست فرمادیں گے، چنانچہ وہ وہیں سے واپس آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ بتایا، لیکن واپس جا کر اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ خوش ہو جاؤ تمہارے لئے اللہ کی مدد آ رہی ہے اس کے ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ اس نے اپنی حاجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کر دی ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے، وہ یہ سمجھ کر مطمئن ہو گئے۔

وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن لے کر آئے جو گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا تھا، وہ دونوں آدمی کھانا دے کر چلے گئے، انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، لیکن ابھی بہت سا کھانا بچ گیا، انہوں نے سوچا کہ یہ بچا ہوا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس بھیج دیا جائے تا کہ ضرورت کے وقت استعمال ہو سکے، چنانچہ دو آدمی کھانا لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے، اسکے بعد وہ سب حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت مزے دار تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا، تب انہوں نے تفصیل بتائی کہ ہم نے اپنے فلاں ساتھی کو آپ کی طرف بھیجا تھا اور اس نے ہمیں آ کر یہ بتایا تھا، چنانچہ ہم یہی سمجھے کہ آپ نے بھیجا ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس پروردگار نے آپ کا رزق بھیجا ہے جس نے ہر ذی روح شئے کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے.... اللہ اکبر!!!

(تفسیر القرطبی ۹/۷)

والدین کی خدمت پر رزق کی وسعت

ایک نوجوان نے اپنے ماں باپ کی بہت خدمت کی، جب والدین فوت ہو گئے تو کچھ دنوں نے کے بعد خواب میں ایک آدمی کو دیکھا، اس نے کہا تم نے والدین کی بڑی خدمت کی ہے، اب تجھے انعام ملے گا، فلاں پتھر کے نیچے سو دینار پڑے ہیں جا کر اٹھا لو، وہ نوجوان سمجھدار تھا، اس نے پوچھا: کیا ان میں برکت بھی ہوگی؟ اس نے جواب دیا اس میں برکت نہیں ہوگی، اس نے کہا: پھر میں نہیں اٹھاتا، جب صبح کو اٹھ کر بیوی کو بتایا تو وہ کہنے لگی: ٹھیک ہے تم نہ لینا لیکن جا کر دیکھو تو سہی کہ دینار پڑے بھی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: جب لینے نہیں تو پھر میں جا کر دیکھتا بھی نہیں، دوسری رات پھر اسے خواب میں کہا گیا کہ فلاں جگہ پر دس دینار پڑے ہیں اٹھا لو! اس نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا ان میں برکت ہوگی؟ جواب ملا کی برکت نہیں ہوگی، اس نے کہا: میں یہ دس دینار بھی نہیں لیتا، جب بیوی کو بتایا تو وہ کہنے لگی کہ پہلے سو دینار تو چھوڑ دئے تھے، اب دس رہ گئے ہیں وہ تو اٹھا لو، اس نے جواب دیا کہ جب ان میں برکت نہیں تو پھر میں بھی نہیں لیتا، تیسری رات پھر اسی طرح خواب آیا، اسے کہا گیا کہ تو نے اپنے والدین کو خدمت کر کے خوش کر دیا تھا، اس کے صلے میں ہم آپ کو ایک دینار دیتے ہیں، اس نے پوچھا: اس میں برکت ہوگی؟ جواب ملا، ہاں ہوگی، جب وہ نوجوان صبح کو بیدار ہوا تو اس نے اس پتھر کے نیچے سے ایک دینار اٹھا لیا، واپسی پر اس کے دل میں خوشی کے جذبات تھے، اس نے سوچا کہ آج میں مچھلی لے جاتا ہوں، اس کے کباب بنا کر کھائیں گے، چنانچہ جب وہ مچھلی لے کر گھر آیا اور بیوی نے اسے کاٹا، تو اس کے اندر سے ایک ایسا قیمتی ہیرا نکلا کہ جب اسے بازار میں جا کر بیچا تو اس بندے کی پوری زندگی کا خرچا نکل آیا۔ ﴿ویرزقه من حیث لایحتسب﴾ (الطلاق:۳)

(حیاۃ الحیوان ۷۵۷- حلیۃ الاولیاء ۴/ ۸- جامع معمر بن راشد ۴/ ۴۱۹)

اگر دارد برائے دوست دارد

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا نام خواجہ احرارؒ تھا، وہ سمرقند میں رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال دیا کہ ان کے ساتھ ایک قافلہ چلتا تھا اوران کے گھوڑوں کو باندھنے کے کھونٹے سونے اور چاندی کے بنے ہوتے تھے لیکن ان سب کے باوجود ان میں بے نفسی عروج پر تھی۔

ایک مرتبہ جامیؒ ان سے ملنے گئے، جب انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ وہاں تو گھوڑے کے کھونٹے بھی سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں تو بڑے حیران ہوئے اور دور ہی سے ایک مصرعہ پڑھا:

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

(وہ مرد خدا نہیں ہوتا جو دنیا کو دوست رکھے)

یہ مصرعہ کہہ کر واپس آ گئے اور راستے میں دوپہر کا وقت ہو گیا، انہوں نے ایک مسجد میں تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا، تھوڑی دیر کے بعد ان پر غنودگی طاری ہوئی تو دیکھا کہ محشر کا میدان ہے اور نفسا نفسی کا عالم ہے، ایسے وقت میں کچھ لوگ ایسے ہی جوان سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہے ہیں، اب مولانا پھنس گئے، وہ پریشان ہو کر سوچنے لگے کہ میرا کیا بنے گا، اتنے میں انہوں نے خواجہ عبید اللہ احرارؒ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کے پیچھے بڑی تعداد میں ان کے عقیدت مند ہیں، جب وہ قریب سے گزرے تو انہوں نے پوچھا: مولانا! کیا ہوا؟ کہنے لگے: جی مجھے تو حساب لینے والے گھیر کے کھڑے ہیں اور میں اب بہت پریشان ہوں کہ ان کے حقوق کی ادائیگی کیسے کروں، انہوں نے کہا: اچھا اگر تمہارے پاس کمی ہے تو ہمارے حساب سے ان کا حق ادا کر دیا جائے، یہ بات کہہ کر وہ چلے گئے اور مولانا کی آنکھ کھل گئی۔

اب مولانا کہ دل میں خیال آیا کہ لگتا ہے وہ حضرت دنیا کے ساتھ محبت کرنے

والے نہیں ہے، اس میں ضرور کچھ راز کی بات ہے لہٰذا مجھے دوبارہ واپس جانا چاہیئے، انشاء اللہ مجھے ضرور فائدہ ہوگا، چنانچہ وہ حضرت کے پاس واپس آگئے، جب وہ آکر ان سے ملے تو اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے دل میں وہ بات ڈال دی جو یہ کہہ کر گئے تھے، لہٰذا حضرتؒ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا: مولانا! آپ جو بات کہہ کر گئے تھے، ذرا وہ تو ہمیں سنا دو، عرض کیا، حضرت! نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں، حضرت اصرار کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں آپ وہ بات سنا دیں، اس پر انہوں نے عرض کیا، حضرت! میں نے یہ کہا تھا:

''نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد''

حضرتؒ نے یہ مصرعہ سن کر شعر مکمل کر دیا اور فرمایا:

''اگر دارد برائے دوست دارد''

(اگر یہ دنیا ہو تو اللہ رب العزت کی رضا کے لئے ہونی چاہیے)

(گلستان قناعت ۵۱۸)

ذریعہ معاش میں عقل کا دخل

ایک صاحب تھے وہ چینی کا بزنس کرتے تھے جتنے میں چینی خریدتے تھے اتنے میں ہی بیچ دیا کرتے تھے، وہ روز کا لاکھ روپیہ کماتے تھے، لوگ بڑے حیران ہوتے تھے کہ یہ خدا کا بندہ اگر سو روپے من خریدتا ہے تو سو روپے من ہی بیچتا ہے پھر اس کو فائدہ کہاں سے ہوتا ہے کچھ سمجھ نہیں آتی، چنانچہ کسی نے پوچھا کہ بھئی آپ کو فائدہ کیسے ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جناب! بات یہ ہے کہ میں روزانہ دس ہزار بوریاں بیچتا ہوں، میں جب خریدتا ہوں تو بوری میں خریدتا ہوں اور جب میں بیچتا ہوں تو بوری کے بغیر بیچتا ہوں، چینی میں اسی قیمت پر بیچتا ہوں، لیکن نفع میں مجھے خالی بوری بچ جاتی ہے تو دس ہزار بوری روزانہ بچتی ہے، ایک بوری دس روپے کی بک جاتی ہے، یوں دس ہزار بوریوں کے بدلے مجھے ایک لاکھ روپے کا فائدہ ہو جاتا ہے۔

یہ ہے عقل معاش، عقل نے وہاں سے بھی فائدہ ڈھونڈھ لیا جہاں سے عام آدمی

کو فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔

کھانے والے کا سفر.. رزق کی طرف

بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کی ایک مرتبہ مجھے لاہور سے خانیوال جانا تھا، میں نے ڈرائیور سے رات کو ہی کہہ دیا کہ تم رات کو اپنی نیند پوری کر لینا اور دن کو یار فریش ہو کر ڈرائیو کرنا، نئی گاڑی تھی، میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی فائل پڑھنے لگا، ملتان روڈ اس وقت کافی کھلا تھا، چنانچہ ڈرائیور گاڑی کو تیز تیز بھگا رہا تھا، اس نے ایک جگہ پر اچانک بریک لگائی، مجھے ایسا لگا جیسے گاڑی کسی چیز سے ٹکرائی ہے، مگر بچ گئے، میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، سر! ایک کتا آگے آ گیا تھا، میں نے اسے بچانے کی بڑی کوشش کی لیکن لگتا ہے کہ وہ لگ گیا ہے، میں نے کہا کہ لگتا ہے کہ تم نے رات کو نیند پوری نہیں کی .... گرمی کے موسم میں صبح کے وقت بھی خوب نیند آتی ہے .... اس نے کہا، جی نہیں، میں رات کو سویا تھا، اب ٹھیک ہوں، میں نے اس سے کہا کہ جہاں آگے چائے کا ہوٹل آئے تو تم گاڑی روکنا، وہاں سے میں آپ کو چائے کا ایک کپ پلاؤں گا تاکہ تمہاری آنکھیں کھلیں، یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

وہ ۱۲۰ رکیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گاڑی بھگاتا رہا، ۳۵ کیلومیٹر کے بعد ایک ریسٹورنٹ آیا، وہاں اس نے گاڑی روکی، میں نے اس سے کہا کہ جا کر چائے کا کپ پیو، میرے دل میں خیال آیا کہ بالکل نئی گاڑی ہے، پتہ نہیں کہ اس میں کیا چیز لگی ہے، کوئی ڈینٹ بھی پڑا ہوگا، نہ جانے کتنا نقصان ہوا ہے، میں ذرا دیکھوں تو سہی۔

چنانچہ میں نے باہر نکل کر جب آگے کی طرف دیکھا تو حیران ہو گیا کہ گاڑی کے آگے بمپر پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا، میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ یہاں کیسے بیٹھا، تو پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ ادھر ڈرائیور نے بریک لگائی اور ادھر کتے نے چھلانگ لگائی وہ بالکل بمپر کے اوپر آ کر لگا ہوگا اور وہیں بیٹھ گیا اور چونکہ گاڑی چل رہی تھی اس لئے وہ وہی قابو ہو کر

بیٹھ گیا، اب ۳۵ کیلومیٹر کے بعد آ کر گاڑی رکی، جب اس نے مجھے دیکھا کہ کوئی بندہ قریب آ رہا ہے تو وہ بمپر سے نیچے اتر گیا، ہوٹل والوں نے وہاں رات کے کھانے کی بچی ہوئی ہڈیوں کا ڈھیر لگایا ہوا تھا، اس نے وہاں جا کر ہڈیاں کھانا شروع کر دیں۔

میں نے ڈرائیور سے کہا، اب مجھے اصل بات سمجھ میں آئی ہے، اللہ نے اس کتے کا رزق ۳۵ کیلومیٹر دور رکھا ہوا تھا اور اسے لفٹ کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے اسکو گاڑی پر لفٹ عطا کر دی، اور اتنی مسافت پر اسے اپنے رزق تک پہنچا دیا۔

رزق کا سفر......کھانے والے کی طرف

ہمارے ایک دوست گوجرانوالہ میں رہتے تھے، وہ کوئٹہ میں ملازمت کرتے تھے، انہوں نے اپنے ایک عزیز کی شادی کے سلسلے میں گھر واپس آنا تھا، فلائیٹ میں ابھی دو گھنٹے رہتے تھے، ان کا سات آٹھ سال کا بچہ گھر میں چنے کھا رہا تھا.... بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نئی نئی حرکتیں کرتے رہتے ہیں.... وہ چنے کا ایک دانہ لیتا اور اسے اوپر کی طرف پھینک دیتا اور پھر منہ کے ذریعہ اسے کیچ کرتا، کبھی ادھر پھینک کر کیچ کرتا اور کبھی ادھر پھینک کر کیچ کرتا، وہ اسی طرح کھیل میں لگا ہوا تھا، اللہ کی شان کہ جب ایک دفعہ اس نے دانہ پھینکا تو کیچ کرتے ہوئے منہ کے بجائے ناک میں چلا گیا، اب اس نے جلدی سے ناک میں انگلی ڈالی تو دانہ اور اندر چلا گیا، اس نے چھوٹی بہن کو بلایا اور کہا یہ دانہ نکال دو، اس نے بھی نکالنے کی کوشش میں دانے کو اچھی طرح آگے تک پہنچا دیا، وہ پریشان ہو کر رونے لگا، اس نے اپنی امی کو بتایا تو اس نے کہا کہ تمہارے ابو نے تمہیں کہا تھا کہ تم شرارتیں نہ کیا کرو، اب اپنی شرارت کی سزا بھگتو۔

جب میاں گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ بچے کی ناک میں ایک دانہ پھنس گیا ہے اور یہ رو رہا ہے، اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں، اس نے بھی یہی کہا کہ اس نے شرارت کی ہے لہذا اب یہ مزہ بھی چکھ لے، اگر میں اسے یہاں کسی ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو فلائیٹ

لیٹ ہو جائیگی، آپ اس سے کہیں کہ اگر اتنا وقت پہلے گزار لیا ہے تو دو گھنٹے اور صبر کر لے، میں اسے گوجرانوالہ میں فلاں کزن کے پاس لے جاؤنگا اور وہاں سے یہ نکلوادوں گا، چنانچہ وہ سب جہاز کے ذریعہ لاہور پہنچ گئے اور وہاں سے ایک گھنٹہ بعد گوجرانوالہ پہنچ گئے۔

گھر پہنچنے کے بعد اب وہ سب سے پہلے اپنے کزن کے پاس بچے کو لے گئے، وہ نہا رہے تھے، اور ان کی بیوی نے کہا آپ بیٹھیں اور میں آپ کے لئے چائے بناتی ہوں، سردیوں کا موسم تھا اس نے کہا کہ میں اندر بیٹھنے کے بجائے باغیچے میں ہی بیٹھ جاتا ہوں، چنانچہ وہاں دو کرسیاں پڑی تھیں، وہ وہیں بیٹھ گئے، ڈاکٹر صاحب ابھی نہا رہے تھے اور ان کی بیوی چائے بنا رہی تھی، وہاں بیٹھے بیٹھے بچے کو اچانک چھینک آئی، اس زوردار چھینک سے وہ دانہ نیچے زمین پر گرا اور قریب ہی ان کی ایک مرغی پھر رہی تھی، اس مرغی نے لپک کر وہ دانہ کھالیا۔

اصل میں وہ دانہ مرغی کے مقدر میں تھا اور کوئٹہ میں پڑا تھا، اللہ تعالی نے وہ دانہ بچے کی ناک میں ڈال کر گوجرانوالہ میں پہنچا دیا۔

جوتے کھا کھا کر کھانا پڑا

دیہات میں کسی مولانا صاحب نے بیان کیا کہ اللہ تعالی بندے کو رزق کھلاتے ہیں، ایک نوجوان نے یہ سن کر دل میں یہ بات ٹھان لی کہ میں نہیں کھاتا، میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالی رزق کس طرح کھلاتے ہیں، چنانچہ اگلے دن اس نے بھوک ہڑتال کر دی، لیکن بیچاری ماں تو ماں ہوتی ہے، اس نے پراٹھا بنایا اور سالن کے علاوہ مکھن اور چینی بھی ساتھ رکھ دی، اس نے بیٹے سے کہا: بیٹا! کھالو، بیٹے نے کہا نہیں میں نہیں کھاتا، وہ منت سماجت کرتی رہی لیکن وہ کہتا رہا کہ میں نہیں کھاتا، جب اس نے بار بار کھانے کو کہا تو یہ تنگ آ کر گاؤں سے باہر درختوں کے جھنڈ میں جا کر لیٹ گیا اور یہی سوچتا رہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ

اللہ تعالی آج مجھے کیسے کھلاتے ہیں، ماں بیچاری پیچھے پیچھے کھانا لے کر گئی اور اسکے قریب رکھ کر واپس آ گئی۔

اب کھانا بھی پڑا تھا اور وہ بھی لیٹا ہوا تھا، جب اسے کھانے کی خوشبو آنے لگی تو وہ وہاں سے اٹھ کر تیس چالیس فٹ کے فاصلے پر لیٹ گیا تا کہ مجھے کھانے کی خوشبو بھی نہ آئے۔

وہاں اردگرد کے کچھ ڈاکو تھے جو اس جگہ پر اکٹھے ہو کر اپنی پلاننگ بناتے تھے کیونکہ انہیں وہ محفوظ جگہ نظر آتی تھی، وہ دوپہر کے وقت آ کر وہاں بیٹھ گئے، اب انکو بھی سالن کی خوشبو آئی تو وہ کہنے لگے، یار لگتا ہے کہ کہیں کھانا پڑا ہوا ہے، ایک نے کہا کہ تلاش کرنا چاہیئے، چنانچہ تلاش کرنے پر انہیں کھانا مل گیا، انہوں نے دیکھا کہ پراٹھا بھی ہے، مکھن بھی ہے اور سالن بھی ہے، ان میں سے ایک کہنے لگا کہ آج موج بن گئی کہ کھانا مل گیا، ان کا جو بڑا تھا وہ بہت ہی ہوشیار آدمی تھا، اس نے کہا: چپ کرو، مت کھانا، مجھے لگتا ہے کہ کسی بندے نے ہمیں مارنے کے لئے اس میں زہر ملائی ہوئی ہے، اور اگر کسی نے ملائی ہے تو دیکھو، وہ کہیں نہ کہیں قریب چھپا ہوا ہوگا، جب انہوں نے ادھر ادھر ڈھونڈھنا شروع کیا تو دیکھا کہ وہ صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے تھے۔

انہوں نے اسے بالوں سے پکڑ لیا اور کہا: او! تم نے اس کھانے میں زہر ملائی ہے؟ اس نے کہا: نہیں میں نے تو نہیں ملائی، انہوں نے کہا: پھر تم نے یہ کھانا یہاں کیوں رکھا ہے؟ لگتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ کوئی مکر کر رہا ہے، انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اسی کو پہلے کھانا کھلایا جائے، چنانچہ انہوں نے اسے کھانا کھانے کو کہا تو وہ کہنے لگا: جی میں نہیں کھاتا، اب ان کو پکا یقین ہو گیا کہ اس میں زہر ہے، انہوں نے پھر کہا کہ پہلے کھاؤ، اس نے پھر وہی جواب دیا، ان کے بڑے نے کہا کہ اسے دو جوتے لگاؤ، پھر کھائے گا، لو اب اسے جوتے بھی رسید ہونا شروع ہو گئے، لیکن وہ کھانا کھانے سے انکار ہی کرتا رہا، جب بے حد وحساب جوتے لگنے لگے تو کہنے لگا، جی معاف کر دیں، میں کھاتا ہوں، اس کے بعد اس نے ان کو پورا

واقعہ بھی سنایا اور ان کے ساتھ مل کر روٹی بھی کھائی، پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا، جب اس کی اچھی خاصی مرمت ہوئی تو اس کے جسم پر جوتوں کے نشان پڑ گئے اور بے چارہ دردوں کے ساتھ گھر واپس آیا، ماں اس کی یہ حالت دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

اب اسے اگلے جمعہ کا انتظار تھا، اگلے جمعہ کے دن مولانا صاحب نے پھر تقریر کی کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں انسان کا رزق پہنچاتے ہیں، جب وہ بیان اور نماز کے بعد فارغ ہوئے تو یہ مولانا صاحب کے پاس جا کر کہنے لگا: مولانا! آپ ادھورے مسئلے بیان نہ کیا کریں، انہوں نے کہا: میں تو پورے مسئلے بیان کرتا ہوں، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ آپ نے پچھلی دفعہ کہا تھا کہ جس کا رزق ہو اللہ تعالیٰ اس کو پہنچا کے رہتے ہیں، انہوں نے کہا: ہاں یہ پوری بات تو ہے، وہ کہنے لگا: جی نہیں، یہ پوری بات نہیں ہے، پورا مسئلہ یہ ہے کہ جس کا رزق ہو اللہ تعالیٰ اس کو پہنچا کے رہتے ہیں اور جو رزق نہ کھانا چاہے، اللہ تعالیٰ اس کو جوتے مار مار کر کھلاتے ہیں۔

اللہ پر یقین کرنے کا انعام

ہمارے ایک دوست ہیں، وہ کاروبار کرتے ہیں اور کروڑوں پتی آدمی ہے، وہ کہنے لگے کہ میں نوکری کرتا تھا، ریٹائرمنٹ کے وقت میرے پاس ایک لاکھ روپیہ تھا، میں نے اس رقم سے کاروبار کرنے کی کوشش کی، لیکن میرا پاٹنر دھوکے سے ایک لاکھ روپیہ بھی لے گیا، اس کے بعد میرے پاس کچھ بھی نہ بچا، میں بہت پریشان ہوا، بالآخر ایک اللہ والے کے پاس گیا، میں نے ان کو سارا واقعہ سنا کر پوچھا، حضرت! اب میں کیا کروں؟ انہوں نے مجھ سے سوال پوچھا، رزق کون دیتا ہے؟ میں نے کہا، اللہ، انہوں نے فرمایا کہ جب رزق اللہ دیتا ہے تو پھر پریشان کیوں ہو، اللہ تمہیں اب بھی دیگا، البتہ ایک بات ذہن میں رکھ لو کہ دل میں یہ نیت کرلو کہ میں نے کسی کے ساتھ برا سلوک نہیں کرنا، البتہ اگر کوئی میرے ساتھ برا

کریگا تو میں اللہ کے لئے اسے معاف کر دونگا، وہ کہنے لگے میں نے دل میں یہ نیت کر لی اور معمولی سا کام کرنا شروع کر دیا، میرے مولا نے اتنی برکت دی کہ دس سال گزرنے سے پہلے اللہ نے مجھے کروڑوں پتی بنا دیا۔

نوٹوں سے بھرا سوٹ کیس

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ نے خانیوال میں مسجد بنوائی، یہ مسجد پورے شہر کی سب سے بڑی مسجد ہے، لوگوں نے اسکا نام "بے چندہ مسجد" رکھا، کیونکہ حضرتؒ نے کبھی اس مسجد کے لئے چندہ بھی نہیں کیا تھا، یہ مسجد بہت ہی عالیشان ہے۔

والدہ صاحبہ نے یہ بات سنائی (کتابوں میں بھی مرقوم ہے) کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کام کرنے والے لوگوں کی تنخواہیں نہ دے پائے.... پھر اللہ تعالیٰ بھی کام کرنے والے، صابر، شاکر، محبت کرنے والے اور مجاہدے کرنے والے دے دیتے ہیں، حضرتؒ نے مزدوروں اور مستریوں سے یہ طے کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیگا تو ہم آپ کو دے دینگے اور اگر پاس نہیں ہوگا تو آپ بھی مانگنا اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے، چنانچہ اس بات کی بنا پر لوگ کام کرتے تھے، عید الفطر کی آمد آمد تھی، اب حضرتؒ متفکر ہوئے کہ ان حضرات کی چند ماہ سے پیمنٹ رکی ہوئی ہے، آخر عید کے موقع پر بیوی بچوں کے اخراجات ہوتے ہیں، اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم ان کی پیمنٹ کر دیتے، چنانچہ آپ دو رکعت پڑھتے اور پھر دعا مانگتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر دعا مانگتے۔

ایک دفعہ ایک آدمی حضرتؒ سے ملنے آیا، وہ جاتے ہوئے کہنے لگا، حضرت! میں یہ سوٹ کیس آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا! آپ یہ سوٹ کیس اس بچے کو دے دیں تاکہ یہ گھر پہنچا دے، اس نے وہ سوٹ کیس بچے کو دے دیا، اور اس نے اسے گھر پہنچا دیا، جب وہ گھر لے کر پہنچا تو اس وقت والدہ صاحبہ عورتوں میں بات چیت کرنے میں مصروف تھیں، لڑکے نے کہا: حضرت جی نے یہ سوٹ کیس بھیجا ہے، اماجی نے کہا: اچھا اس

کو یہاں اوپر کر کے رکھ دو! چنانچہ اس نے اوپر کر کے رکھ دیا، تین دنوں کے بعد حضرتؒ ایک مرتبہ گھر تشریف لائے اور والدہ صاحبہ نے کہا کہ آپ نے ایک سوٹ کیس بھجوایا تھا، وہ کسی کی امانت ہے یا اپنا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: وہ سوٹ کیس کسی نے ہدیہ کے طور پر دیا تھا اور میں نے وہ آپ کی طرف بھجوا دیا تھا، والدہ صاحبہ نے کہا: ذرا اسے اندر سے تو دیکھو کیسا بنا ہوا ہے؟ چنانچہ انہوں نے اسے اٹھایا تو وہ وزنی تھا، وہ کہنے لگیں: کیا یہ لوہے کا بنا ہوا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ سوٹ کیس لوہے کا تو بنا ہوا نہیں ہوتا، پوچھا: پھر اس میں کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: اسے کھول کر دیکھ لو، اماں جی فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اسے کھولا تو ہم حیران ہوئے کہ پورے کا پورا سوٹ کیس ہزار ہزار روپے کے نوٹوں کے ساتھ بھرا ہوا تھا، سبحان اللہ دینے والا بھی اتنا مخلص تھا کہ اس نے احسان بھی نہیں جتلایا اور لینے والے بھی ایسے مستغنی....!!!

کھانے کے چند دانے کی اہمیت

(۱)..... حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ کے یہاں مہمان ہوئے، کھانے سے فراغت پر مفتی صاحب نے دسترخوان سمیٹنا چاہا، مولانا اصغر حسینؒ نے پوچھا: کیا کرنا چاہتے ہیں؟ بتایا کہ دسترخوان جھاڑوں گا، پوچھا: دسترخوان جھاڑنا آتا بھی ہے؟ مفتی صاحب حیران ہوئے کہ اس میں جاننے والی کونسی بات ہے، لہٰذا یوں پوچھا کہ آپ بتا دیجئے کیسے جھاڑتے ہیں؟ فرمایا: یہ بھی ایک فن ہے، پھر ہڈیوں کو، گوشت لگی بوٹیوں کو، روٹی کے ٹکڑوں کو اور چھوٹے ذرات کو الگ الگ کیا، پھر ہڈیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں کتے کھا سکیں، گوشت لگی بوٹیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں بلی کھا سکے، روٹی کے ٹکڑوں کو دیوار پر رکھ دیا تا کہ پرندے کھا سکیں، چھوٹے چھوٹے ذرات کو ایسی جگہ ڈالا جہاں چیونٹیوں کا بل قریب تھا، پھر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے، اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

چند عظیم شخصیات ۴۷

(۲)......حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہاں ایک عالم مہمان ہوئے، تو انہوں نے کھانے میں پھل پیش کئے، فراغت پر اس عالم نے کہا: حضرت! پھلوں کے چھلکے میں باہر پھینک دیتا ہوں، پوچھا: پھینکنے آتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اسمیں آنے والی بات کیا ہے؟ فرمایا: میرے پڑوس میں غرباء رہتے ہیں، اگر سب چھلکے ایک جگہ پھینک دیئے تو انہیں دیکھ کر حسرت ہوگی، پس تھوڑے تھوڑے چھلکے اس طرح متعدد جگہوں پر پھینک دیئے کہ دیکھنے والوں کو احساس بھی نہ ہو۔

(۳)......حضرت اقدس تھانویؒ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، تو آپ کے لئے دودھ لایا گیا، آپ نے نوش فرمایا اور تھوڑا سا بچا ہوا دودھ سرہانے رکھ دیا، اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی، جب بیدار ہوئے تو گلاس اپنی جگہ سے غائب پایا، خادم سے پوچھا کہ اس بچے ہوئے دودھ کا کیا معاملہ بنا؟ اسنے کہا: حضرت! ایک گھونٹ ہی تو تھا وہ پھینک دیا، آپ بہت ناراض ہوئے، فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی، خود ہی پی لیتے یا طوطے بلی وغیرہ کو پلا دیتے تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا، پھر ایک اصول سمجھایا کہ جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے اس کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمے واجب ہوتی ہے۔

اصلاحی واقعات ۹۱

مہمان کے کھانے میں اسراف نہیں

حضرت ابراہیمؒ نے سفیان ثوریؒ اور ان کے اصحاب کو دعوت دی اور بڑی مقدار میں کھانا پیش کیا، انہوں نے کہا: اے ابواسحاق! آپ ڈرتے نہیں، کیا اس قدر میں اسراف نہیں ہوجائیگا؟ آپ نے فرمایا کہ مہمان کے کھانے میں اسراف نہیں ہوتا۔

مہمان نوازی کی مثال

(۱)......حضرت اعمشؒ نے ابووائلؒ سے روایت کیا، فرمایا: میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت سلمانؓ کی ملاقات کے لئے گیا، انہوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور پسا ہوا نمک رکھا، میرے ساتھی نے کہا کہ اگر نمک کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو خوب ہوتا، حضرت سلمانؓ باہر تشریف لائے اور لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خرید لائے، جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں جو روزی دی اس پر قناعت عطا کی، حضرت سلمانؓ نے فرمایا ''اگر تو دی ہوئی روزی پر قناعت کرتا تو مجھے لوٹا گروی نہ رکھنا پڑتا''۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ۳/۵۲۰-تاریخ جرجان ۱۶۱-مختصر تاریخ دمشق ۳/۳۴۵)

ایک روایت میں ہے کہ مہمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اس کا دل تنگ ہو جائے۔ (بخاری)

(۲)......امام شافعیؒ ایک مرتبہ زعفرانی کے یہاں مہمان تھے، جمعہ کے روز دونوں نماز کی طرف آنے لگے، تو زعفرانیؒ نے اپنی لونڈی کو رقعہ بنا کر دیا کہ فلاں فلاں کھانا تیار کر دو۔

ایک روز امام شافعیؒ نے لونڈی کو بلایا اور رقعہ میں اپنی پسند کے ایک کھانے کا اضافہ کر دیا، جب زعفرانی نے دسترخوان پر نیا کھانا دیکھا تو اسے حیرت ہوئی، لونڈی نے بتایا کہ امام شافعیؒ نے اس رقعہ میں یہ اضافہ کر دیا، اس نے کہا رقعہ لاؤ، جب اس نے امام شافعیؒ کی تحریر دیکھی تو اتنا خوش ہوا کہ لونڈی کو آزاد کر دیا، بغداد کے مغربی حصے میں باب الشعیر کے پاس ''درب الزعفرانی'' اسی کے نام سے مشہور ہے۔

(ترتیب المدارک ۱/۱۴۲)

ہاتھ دھلوایئے

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ابومعاویہؒ نابینا کو کھانے پر بلایا اور طشتری میں ان کے ہاتھوں پر خود پانی ڈالا، جب فارغ ہوئے تو پوچھا: اے معاویہ! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھوں پر کس نے پانی ڈالا؟ فرمایا نہیں، کہا: امیر المؤمنین نے، فرمایا: اے امیر المؤمنین! تو نے علم کی عزت وتکریم کی، اللہ تعالیٰ تجھے عزت واکرام بخشے گا، جیسے تو نے علم کی عزت وتکریم کی ہے۔

(احیاء العلوم ۲/ ۸- عوارف المعارف ۱/ ۳۳۵- الفخری فی الآداب السلطانیۃ ۷۳)

خلیفہ منصور کا حکیمانہ جواب

ایک مرتبہ شاہ ہند نے خلیفہ منصور کی طرف کچھ تحائف بھیجے، ان کے ہمراہ ایک فلسفی طبیب کو بھی بھیجا، طبیب نے خلیفہ منصور سے کہا، اے امیر المؤمنین! میں آپ کی خدمت میں تین دوائیں پیش کرتا ہوں، یہ دوائیں صرف بادشاہوں کے لئے بنائی جاتی ہیں اور وہ انکی بہت قدر کرتے ہیں۔

منصور نے پوچھا وہ کیا ہیں؟

طبیب نے کہا ''میں آپ کی ریش پر ایسا خضاب لگاؤں گا کہ سیاہی کبھی نہ اتریگی''

خلیفہ نے پوچھا ''دوسری دوا کیا ہے؟''

طبیب نے کہا ''میں آپ کو ایسی دوا دوں گا کہ آپ خوب کھا سکیں گے اور بدہضمی نہ ہوگی''

''خلیفہ منصور نے پوچھا'' تیسری دوا کیا ہے؟''

طبیب نے کہا ''میں آپ کی پشت ایسی مضبوط کر دوں گا کہ آپ جس قدر چاہیں جماع کریں، تھکاوٹ اور کمزوری نہ ہوگی''۔

خلیفہ نے تھوڑی دیر سر نیچے کیا اور پھر سر اٹھا کر کہا:

''میں سمجھتا تھا کہ تم عقلمند ہو، لیکن حقیقت اس سے مختلف ہے، سیاہ بالوں کی مجھے ضرورت نہیں، بڑھاپا ایک وقار اور ہیبت ہے اور میں اپنے چہرے میں پیدا کئے ہوئے، اللہ کے نور کو سیاہی کی ظلمت سے نہ بدلوں گا، کثرت طعام سے بدن بوجھل ہوتا ہے اور غفلت پیدا ہوتی ہے، رہی عورتوں کی بات تو شہوت جنون کی ایک شاخ ہے، اس کا حد سے زیادہ ہونا برا ہے، پس جہاں سے آیا ہے ناکام ونامراد ہوکر لوٹ جا، مجھے تیری دواؤں کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک مچھلی کی حیرت انگیز خوراک

مگر یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے۔ میں اپنی زندگی میں بے شمار جگہوں پر گیا ہوں، میں نے اکثر لوگوں کو اس دنیا کے اندر زیادہ کھاتے ہی دیکھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں ہیں تو ان کا شکر ادا کرنا چاہیے، ایک مچھلی دیکھی اس کا نام تھا بلو ویل، اتنی بڑی مچھلی کہ اس کا وزن روزانہ ایک سو پاؤنڈ بڑھتا ہے، یعنی پچاس کیلو روزانہ بڑھتا ہے، آج کل کے نوجوانوں کے وزن ہی پچاس ساٹھ کیلو یا ستر کیلو ہیں، تو جس مچھلی کا وزن پچاس کیلو روزانہ بڑھتا ہے تو وہ کھاتی کتنا ہوگی؟ اچھا مزے کی بات یہ کہ وہ ایسی چیز کھاتی ہے جسکو ہم دیکھ ہی نہیں سکتے، وہ سمندر کا پانی اپنے اندر لیتی ہے اور اس کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت باریک سی سکرین بنائی ہوئی ہے۔ اس میں سے پانی گزرتا ہے تو پانی میں سمندر کے اندر جو چھوٹے چھوٹے بکٹیریا ہوتے ہیں، آنکھ سے نظر ہی نہیں آتے، وہ چھلنی کی طرح سکرین کے ایک طرف رہ جاتے ہیں اور صاف پانی آگے نکل جاتا ہے یہی بکٹیریا اس کی غذا بنتے ہیں۔ کوئی اندازہ لگا سکتا کہ وہ کھاتی کچھ نہیں، بس ہر وقت پانی اس کے منہ میں آرہا ہے جارہا ہے۔ اور کچھ فلٹر ہوکے جو جھاگ سی بنتی ہے وہ اس کی غذا بن رہی ہے۔ واہ میرے مولا تیری نرالی شان ہے! اور ہر وقت وہ چلتی رہتی ہے، اپنی زندگی میں وہ اتنا چلتی ہے کہ تین مرتبہ وہ چاند کا

چکر لگا کر واپس آسکتی ہے اتنا سفر طے کرتی ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ. اللہ تعالیٰ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ دیکھو اس کی غذا اللہ نے یہ بنا دی، تو غذا تو بندے کو اللہ تعالیٰ پہونچاتے ہیں۔

پودے کی خوراک

ہم نے ایک ملک میں پھول دیکھا، اس کے اندر شہد کے مانند بہت ہی میٹھا رس تھا، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہ اسی طرح کھلا رہتا ہے اور جب کوئی چڑیا یا کوئی اور پرندہ اس کے رس کو کھانے لگتا ہے تو اس کی پتیاں بند ہو جاتی ہیں اور وہ پرندہ وہیں پر قابو میں آجاتا ہے، پھر گل سڑ جاتا ہے اور اس پرندے سے خوراک لے کر یہ پودہ زندہ رہتا ہے .....اللہ اکبر.....تو رب کریم جہاں سے چاہیں بندے کو رزق پہنچاتے ہیں، بندے کو پتہ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالی پہنچا دیتے ہیں، جب کہ بندے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی سخاوت

ایک واقعہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کا ہے کہ ایک مرتبہ حسنین کریمین دونوں شہزادے بیمار ہو گئے اور بخار اترتا ہی نہیں تھا تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے نذر مان لی کہ اللہ! اگر ان کو صحت ہو جائے تو میں تین دن کے روزے رکھوں گی، چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی روزے کی نیت کر لی، انہوں نے بھی نیت کر لی، اللہ تعالی کی شان کہ اللہ تعالی نے دونوں شہزادوں کو، پھولوں کو، بچوں کو، پیاروں کو صحت عطا فرما دی، جب بچے صحت مند ہو گئے تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے ایک دن روزہ رکھا، جب شام کا وقت ہوا تو سیدنا علیؓ کچھ تھوڑا بہت لائے کہ جو افطاری کے لئے گزارہ تھا، اللہ تعالی کی شان کہ ابھی افطاری کا وقت تھوڑا سا باقی تھا کہ دروازے پر دستک دی، پوچھا: کون؟ جواب ملا کہ میں مدینے کا مسکین ہوں اور میرے پاس

کھانے کو کچھ نہیں، بہت وقت سے بھوکا ہوں اور میں اس دروازے کو دیکھ کر اسلئے آیا ہوں کہ یہاں سے کوئی بندہ خالی نہیں جاتا، چنانچہ فاطمۃ الزہراءؓ نے وہ جو کھانا افطاری کے لئے پڑا تھا اٹھا کر اس مسکین کو دے دیا اور میاں بیوی نے پانی سے ہی افطاری کر لی اور اگلے دن کی سحری بھی پانی سے کر لی، دوسرا دن پھر اسی طرح گزرا سارا دن بھوک پیاس برداشت کی اور اللہ کی شان کہ شام کو پھر تھوڑا بہت افطاری کے لئے جو بن پایا وہ لے آئے تو ابھی افطاری کا وقت ہونے والا تھا، تھوڑی دیر رہ گئی تھی کہ پھر دروازہ کھٹکھٹایا گیا، پوچھا: کون؟ جواب ملا کہ میں یتیم مدینہ ہوں، بھوکا بھی ہوں، سائل ہوں تو فاطمۃ الزہراءؓ نے جو کچھ گھر میں تھا وہ اٹھا کر یتیم کو دے دیا، پھر پانی سے روزہ افطار کیا اور تیسرے دن کا روزہ بھی پانی سے رکھا، تیسرے دن کی بھوک پیاس بھی برداشت کی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تیسرے دن بندے کا کیا حال ہوتا ہے؟ جب افطاری کا وقت آیا تو کچھ چھوٹی موٹی چیز پاس تھی، کھانے کی افطاری سے تھوڑی دیر پہلے دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا: کون؟ تو جواب ملا کہ میں تو اسیر ہوں اور اس دروازے پر آیا ہوں کہ یہاں سے کوئی خالی نہیں جاتا، سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے سوچا کہ یہ سائل، اللہ کے نام پر مانگ رہا ہے، میں اللہ کے نام پر مانگنے والے کو خالی نہیں بھیجوں گی، خود بھوکی رہ لوں گی، چنانچہ تیسرے دن بھی انہوں نے وہ اٹھا کر سائل کو دے دیا، اللہ تعالیٰ کو اپنی اس بندی اور بندے کا بھوکا پیاسا رہنا اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیتیں اتار دیں، ﴿ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا﴾ اور وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ انکی بھوک تو تیسرے دن ختم ہوگئی ہوگی، کھانا کھالیا ہوگا، لیکن جو انعام ملا وہ کتنا بڑا کہ آج بھی ہم قرآن پڑھتے ہیں اور چودہ سو سال بعد بھی ان کی اس عبادت کا قرآن کی زبان میں تذکرہ کر رہے ہوتے ہیں۔

واہ میرے مولا! آپ کتنے قدرداں ہیں، آپ کی محبت میں جو بندہ عمل کرتا ہے آپ اس عمل کو بھی اپنا کلام کا حصہ بنا لیتے ہیں، تو صبر طبیعت میں تھا جس کی وجہ سے تین دن

بھوک پیاس برداشت کرلی اور اللہ کی محبت میں سائل کو سب کچھ دے دیا۔

(تفسیر ابی السعود ۶/۴۲۲-تفسیر الکشاف ۴/۶۷۰-مفاتیح الغیب ۳۰/۷۴۶-تفسیر القرطبی ۱۹/۱۳۴)

مصرف کو دیکھ کر حرام کا پتہ

امام مالکؒ کے پاس ایک بندہ آیا؛ کہنے لگا کہ حضرت آپ جو کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے مال کے مصرف سے انکی آمد کا اندازہ لگا لیتے ہیں اسکا کیا مطلب؟ فرمایا اچھا ایسا کرو کہ یہ درہم ہے، اسکو لیکر شہر میں جاؤ، اور جس بندہ کو تم سمجھتے ہو کہ وہ سب سے زیادہ غنی ہے محتاج نہیں، سائل نہیں، اسکو دے دو، اور پھر دیکھو کہ یہ خرچ کہاں کر رہا ہے، چنانچہ وہ گیا، اس نے شہر میں دیکھا کہ ایک بندہ اسکا لباس بڑا اچھا، اسکا چہرہ بڑا اچھا، ایسے جیسے بڑے شریف کا ہوتا ہے، اور وہ ہاتھ میں تھیلہ لئے جا رہا تھا، اس نے کہا یہ بندہ واقعۃً سائل نہیں ہوسکتا، اس نے اسکو دے دیا، دینے کے بعد وہ اسکے پیچھے لگ گیا، اس نے عجیب بات دیکھی کہ وہ بندہ ایک گلی میں مڑا اور تھیلہ گلی میں پھینک کر ایک دکان کے اندر گیا، وہاں سے سودا خرید کر گھر کے اندر لے گیا، اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، اس نے کہا میں آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے صورتِ حال اور اسکی حقیقت بتائیں، اس نے کہا دیکھو، میں سادات میں سے ہوں، میرے گھر میں تین دن سے فاقہ چل رہا ہے، گھر کے بچے اس وقت فاقہ کی وجہ سے مرنے کی حالت میں پہنچ گئے ہیں، میں اپنی کسی بیماری کی وجہ سے مشقت کے قابل نہیں، نہ ہم کسی سے کچھ مانگ سکتے ہیں، تو آج بچوں کو اس فاقہ کی حالت میں دیکھ کر، تڑپتا دیکھ کر اٹھا اور میں نے باہر ایک مردہ بکری کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ چلو میں اسکا گوشت لے جاتا ہوں میرے بچوں کے لئے اس اضطرار کی حالت میں حلال ہے، میں نے بکری کی ران کاٹی اور لے کر جا رہا تھا کہ آپ نے مجھے پیسے دے دیئے، اب میرے لئے اسکا استعمال کرنا حرام ہوگیا، میں نے اسکو پھینک دیا، دکان سے یہ چیزیں خریدیں اور گھر والوں کو دیں کہ ایک صاحب نے مجھے ہدیہ دیا ہے، چنانچہ جو پیسہ

آپ نے دیا وہ سید گھرانے کے بچوں نے اضطرار کی حالت میں استعمال کیا، اس پر وہ حیران ہو گیا، آکر حضرت کو بتایا۔

حضرت نے فرمایا اب اپنا پیسہ نکال لو اور جس کو سب سے زیادہ محتاج سمجھتے ہو اسکو جا کر دو، پھر دیکھو وہ کیا کرتا ہے، چنانچہ وہ پیسہ لیکر نکلا، اس نے بازار میں ایک بندے کو دیکھا جو ذرا لنگڑا بھی تھا اور فقیر بنا ہوا تھا، چنانچہ اس نے سوچا کہ یہ معذور بھی ہے، فقیر بھی ہے، اس کو پیسہ دیتا ہوں، پیسہ اسکو دے دیا، اسکے بعد اسکے پیچھے چلنے لگا، دیکھا کہ وہ سیدھا ایک ایسی دکان پر گیا جہاں چرس بکا کرتا تھا، اس لنگڑے نے اسی پیسہ سے کچھ چرس خریدا، اسکے بعد وہ لنگڑا نوجوان ایک طوائف کے گھر گیا، اور جو پیسہ اس نے دیا تھا اس سے زنا کا مرتکب ہوا، اس نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا حرکت کی، اس نے کھلم کھلا بتا دیا، اس نے آکر کہا کہ حضرت آپ نے سچ کہا، میرا پیسہ مشتبہ تھا میں نے اپنی طرف سے صحیح بندے کو دیا، لیکن اس نے اسکو گناہ کے کاموں میں استعمال کیا، جبکہ آپ کا پیسہ حلال تھا، میں نے ظاہر میں ایک ایسے بندے کو دیکھا جو غیر مستحق تھا، مگر اللہ نے آپ کے پیسوں کو اچھی جگہ پہنچا دیا، آپ نے فرمایا کہ ہم مال کے مصارف سے مال کی آمد کا اندازہ لگا لیتے ہیں، یہ کدھر سے آرہا ہے، حلال آرہا ہے یا حرام آرہا ہے؟

مہمان کے سامنے بھینسے کا سر

ایک مرتبہ ایک مغل بادشاہ نے ایک ایرانی شہزادے کی دعوت کی۔ جب ایرانی شہزادہ آنے والا تھا تو انہوں نے بڑے خانساماں کو بلا کر کہا کہ ایک ملک کا شہزادہ آرہا ہے، تم اس کے لیے ذرا اچھا سا کھانا بنا دینا۔ یہ میزبان کے لیے عزت ووقار کا مسئلہ ہوتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ میں مہمان کو ایسا کھانا پیش کروں جیسے اس کی عزت یا جیسے میرے دل میں اس کی محبت ہے۔ چنانچہ اس نے کہا: بہت اچھا۔

جب ایرانی شہزادہ اپنے دوستوں کے ہمراہ آ کر بیٹھا تو تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، پھر کھانے کا وقت آیا تو خانساماں کو اشارہ کیا گیا کہ آپ ان کے کھانے کے لیے کچھ لائیے، چنانچہ وہ ایک بڑا سا برتن ڈھکا ہوا لایا۔ اسے اوپر سے خوب سجایا گیا تھا جیسے گفٹ پیک ہوتا ہے، اس نے لا کر اسے ایرانی شہزادے کے سامنے پیش کیا کہ جی اسے قبول کیجیے۔ ایرانی شہزادے نے جب اس کو کھول کر دیکھا تو اس کے اندر ایک بھینسے کا کٹا ہوا سر پڑا تھا اور اس کی گردن میں سے خون بھی نکل رہا تھا۔ انسان جب اس قسم کا منظر دیکھتا ہے تو اس کو کراہت محسوس ہوتی ہے۔ وہ تو شہزادہ تھا اور اس نے اس چیز کو بہت ہی معیوب سمجھا کہ مہمان کے سامنے بھینسے کا کٹا ہوا سر لایا گیا ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے بھلا؟ جب اس نے ناگواری کا اظہار کیا تو اس مغل بادشاہ نے خانساماں کو بلا کر کہا: آپ نے تو ہماری عزت بنانے کی بجائے الٹا بے عزتی کروادی، آپ نے تو مہمان کو ناراض کر دیا، ہم نے تو آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ بھینسے کا کٹا ہوا سر سامنے لا کر رکھو، اور سر بھی ایسا کہ اس میں سے خون بھی بہہ رہا ہو۔ ہم نے تو آپ سے کہا تھا کہ مہمان کے لیے کوئی اچھا سا کھانا تیار کر کے لاؤ۔

خانساماں نے جواب میں کہا: جناب! میں نے یہ کھانا ہی تو تیار کیا ہے، کاش اس شہزادے کے اندر اتنی اہلیت ہوتی کہ وہ اس کی پہچان کر سکتا! یہ کھانا ہی ہے۔ آپ ذرا اس کو کہیں کہ وہ اسے ذرا کھا کر دیکھے۔ جب شہزادے نے اس کو ذرا قریب کر کے دیکھا تو وہ دراصل مختلف کھانے بنے ہوئے تھے۔ آنکھیں اور ذائقے کی تھیں، سر اور ذائقے کا تھا، دانتوں میں اور قسم کا ذائقہ تھا اور جس کو وہ خون سمجھ رہا تھا وہ مشروب اور ذائقے کا تھا۔ اب جب ایرانی شہزادے نے اس کو کھانا شروع کر دیا تو وہ واقعی اس خانسامان کی فنی مہارت کا قائل ہو گیا کہ انسان ایسی حیرت انگیز چیز بھی بنا سکتا ہے!

تاریخی عمارتیں دسترخوان پر

بمبئی کا ایک تاجر تھا۔ اس نے ایک مرتبہ ایک وائسرائے کی چائے کی دعوت کی۔ اس نے اس دعوت کے لیے ایک کمپنی کو ٹھیکہ دیا کہ اس کے لیے انتظامات کرو۔ انہوں نے بڑے عالیشان سائبان لگائے، ٹینٹ لگائے اور جگہ بنائی۔ جب مہمان وہاں آئے تو انہوں نے ان کے سامنے ایک میز پر سے کپڑا اٹھایا تو اس کے اندر مختلف عمارتیں بنی ہوئی تھیں: تاج محل بنا ہوا تھا، دہلی کی مسجد بنی ہوئی تھی، لال قلعہ بنا ہوا تھا، گلشن آرا بیگم کا باغ بنا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا: جی ٹھیک ہے، ہم نے اسے دیکھ لیا ہے، تم لوگوں نے یہ چیزیں بہت اچھی بنائی ہیں مگر ہمارے پاس وقت کی کمی ہے، ہمیں واپس بھی جانا ہے، آپ لوگوں نے کہا تھا کہ چائے پلائیں گے، چنانچہ اب آپ چائے کا انتظام کریں۔ یہ سن کر کمپنی کے مینجر نے کہا کہ جناب! ہم نے یہ آپ کے لیے چائے کا ہی انتظام کیا ہے، اس کو ذرا غور سے دیکھیں، یہ دیکھنے میں تاج محل ہے مگر کھانے میں بہترین قسم کا بسکٹ ہے۔ اب جب انہوں نے آگے بڑھ کر کھانا شروع کر دیا تو میناروں میں ذائقہ الگ ہے، دروازوں میں ذائقہ الگ ہے۔ وہ دراصل مٹھائی تھی جو انہوں نے اس انداز میں پیش کی۔ چنانچہ وہ سب لوگ اس پر جھپٹ پڑے اور انہوں نے تھوڑی دیر میں تاج محل بھی کھا لیا، لال قلعہ بھی کھا لیا، مسجد بھی کھا لی اور باغ بھی کھا لیا۔

جب انہوں نے سب کچھ کھا لیا تو انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تم نے اتنا میٹھا سامنے رکھ دیا، کچھ تو نمکین بھی رکھا ہوتا۔ اس نے کہا کہ جناب! جو نیچے دری ہے وہ نمکین کھانے کی بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ دری بھی کھا لی۔

حیران کن سلاد

ایک مرتبہ ہمارے ایک قریبی دوست نے دعوت کی۔ایک خانساماں نے عورتوں کی طرف بھی کھانا بھجوایا۔ وہ افسروں کی بیویاں تھیں۔تھوڑی دیر بعد اندر سے پیغام آیا کہ کھانا تو سارا آ گیا ہے لیکن سلاد ہی نہیں آیا۔تو اس خانساماں نے پیغام بھجوایا کہ بیگمات سے کہو کہ تمہاری تو عمر گزر گئی ہے کھانا پکاتے ہوئے، یہ درمیان میں تمہیں جو سویٹ ڈش کی طرح پھل نظر آ رہے ہیں۔ یہ حقیقت میں ہم نے سلاد بنایا ہوا ہے۔اس نے سلاد کو اس طرح کاٹا تھا کہ وہ انسان کو دیکھنے میں کوئی شو پیس نظر آتا تھا اور عورتیں باوجود اپنی نفاست پسندی کے اس کو ہاتھ ہی نہیں لگا رہی تھیں کہ یہ تو دیکھنے کے لیے کوئی ماڈل سامنے رکھا ہوا ہے۔ وہ کوئی ماڈل نہیں تھا بلکہ اس نے سلاد کاٹ کر رکھا ہوا تھا۔ پھر جب عورتوں نے کھانا شروع کیا تو انہوں نے مان لیا کہ اس شخص کو اپنے فن میں بڑا تجربہ حاصل ہے۔

غور کیجیے کہ شیر اور چیتے ساری زندگی کچا گوشت کھاتے ہیں۔ان کے اندر عقل نہیں ہے کہ وہ گوشت کے ساتھ سبزی ملا کر کھالیں۔اس کو بھون کر کھالیں یا گوشت کو سوپ بنا کر پی لیں۔اس کے برعکس انسان کو دیکھیں، گوشت کی کتنی ڈشز بنا لیتا ہے! عورتیں کھانے کے ساتھ تو سویٹ ڈشز بھی بنا لیتی ہیں۔

خوف و خشیت

اور

توبہ ومغفرت

چھ عورتوں کو جہنم میں دیکھنے پر خوف

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف لے گئے اور فاطمۃ الزہراءؓ کو بتایا، فاطمہ! تین دن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عجیب کیفیت طاری ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور فوراً واپس چلے جاتے ہیں، کسی سے گفتگو نہیں کرتے، گھر جا کر بھی مصلے کے اوپر رہتے ہیں، وہاں بھی کسی سے گفتگو نہیں فرماتے اور مسلسل روتے جارہے ہیں آپ ان کی لاڈلی بیٹی ہیں، لہذا آپ جا کر ان سے پوچھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت سن کر فاطمۃ الزہراءؓ فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، جا کر دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعی بہت غم زدہ ہیں۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھیں اور عرض کیا، ابا جان!...مایبکیک ؟(آپ کس وجہ سے رورہے ہیں؟)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فاطمہ! مجھے خیال آرہا ہے کہ جب میں نے معراج کی رات جہنم کو دیکھا تو میں نے اس میں کچھ عورتوں کو عذاب پاتے دیکھا، وہ نقشہ اس وقت میرے سامنے ہے، اور اپنی امت کے غم میں رورہا ہوں اور اللہ رب العزت سے اس کی مغفرت مانگ رہا ہوں۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جہنم میں کیا دیکھا؟ اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھے عورتوں کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں نے ایک ایسی عورت کو دیکھا جو اپنی زبان کے ذریعہ لٹکی ہوئی تھی ....آپ دیکھیں کہ زبان کتنی نازک ہوتی ہے، اگر بندہ تھوڑی سی پکڑ کر کھینچے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ عورت اپنی زبان کے ذریعہ لٹک رہی تھی۔ جیسے قصائی کسی بکرے کے کان میں سوراخ کر کے سر کو کیل کے ساتھ لٹکا دیتے ہیں، اسی طرح وہ پوری عورت جہنم کے اندر اپنی زبان

کے ذریعہ لٹک رہی تھی۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ عورت کون تھی؟ فرمایا یہ وہ عورت تھی جو دوسروں کی غیبت کرتی تھی، طعنے دیتی تھی، اپنی زبان سے دوسروں کو ایذاء پہونچاتی تھی، یوں اپنی زبان کو غلط استعمال کرتی تھی، اس لئے اللہ تعالی اس کو جہنم کی آگ میں فرائی کر رہے تھے۔ فرائی کرنے والے کیا کرتے ہیں؟ وہ اسی طرح پورے مرغے کو لٹکا دیتے ہیں اور وہ نیچے سے بھونا جا رہا ہوتا ہے، اللہ تعالی بھی ایسی عورت کو زبان کے ذریعہ سے لٹکا کر جہنم کی آگ میں بھونیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فاطمہ! میں نے ایک دوسری عورت کو دیکھا جس کے سینے کے دونوں پستان کے اندر ایک سلاخ ڈالی گئی تھی۔ وہ اس طرح کہ ایک پستان کی ایک طرف سے سلاخ ڈالی گئی تھی اور اس پستان میں سے ہوتی ہوئی دوسرے پستان کے اندر سے گذر گئی تھی اور اس سلاخ کے سہارے اس عورت کو جہنم کی آگ کے اندر لٹکایا گیا تھا۔ اندازہ کریں کہ وہ کتنی تکلیف میں ہوگی۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ عورت کون تھی؟ فرمایا، وہ زانیہ عورت تھی جو اپنے آپ پر غیر مردوں کو قابو دیتی تھی۔

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے بالوں کے ذریعہ جہنم میں لٹکائی گئی تھی.... بال کتنے نازک ہوتے ہیں، اگر چھوٹا دودھ پیتا بچہ بھی اپنے ماں کے بال پکڑ کر کھینچے تو بعض اوقات ماں کے آنسو بھی نکل آتے ہیں، اتنی تکلیف ہوتی ہے.... اس عورت کو بالوں کے ذریعہ لٹکایا ہوا تھا اور فرمایا کہ اس کا دماغ ہانڈی کی طرح کھول رہا تھا۔ اللہ کی پناہ۔ فاطمۃ الزہراءؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس عورت کو اس طرح کس وجہ لٹکایا گیا تھا؟ فرمایا وہ بے پردہ گھر سے نکل کر گھومنے والی عورت تھی، اس کی بے پردگی کی وجہ سے اللہ تعالی اس کو یہ سزا دے رہے تھے۔

پھر ایک چوتھی عورت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ سر سے باندھے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ عورت تھی جو دنیا میں جنابت اور حیض سے پاک صاف ہونے کا خیال نہیں رکھتی تھی۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے پانچویں عورت کو دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے کی طرح بن گیا تھا۔ وہ عورت ہی تھی لیکن اسکے جسم کی جلد ایسی بن گئی تھی کہ چہرہ خنزیر کی طرح اور باقی جسم گدھے کی طرح لگتا تھا۔ گویا اسکی شکل مسخ کردی گئی تھی اور اس طرح اسکو عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ وہ عورت تھی جو جھوٹ بولتی تھی، غیبت کرتی تھی، اور چغل خوری کی مرتکب ہوتی تھی۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے چھٹی عورت کو جہنم میں دیکھا کہ اس کی شکل کتے جیسی تھی اور وہ ایسی آواز نکالتی تھی جیسے کوئی کتا بھونک رہا ہوتا ہے۔ آگ اس کے منہ میں داخل ہوتی تھی اور اسکے پاخانہ کی جگہ سے باہر نکل جاتی تھی اور اسکو فرشتے گرز مار رہے تھے، پوچھا گیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے کون سا قصور کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے اندر حسد بہت زیادہ تھا۔

(کتاب الکبائر للذہبی ص: ۱۷۷)

بناوٹی خوف

حضرت معروف کرخیؒ کے زمانے میں ایک شخص بڑا صوفی صافی بنتا تھا ایک مرتبہ جو امام مسجد میں تھے وہ آنہ سکے، کوئی عذر تھا۔ تو لوگوں نے اسے کہا کہ جی آپ نماز پڑھا دیجئے وہ کہنے لگا کہ ابھی میں تو نماز نہیں پڑھاتا، پوچھا کیوں؟ کہنے لگا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میں نماز شروع کروں اور میری موت آجائے اور نماز مکمل نہیں کرسکوں، لوگوں نے کہا کیا بات ہے! ایسی تکلیف کہ نماز شروع کریں تو یہ خوف ہے کہ موت نہ آجائے اور نماز مکمل نہ ہو سکے،

تو لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ پڑھا دیجئے، وہ راضی ہو گیا اور کہنے لگا اچھا میں یہ نماز پڑھا دیتا ہوں، اگلی نماز نہیں پڑھاؤں گا تو بایزید بسطامیؒ نے اسے پکڑ کر گریبان سے پیچھے کیا، فرمایا تو بناوٹی بندہ ہے، ابھی کہہ رہا تھا کہ میرے اوپر اتنا خوف غالب ہے کہ نماز شروع کروں تو پتہ نہیں مکمل بھی کر سکوں گا یا نہیں اور ابھی کہہ رہا ہے کہ اگلی نماز نہیں پڑھاؤں گا، کیا اگلی نماز تک زندہ رہنے کا یقین ہے؟ تو انسان کا عمل دل کی حالت کھول دیتا ہے! یہ بناوٹ چل نہیں سکتی۔ اسی لئے جسم کے اعمال گواہی دیتے ہیں کہ دل کی حالت کیا ہے؟

(اولیاء اللہ کے اخلاق ص:۹۰)

ایک بچہ کا خوف

بہلول دانا فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ گلی سے گزر رہا تھا کہ میں نے کچھ ایسے بچوں کو دیکھا جو کھیل رہے تھے، ان کے قریب ہی کچھ اور بچے موجود تھے مگر ایک بچہ الگ بیٹھا ہوا برابر مغموم اور اداس نظر آ رہا تھا۔ میرے دل میں بات آئی کہ میں اس بچہ کا دل بہلاؤں پتہ نہیں کیوں اداس اور مغموم ہے۔ چنانچہ میں نے اسے پوچھا: بیٹا! تمہیں کیا ہوا؟ تم ان کے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے ہو؟ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا چچا جان! (**افحسبتم انما خلقنکم عبثا**) (النور ۱۱۵) یعنی کیا آپ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم بے فائدہ پیدا کئے گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں بچے کی یہ بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ چنانچہ میں نے اسے پوچھا: بیٹا! تم ابھی چھوٹے ہو تمہیں ابھی سے اتنا فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ کہنے لگا چچا جان! میں اپنے گھر میں دیکھتا ہوں کہ جب میری امی نے آگ جلانی ہوتی ہے تو وہ چولہے کے اندر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں پہلے ڈالتی ہے اسی طرح وہ آگ سلگاتی ہے اور جب آگ بھڑک اٹھتی ہے تو پھر بڑی لکڑیوں کی باری آتی ہے، چچا جان! جب میں یہ منظر دیکھتا ہوں تو مجھے قیامت کا دن یاد آ جاتا ہے، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سلگانے کیلئے

چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے ڈالیں اور جب آگ بھڑک جائے، تو بڑے انسانوں کی باری بعد میں آئے۔ اللہ اکبر!۔

نوٹ: واقعہ امام زین العابدین کے بچپن کا ہے۔

علمی مضامین ۱۴۱

پلک کے بال بھیگنے پر مغفرت

ایک روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک وقت ایسا آئیگا کہ جب جہنمیوں کو نکال لیا جائیگا۔ شفاعت کرنے والے شفاعت کرلیں گے۔ حتی کہ اور کوئی شفاعت کرنے والا نہیں رہیگا۔ اس وقت ایک بندہ بڑا پریشان ہوگا کہ میرا تو شفاعت کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، میں کیسے نکلوں گا۔ اس وقت اس کی پلکوں کا ایک بال ہوگا، وہ بال اللہ رب العزت سے ہم کلامی کرے گا اور کہے گا: اے پروردگار! پوری زندگی میں یہ بندہ ایک مرتبہ تیری محبت میں اور گناہوں سے نادم ہوکر رویا تھا اور اس کی آنکھ سے اتنے آنسو نکلے تھے کہ میں تر ہوگیا تھا، میں بال گواہی دیتا ہوں۔ پروردگار عالم فرشتے کو حکم دینگے کہ ہم نے اس بال کی گواہی قبول کی اعلان کردو کہ ہم نے اس کو جہنم سے نکال کر جنت عطاء کردی۔

سب سے برا سب سے اچھا ہوگیا

ایک آدمی بڑا ہی بدکار تھا.... حضرت موسیٰ کے دل میں ایک مرتبہ خیال آیا اور دعا کی: اے اللہ! اس وقت جو بندہ سب سے زیادہ گنہگار ہے اسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا.... یہ ایک بدکار بندہ تھا جو ہروقت جوانی کی مستیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور برائی کے سواء کوئی کام ہی نہیں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد موسیٰ کے دل میں دوبارہ خیال آیا اور دعا کی: اے اللہ! جو تیرا بڑا ہی عبادت گزار بندہ ہے اس کو بھی دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں جگہ پر ہے۔ جا کر دیکھا تو وہی بندہ تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسٰیؑ بڑے حیران ہوئے اور کہا: پروردگار عالم! یہ تو سب سے زیادہ گنہگار بندہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے سامنے تھا۔ کوئی بات ہوئی تو اس کی بیوی نے اس کو کہہ دیا کہ تیرے اعمال تو ایسے ہیں کہ تو تو پکا جہنمی ہے۔ اس نے بیوی کو جواب دیا: ہاں، میں اگرچہ بڑا گنہگار ہوں مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں،، چونکہ اس نے امید والی بات کہی، اس لئے ہماری رحمت جوش میں آئی اور ہم نے اس کے سب گناہوں کو اس کی نیکیوں میں بدل دیا، اس لئے یہ سب سے زیادہ نیکیوں والا بندہ بن گیا۔

نیکوں کے ساتھ حشر کی تمنا

بنی اسرائیل کا ایک آدمی بڑا عبادت گزار تھا اور ایک آدمی بڑا گنہگار تھا۔ جب اس عبادت گزار کو پتہ چلا کہ یہ اتنا گنہگار ہے تو اس کے دل میں اس کے بارے میں نفرت پیدا ہوگئی۔

جب برے آدمی سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ جو یہ نیک بندہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ہی نیک بندوں کے ساتھ میرا حشر فرمادے۔ اس نیک آدمی کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ اس کے دل میں تو یہ بات تھی کہ یہ بڑا برا آدمی ہے۔ پھر اس نیک آدمی سے حضرت موسیٰؑ نے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: جی! بس دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے ساتھ مجھے اکھٹا نہ کرے۔ اس کے دل میں یہ یقین تھا کہ یہ گنہگار ہے اس لئے جہنم میں جائیگا، لہذا میں اس کے ساتھ اکھٹا نہیں ہونا چاہتا۔

وہ خود پسندی کے باعث یہ بات کر بیٹھا کہ جی دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اس کے ساتھ اکھٹا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ آپ اس گنہگار کو جنت

کی بشارت دے دیجئے، اس نے نیکوں کے ساتھ حشر کی تمنا دل میں رکھی اور اس نیک آدمی کو جہنم کی خبر دے دیجئے، اس لئے کہ اس نے دعا مانگی تھی کہ اس کے ساتھ اکھٹا نہ کرنا، اب تو وہ جنت میں ہے اور جنت میں وہ اس کے ساتھ اکھٹا نہیں ہوسکتا، اس اسلئے اس کو جہنم میں بھیجا جائیگا۔

بدکار عورت کی سچی توبہ

بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو بہت بدکردار تھی، اللہ نے اس کو حسن و جمال خوب دیا تھا اور وہ بدکار بھی انتہاء درجہ کی تھی، پوری بستی کے ساتھ اس کے تعلقات تھے وہ اتنی مالدار ہوگئی کہ اس نے اپنے لئے بڑا محل بنالیا تھا اور ایک تخت بنوایا اور وہ بن سنور کر ملکہ کی طرح تخت پر بیٹھتی تھی اور اسکے ساتھ غلط تعلق رکھنے والے پورے شہر کے امراء تھے اس کی زندگی ایسی ہی گزر رہی تھی۔

ایک مرتبہ کیا ہوا کہ وہ اپنے گھر کا دروازہ کھول کر تخت پر بیٹھی تھی کہ قریب کسی اور بستی کا نوجوان تھا جو نیک تھا، عبادت گزار تھا، وہ ادھر سے گزرا اور گزرتے ہوئے اچانک جو اسکی نظر اٹھی تو اس عورت پر جا پڑی اور اس عورت کی ایسی تصویر اس کے دل میں چھپی کہ وہ آگے تو چلا گیا مگر اسکا دھیان ادھر ہی بھٹک گیا، پھر وہ مراقبہ میں، ذکر میں، تسبیحات میں، تلاوت میں جب بیٹھتا تو اس کا دل ہی نہیں لگتا تھا اسنے روزے بھی رکھے لیکن خیال نہ نکلا، اس نے اپنے آپ کو تکلیف بھی پہونچائی، کئی کئی دن اپنے آپ کو بھوکا پیاسا بھی رکھا، مگر اس کے دل سے خیال نہ نکلا، حتی کہ ایک دن اس نے سوچا کہ جب اس خیال سے میری جان چھوٹتی ہی نہیں تو میں جاتا ہوں، چنانچہ اسکے پاس جو تھوڑا بہت سامان تھا وہ اس نے بیچا اور اسنے اتنے پیسے تیار کئے جتنے سے وہ بدکار عورت اپنے پاس آنے کی اجازت دیتی تھی، وہ اس عورت کے پاس آیا اور اس کو پیسے دے کر اسکے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا، بات چیت کرنے لگا، اچانک بات چیت کے دوران اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے نیکوکاری کے اتنے سال گزارے ہیں، آج میرے اللہ مجھے اس غیر محرم کے

ساتھ بیٹھے ہوئے بھی دیکھ رہے ہونگے ،بس یہ خیال دل میں آیا تو اللہ کا درد دل پر غالب آگیا اور نوجوان نے کانپنا شروع کر دیا، عورت اس سے پوچھتی ہے تم کانپ کیوں رہے ہو؟ تمہارا چہرہ کیوں پیلا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ بس میری طبیعت ٹھیک نہیں، اسنے کہا کہ پھر تم جس مقصد کے لئے آئے ہو وہ مقصد پورا کرو اور جاؤ، اس نے کہا: نہیں، وہ بڑی حیران ہوئی کہ آج تک میں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا مرد نہیں دیکھا جو میرے قریب اس طرح چار پائی پر آکر بیٹھے اور پھر برائی کئے بغیر چلا جائے، یہ نوجوان کیسا ہے؟ مگر نوجوان نے کہا: اچھا میں جاتا ہوں، اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ کیا ہو؟ اسنے بتایا کہ میں اس نام کا بندہ ہوں اور فلانی بستی کا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے کہ میں نے اتنی عمر مصلے پر بیٹھ کر گزار دی، آج میرا اللہ مجھے تیرے ساتھ بیٹھے ہوئے بھی تو دیکھ رہا ہے، بس اس کے بعد اس نوجوان کی آنکھوں میں سے آنسو آگئے اور وہ چل پڑا۔

اب وہ چلا تو اس عورت کو جو تھوڑی دیر کی صحبت اس نوجوان کی نصیب ہوگئی اسکی برکت اس کو مل گئی، چنانچہ عورت کے دل میں خیال آیا کہ یہ کنوارا نوجوان اتنا اللہ سے ڈرتا ہے! جب کہ اس نے گناہ بھی نہیں کیا اور میں تو سارا دن اور ساری رات گناہوں کا مرتکب ہونے والی ہوں، میں تو خدا سے ڈرتی ہی نہیں، اسکے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی ندامت آنے لگی کہ کروں تو کیا کروں؟ دل میں خیال آیا کہ اچھا چلتی ہوں اور حضرت موسیٰؑ سے پوچھتی ہوں کہ کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی صورت بنتی ہے، وہ اپنے گھر سے نکل کھڑی ہوئی، اب اس کو بستی کا ایک ایک بندہ پہچانتا تھا وہ ایسی نامی گرامی چیز تھی، وہ چلی اور جاکر حضرت موسیٰؑ کو جو دیکھا تو وہ اس وقت بنی اسرائیل کے لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے، اس نے کسی آدمی کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ حضرت موسیٰؑ سے جا کر کہو کہ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں، اب جس کو پیغام دیا وہ بے وقوف تھا، کچھ پیغام پہونچانے والے بھی تو بے وقوف ہوتے ہیں، جسکو ڈھنگ ہی نہیں آتا پیغام پہونچانے کا، اس خدا کے بندے نے سیدھا جا کر سب کے سامنے کہہ دیا کہ حضرت آپ سے فلاں عورت ملنے آئی ہے، حضرت موسیٰؑ نے

نام سنا تو آپ کو بہت جلال آیا کہ لوگ کیا سوچتے ہوں گے کہ ایسی عورت ان سے ملنے کے لئے آئی، ان کا کیا تعلق اس سے؟ حضرت موسیٰؑ نے غصہ میں کہہ دیا کہ اس سے کہو چلی جائے، میں اس سے نہیں ملنا چاہتا، اس بے وقوف نے آکر کہا کہ میں نے بات کہی تو حضرت موسیٰؑ بڑے ناراض ہوئے، وہ تو بڑے خفا ہوئے تم سے، وہ ڈر گئی اس نے کہا کہ میری بدکاریاں ایسی ہیں کہ اللہ مجھ سے پہلے ناراض تھا اور اب اللہ کا نبی بھی مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا، میرے لئے تو اب دنیا میں ٹھکانہ کوئی نہیں، بڑے اداس اور بوجھل قدموں کے ساتھ وہ وہاں سے واپس آئی اور اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے، اب وہ حیران تھی کہ اللہ کے نبیؑ نے بھی میرے ساتھ بات کرنا گوارا نہ کیا، میں اتنی گری ہوئی چیز ہوں کہ وہ بات کرنا بھی نہیں چاہتے، چنانچہ وہ گھر آئی اور اسنے گھر کی کنڈی لگائی اسنے اپنے کسی بڑے سے سنا ہوا تھا کہ بندہ جب اپنے رب کو منانا چاہے تو اسکو چاہئے کہ وہ اس کے سامنے سجدہ کرے، چنانچہ اسے اور کوئی طریقہ آتا نہیں تھا، گھر کی کنڈی لگا کر ایک جگہ اس نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا دل سے یہ کہہ رہی ہوگی۔

میں تیرے سامنے جھک رہی ہوں خدا
میرا کوئی نہیں اللہ تیرے سواء

اسے پوری دنیا میں اور کوئی نجات کا راستہ نظر نہیں آتا تھا، پھر اللہ کی شان دیکھئے! اس نے رات گزاری اگلے دن اس کے دل میں خیال آیا کہ میں عورت ذات ہوں، اکیلی مکان میں رہتی ہوں، ایک میری خادمہ ہے تو میں اگر نیت کر بھی لوں تو جتنے لوگوں نے میرے ساتھ بدکاریاں کی ہیں، وہ تو مجھے اس میں نہیں رہنے دینگے، تو بہتر یہ ہے کہ میں اس جگہ کو چھوڑ کر چلی جاؤں تبھی اس نے فیصلہ کرلیا کہ میں یہاں سے چلی جاتی ہوں، اس نے اپنے آپ کو ایک سادہ سے کپڑے میں لپیٹا تاکہ کوئی کپڑوں کو اور حسن و جمال کو نہ دیکھے کہ یہ کون جارہی ہے پھر اس نے سوچا عورت ذات ہوں، کہاں جاؤں؟ دل میں خیال آیا کہ وہ جو نیک نوجوان تھا جس کے دل میں اللہ کا اتنا

خوف تھا کہ وہ اللہ کے ڈر سے کانپ رہا تھا کیوں نہ میں اس نیک بندے کے پاس چلی جاؤں اور اسکی خادمہ بن کر رہ جاؤں، ممکن ہے کہ وہ مجھے نکاح میں ہی قبول کر لے، یہ اس بستی کی طرف چل پڑی، چنانچہ ڈھونڈ ھتے ہوئے یہ اس بستی میں اسکے گھر پہونچی اور گھر والوں سے کہا کہ میں فلاں بندے سے ملنے کے لئے آئی ہوں، تو انہوں نے کہا کہ اسکا ذکر وعبادت کا معمول ہے اور وہ کمرے سے اتنے بجے نکلتا ہے تم انتظار کرلو، چنانچہ اس نے کہا: بہت اچھا، یہ انتظار میں بیٹھ گئی، جب انتظار کرنے بیٹھی ہوئی تھی تو اچانک اس نوجوان نے دروازہ کھولا اور اسکی نظر اس عورت پر پڑی، یہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی، جب نوجوان نے عورت کا چہرہ دیکھا تو اس کو اپنا وہ وقت یاد آ گیا کہ وہ کون سا وقت تھا میں اپنے مصلے کو چھوڑ کر بالآخر اس کی چارپائی پر جا بیٹھا تھا، تو اس نوجوان کے دل پر خوف طاری ہو گیا کہ کہیں یہ میرا ایمان خراب کرنے تو یہاں نہیں آ گئی، میں نے تو اتنی مشکل سے اسکا تصور ذہن سے نکالا تھا، تو نوجوان پر اتنا خوف طاری ہوا کہ وہ وہیں پر گرا اور اسکی جان ہی چلی گئی اب اسکی وفات پر گھر والے بھی رنجیدہ اور اس عورت کو بڑا ہی غم تھا، خیر تین دن کے بعد اس عورت نے اس کے گھر والوں کو بتایا کہ میں تو اس نیت سے آئی تھی، تو انہوں نے کہا اب وہ تو اس دنیا سے چلا گیا اس کا ایک بھائی ہے، اگر تم مناسب سمجھو تو ہم اس سے پوچھ لیتے ہیں، اگر وہ تمہارے ساتھ نکاح کر لے تو تم اسکے ساتھ نکاح کرلو، اس نے کہا ٹھیک ہے، جب بھائی سے پتہ کیا تو اسنے کہا: ٹھیک ہے کہ اگر پہلے یہ ایسی عورت رہی ہے اور اب توبہ کی نیت کر چکی ہے تو میں اس کو اپنے نکاح میں قبول کرلوں گا، چنانچہ اس عورت کا اس کے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا اور اس عورت کو اللہ تعالی نے سات بیٹے عطا فرمائے اور وہ ساتوں بیٹے بنی اسرائیل کے اولیاء میں سے گزرے، ایسی بدکار عورت بھی اگر توبہ کرتی ہے اللہ تعالی اسے سات ولیوں کی ماں بنا دیتے ہیں، وہ مولی کتنا کریم ہے۔

(درۃ الناصحین ص: ۲۰۵- کتاب التوابین ۴۵- سیلاب مغفرت ۱۱۹)

مالک بن دینار کی توبہ کا سبب

چنانچہ ایک بزرگ گزرے ہیں مالک بن دینارؒ، پولس کے محکمے میں شروع میں کام کرتے تھے اور شرابی کبابی قسم کے آدمی تھے، ایک بہت خوبصورت باندی انہوں نے خریدی اور اس سے ان کو بڑی محبت تھی، اس باندی سے ان کی ایک بیٹی ہوئی، وہ اپنی ماں سے بھی زیادہ خوبصورت تھی، ان کو اس بیٹی سے بہت پیار تھا یہ اکثر اس بیٹی کو اپنی گود میں اٹھائے رکھتے اور وہ بچی ان سے کھیلتی، ان سے باتیں کرتی، جب وہ دو سال کی ہوگئی، یہ جب بھی اسے لے کر گود میں بیٹھتے اور شراب پینے لگتے تو وہ گلاس ان کے ہاتھ سے لے کر گرا دیتی، کبھی ان کی داڑھی کے ساتھ کھیلتی مگر یہ اس کو کچھ نہ کہتے، اللہ کی شان کہ کسی بیماری کی وجہ سے دو سال کی عمر میں اس بچی کی وفات ہوگئی ان کے دل پر بڑا صدمہ ہوا، کئی دن مغموم رہے، ایک دن سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ قیامت کا دن ہے، ایک زوردار دھماکہ ہوا، جب انہوں نے دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدہا ہے جو منہ کھولے ان کی طرف بھاگا چلا آرہا ہے، اب اس اژدہے کو دیکھ کر ان کی حالت بری، یہ پریشان، یہ بھاگنے لگے، بھاگتے جارہے ہیں، اژدہا پیچھے آرہا ہے، راستے میں ان کو ایک کمزور سا آدمی ملا، سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، بوڑھا تھا، انہوں نے اس سے کہا کہ مجھے اژدہے سے بچاؤ! وہ بوڑھا کہنے لگا میں تو کمزور ہوں میں تو بچا نہیں سکتا، البتہ تمہیں آگے یہ پہاڑیاں نظر آرہی ہیں تم ان کی طرف جاؤ! تو شاید بچنے کا کوئی سبب بن جائے، انہوںؒ نے بھاگنا شروع کردیا، اژدہا ان کے پیچھے پیچھے.... ایک پہاڑی کی طرف جو بھاگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آگے جہنم ہے، قریب تھا کہ یہ پہاڑی کی طرف جاتے تو جہنم میں گر جاتے، یہ وہاں سے پھر واپس بھاگے، جب انہوں نے وہاں سے ٹرن لیا تو اژدہا بھی ان کے پیچھے، اب اژدہا پہلے کی نسبت ان کے قریب ہوگیا تھا اور ان کو محسوس ہوا کہ شاید یہ اژدہا مجھے پکڑ لے گا اور ایک لقمہ بنالیگا، پھر بھاگے بھاگے واپس آئے تو وہی بوڑھا نظر آیا، انہوں نے پھر درخواست کی کہ

مجھے بچا لیجئے! اس نے کہا کہ میں تو کمزور ہوں، میں تو مدد نہیں کرسکتا، البتہ تم اس دوسری پہاڑی پر جاؤ! شاید تمہارے بچنے کی کوئی صورت نکل آئے، یہ دوسری پہاڑی کی طرف بھاگے اب اژدہا بھی تیز بھاگنے لگا، اتنا قریب آ گیا کہ ان کو یہ ڈر ہوا کہ بس اب تھوڑی دیر میں اژدہا مجھے اپنے منہ میں ڈال لیگا، اور اژدہا ایسی آواز نکال رہا تھا اور اتنا بڑا تھا، خوف کے مارے پسینے چھوٹ رہے تھے اور بری حالت تھی، یہ ذرا آگے گئے تو انہوں نے وہاں بہت سے مکانات بنے ہوئے دیکھے، وہاں ایک دربان تھا اس نے ان کو دیکھتے ہی اعلان کیا کہ بچو! باہر نکلو تم میں سے کوئی ہے جو اسکی شفاعت کرنیوالا ہو، تو اس بات کو سنتے ہی دروازے کھل گئے، لاکھوں بچے اس مکان میں سے باہر جھانکنے لگے، تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی دو سال کی بیٹی جو فوت ہوگئی تھی اچانک وہ سامنے آئی، اس نے چھلانگ لگائی اور ان کے قریب آ گئی، اس نے اپنے ہاتھ کا اشارہ جو کیا تو وہ اژدہا پیچھے بھاگ گیا، اب یہ بیٹی کو گود میں لے کر بڑے خوش ہوگئے، کہنے لگے بیٹی تو یہاں کیسے؟ تو بیٹی نے کہا:

﴿الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلو بھم لذکر اللّٰہ﴾ کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے ڈر جائیں،، وہ نیک بن جائے ان کے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا، کہنے لگے،، بیٹی یہ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگی کہ یہ وہ گھر ہے کہ جب مسلمانوں کے چھوٹے بچے فوت ہوجاتے ہیں وہ یہاں پر پالے جاتے ہیں تاکہ قیامت کے دن وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت کرسکیں، آپ کو جب میں نے دیکھا تو میں آپ کی گود میں آ گئی، انہوں نے کہا کہ یہ اژدھے والا معاملہ کیا ہے؟ تو بچی نے کہا: کہ ابو! یہ اژدھا آپ کے گناہ ہیں جو اتنے زیادہ تھے کہ اتنے بڑے اژدھے کی صورت اختیار کر گئے اور اس بوڑھے کو جو آپ نے دیکھا، وہ آپ کے نیک اعمال ہیں، اگر آپ کے نیک اعمال زیادہ ہوتے تو وہ نوجوان بندے کی شکل میں ہوتا اور آپ کو اژدھے سے بچا لیتا، گناہ تھوڑے ہوتے تو اژدھا چھوٹا ہوتا، اب وہ آپ کے نیک اعمال آپ کو بچا تو نہیں سکے مگر انہوں نے

رہنمائی کر دی کہ آپ میری طرف آجائیں، چنانچہ اب میں نے آپ کو اژدھے سے بچالیا، تو ابو! اب آپ توبہ کر لیجئے، اللہ سے ڈر جایئے، اس خواب کے پورا ہوتے ہوئے ان کی آنکھ کھل گئی، انہوں نے سچی توبہ کر لی اور پھر اتنے بڑے ولایت کے مقام کو پانے والے بزرگ بن گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آج کی اس محفل میں سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(کتاب الکبائر ۱۹۴-نزہۃ البساتین حکایت ۱۵۱-کتاب التوابین ۲۰۵ لابن قدامہ)

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ

غزوۂ تبوک کے لئے دس ہزار صحابہ جمعرات کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چلے، تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے تھے جو مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے، ان میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں، اس سے پہلے ایسی دو اونٹنیاں کبھی نہیں ہوئی تھیں، اور گھر میں بیویاں بھی تھیں میں نے سوچا کہ میں نے جہاد پر تو جانا ہی ہے، چلو ایک اور دن بھی گھر میں گزار لیتا ہوں، اس طرح گھر والے بھی خوش ہو جائیں گے اور میرے پاس تیز سواری ہے جس کی وجہ سے میں جلدی پہونچ جاؤں گا، بالفاظ دیگر انہوں نے یہ کہا کہ مال و جمال نے مجھے روک لیا، فرماتے ہیں کہ میں آج کل آج کل ہی کرتا رہا اور کہتا رہا کہ میں پہونچ جاؤں گا، مدینہ میں جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک دو کے علاوہ باقی سب منافقین ہی تھے، میں جانے کے لئے سوچتا ہی رہا، بالآخر پتہ چلا کہ وہ قافلہ واپس آ رہا ہے، اب مجھے محسوس ہوا کہ مجھ سے تو بڑی غلطی ہوئی ہے، مجھے تو چلے جانا چاہئے تھا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے تو منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے اپنے عذر پیش کئے کہ ہم اس اس وجہ سے غزوہ میں نہ جا سکے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قسموں کو سن کر .... ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ...

فرماتے رہے۔

میں نے دل میں سوچا کہ میں جھوٹی قسم کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خاموش کر دوں گا لیکن اللہ تعالیٰ تو دلوں کی کیفیت کو جانتے ہیں، جھوٹ تو جھوٹ ہوتا ہے، لہٰذا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلا کم وکاشت سچی بات کہہ دینی چاہیے، چنانچہ میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے سستی ہوگئی ہے، ورنہ میں جلدی بھی نکل سکتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، چونکہ تم نے وضاحت سے بات بتادی ہے اس لئے جب تک ہمیں اوپر سے اشارہ نہیں ہوگا ہم اس بات کا جواب نہیں دیں گے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بھی فرمادیا کہ تم نے اس بندے سے نہیں بولنا۔

فرماتے ہیں کہ ایک میں تھا اور میرے علاوہ دو ساتھی اور بھی تھے، ایک مرارہ بن ربیعؓ اور دوسرے ہلال بن امیہؓ، ان دونوں کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا، وہ دونوں اپنے اپنے گھروں میں بند ہو کر رہ گئے، لیکن میں آتا جاتا رہا، اس طرح مجھے لوگوں کے ری ایکشن (ردعمل) کا پتہ چلتا رہتا تھا، میں نے ایک دن اپنے کزن ابوقتادہؓ سے بات کرنا چاہی لیکن اس نے مجھے جواب ہی نہ دیا، میں تو اسے اپنا جگری دوست سمجھتا تھا، لیکن اسنے بھی بے رخی کا مظاہرہ کیا، میں نے اس سے کہا، اے ابوقتادہؓ! کیا آپ جانتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں؟ اس نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، اس کا یہ جواب سن کر میں بہت ہی پریشان ہوا کہ اب میرا یہ حال ہے کہ مجھ سے کوئی بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

میرے دل میں یہ غم تھا کہ اگر اسی حالت میں میری موت آگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھیں گے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ناراض جائیں گے، اور یہ بھی خسارے سے کم نہیں

تھا، اس غم نے مجھے بے چین کر دیا۔

ایک مصیبت اور آ پڑی کہ یہ بات چلتے چلتے عیسائیوں کے بادشاہ شاہ غسان جبلۃ ابن ایہم تک جا پہونچی، اس نے کسی کے ذریعہ میری طرف ایک خط بھیجا، اس میں اس نے لکھا کہ تمہارے سردار نے تمہیں بہت مشکل میں ڈالا ہوا ہے، لہذا اگر تم میرے پاس آ جاؤ تو میں تمہاری مدد بھی کروں گا اور تمہیں عزت بھی دوں گا، میں نے اس کا وہ خط تو تنور میں پھینک دیا، لیکن مجھے دکھ اس بات کا تھا کہ شیطان کو حملہ کرنے کے لئے میں ہی ملا تھا کہ اب کافر مجھ سے طمع رکھنے لگ گئے ہیں، میں اتنا نیچے گر گیا ہوں اور میری حالت اتنی پتلی ہوگئی کہ کافروں کو مجھ سے اتنی بات کرنے کی جرات ہوگئی، اس کا یہ خط مجھ پر بجلی بن کر گرا۔

بڑی مشکل سے چالیس دن گزرے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام ملا کہ بیوی سے بولنا بھی بند کر دو.... بیوی تو بوڑھاپے کی لاٹھی ہوتی ہے، اس کی جتنی ضرورت جوانی میں ہوتی ہے اس سے زیادہ ضرورت بوڑھاپے میں ہوتی ہے کیونکہ سارے کام وہی سمیٹتی ہے.... جب بیوی سے نہ بولنے کا حکم ہوا تو پریشانی اور زیادہ بڑھ گئی، میرے دوسرے ساتھی ہلال بن امیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں بوڑھا ہوں اور خدمت کی ضرورت ہے، فرمایا، ہاں تمہاری بیوی تمہارے باقی کام کر سکتی ہے لیکن تم حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتے، مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ تم بھی چلے جاؤ لیکن مجھے حجاب محسوس ہوتا ہے کہ میں کیسے جاؤں، میری یہ حالت ہوگئی کہ مجھے زمین کے اوپر سے زمین کے اندر کا زیادہ اچھا محسوس ہونے لگا، زمین اپنی پوری فراخی کے باوجود مجھے تنگ محسوس ہونے لگی۔ حتی اذا ضاقت علیھم الارض [illegible] ﴿حتی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی﴾

مجھے اللہ کے سوا کوئی ملجا و ماوی نظر نہیں آتا تھا.... یہ ایسے ہی ہوتا ہے کہ آج کل کے

دنیا دار لوگ مہینہ کی ابتداء میں تنخواہ ہاتھ میں لے کر کہتے ہیں،، لوٹ لے موج بہار اور جب بیس پچیس دن گزر جائے اور قرضے چڑھنے لگ جائے تو کہتے ہیں۔

بلالو مدینے والے،، بندے کا یہی حال ہے کہ جب دکھ ہوتا ہے تو اللہ یاد آتے ہیں .....فرماتے ہیں کہ مجھے بھی رہ رہ کر کے خدا یاد آتا تھا کہ اے اللہ! اب میری نظریں تیری ہی رحمت کی منتظر ہیں، میں اللہ کی طرف رجوع کر کے روتا تھا۔

جب پچاس دن گزر گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے، وہیں اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری توبہ کی قبولیت کی خوشخبری دے دی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو قبیلہ اوس کے حمزہ بن عمرؓ بھاگ کر میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے آکر بتایا، میں یہ خوشخبری سن کر اتنا خوش ہوا کہ میں نے جو دو کپڑے پہنے ہوئے تھے، میں نے وہیں اس کو ہدیہ میں دے دیئے۔

جب میں مسجد میں آیا تو حضرت طلحہؓ نے مجھے مبارک باد دی، فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ کی یہ مبارک باد مجھے کبھی نہیں بھولے گی؟ واقعی یہی بات ہے کہ مشکل وقت میں جو کوئی محبت کا بول بولے اور پیار کی نگاہ سے دیکھے، اس کا وہ احسان بندے کو زندگی بھر یاد رہتا ہے .....اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مجھے مبارکباد دی، جس کی مجھے انتہائی خوشی ہوئی...اللہ اکبر کبیرا وہ سچ بولا تھا۔ اسکی برکت سے اللہ تعالی نے معاملے کو ٹھیک فرما دیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سچ واقعی نجات دیتا ہے۔

(کتاب التوابین لابن قدامہ ۹۴ تا ۱۰۱-توبہ کے کمالات ۶۷)

ایک شرابی کی آہ وزاری

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس

کا جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوریؒ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا۔ اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اسکی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا......سبحان اللہ

ایک عورت کی لاجواب توبہ

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ایک عورت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھی۔ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ یہ معاملہ اس کے اور اسکے پروردگار کے درمیان تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ احساس ڈالا کہ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے اور دنیا کی ذلت تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے۔ لہٰذا مجھے چاہیے کہ میں اپنے اس گناہ کو دنیا میں ہی پاک صاف کروا جاؤں۔ چنانچہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم! نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس نے دوسری طرف سے آکر کہا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا رخ پھیر لیا۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مختلف اطراف میں رخ کیا اور اسنے چاروں طرف سے آکر بتایا کہ مجھ سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے......چار مرتبہ کیوں رخ پھیرا؟......

اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے چار مرتبہ گواہی لینا چاہتے تھے۔ کیونکہ اسوقت تک حد جاری نہیں ہوسکتی جب تک گواہی نہ ہو۔

اس عورت نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور وہ گناہ میرے پیٹ میں پل رہا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرمادیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ابھی جاؤ اور جب وضع حمل ہو جائے تو پھر آنا۔ چنانچہ وہ چلی گئی۔

جب بچے کی پیدائش ہوگئی تو وہ بچے کو لے کر پھر آئی اور پھر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ مجھ پر حد جاری کیجئے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ وہ پھر واپس چلی گئی۔

دو سال دودھ پلانے کے بعد پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ اب کی بار جب وہ آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جسے وہ کھا رہا تھا...... وہ بتانا چاہتی تھی کہ اب یہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا...... اب اس پر حد جاری کی گئی۔

غور کیجئے کہ اس نے وضع حمل سے پہلے اپنے گناہ کا اقرار کیا، پھر دو سال دودھ پلانے کے بھی گزرے۔ مگر اس میں ایسی استقامت تھی کہ وہ بار بار آتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ میں دنیا میں ہی اس بوجھ سے پاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا...... سنگسار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں کوئی سخت بات کہہ دی مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''عمرؓ! اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اس کی توبہ کے اجر و ثواب کو شہر والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو شہر کے سب گنہگاروں کی مغفرت ہو جائے''۔

(ترمذی شریف ۱۴۳۵- دار قطنی ۳۲۳)

بنی اسرائیل کی ایک رقت آمیز توبہ

عن وهب ابن منبه قال

(وہب ابن منبہ فرماتے ہیں) **كان في زمن موسى عليه السلام شاب اثم** (حضرت موسیٰ علیہ کے زمانے میں ایک نوجوان تھا جو بڑا سرکش اور نافرمان تھا) **مسرف على نفسه** (اپنی جان پر بڑی زیادتی کرتا تھا) یعنی گناہ کرتا تھا۔ وہ اتنا برا تھا کہ بستی کے لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس نوجوان کو یہاں سے نکال دیا جائے **فاخرجوه من بينهم لسوء فعله** (ساری بستی والوں نے اس کے برے کاموں کی وجہ سے اسے بستی سے نکال دیا) **فحضرته الوفاة في خربة على باب البلد** (اس بندے کو شہر کے دروازے پر ویرانے میں موت آ گئی) **فا وحى الله تعالىٰ الى موسى** (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی)۔ **ان وليا من اولياء ى حضره الموت** (میرے اولیا میں سے ایک ولی کو موت آ گئی ہے)...... **فا حضره و غسله و صل عليه** (آپ اس کے پاس جائیے، اس کو غسل دیجیے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھیئے)...... **وقل لمن كثر عصيانه** (اور فرمایئے کہ جس بندے کے گناہ بہت زیادہ ہوں)...... **يحضر جنازته لاغفر لهم** (وہ اس کے جنازے میں شامل ہو جائے میں اس بندے کے گناہوں کو معاف کر دوں گا)...... **و احمله الى لا حسن مثواه** (اور اس کو قبر میں [illegible] دیجیے، میں اس کے ساتھ اچھا معاملہ کروں گا)...... **فنادى موسى في بنى اسرائيل** (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کروا دیا)...... **فكثر الناس** (بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے)...... ہر بندہ چاہتا تھا کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں کیونکہ وہ اللہ کے پیغمبر کی زبان سے مغفرت کی خوشخبری سن رہے تھے...... **فلما حضروه عرفوه** (جب لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے اس نوجوان کو پہچان لیا)...... **فقالوا يا نبى الله** (کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی!)...... **هذا هو**

الفاسق الذی اخرجناہ (یہ تو وہی فاسق ہے جس کو ہم نے اپنی بستی سے نکال دیا تھا) ......فتعجب موسی من ذلک (حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات پر بڑے حیران ہوئے)......فاوحی اللہ الیہ (اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی)......صدقوا وھم شھداء (یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں) مگر معاملہ یہ ہے کہ......انہ لما حضرتہ الوفاۃ فی ھذہ الخربۃ (جب اس بندے کو اس ویرانے میں موت آئی......نظر یمنۃ و یسرۃ (اس نے اپنی دائیں طرف بھی دیکھا اور بائیں طرف بھی دیکھا)......ولا قریباً (اور کوئی اپنا قریبی نظر نہیں آیا)......ورای نفسہ غریبۃ (اس نے اپنے نفس کو غریب دیکھا)......وحیدۃ (اکیلا پایا)......ذلیلۃ (ذلیل پایا) منکسرۃ (دل ٹوٹا ہوا پایا)......فرفع بصرہ الی السماء (پھر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی)......و قال (اور کہا)......الھی عبد من عبادک (اللہ! تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں)......غریب من بلادک (شہر سے نکالا گیا ہوں)......لو علمت ان عذابی یزید فی ملکک (اگر میں جان لوں کہ مجھے عذاب دینے سے آپ کی شاہی میں اضافہ ہو جاتا)......وعفوک (اور اگر آپ مجھے معاف کر دیں)......ایای ینقص من ملکک (اس سے آپ کی بادشاہی میں کوئی کمی آجاتی) ......لما سألتک المغفرۃ (اللہ! میں آپ سے کبھی مغفرت کا سوال نہ کرتا)...... ولیس لی ملجاء (اور نہیں ہے میری کوئی جائے پناہ)......ولا رجاء (اور نہیں کوئی میری امید گاہ)......الا انت (مگر تو ہی تو ہے)......وقد سمعت فیما انزلت انک قلت (میں نے سنا ہے کہ آپ نے یہ آیت نازل کی ہے)...... انی انا الغفور الرحیم (کہ میں بڑا بخشنے والا، بڑا رحیم ہوں)......فلا تخیب رجاء ی (میری امید کو نہ توڑ دینا)

یاموسیٰ (اے موسیٰ)......افکان یحسن بی ان اردہ (کیا یہ بات مجھے سجتی ہے کہ میں اس کی بات کو رد کر دیتا)......وھو غریب علی الصفۃ (اور وہ پردیسی تھا،

اس حال میں)......وقد توسل الی بی (اوراس نے مجھے میری رحمت کا واسطہ دیا) ......وتضرع بین یدی (اور میرے سامنے گڑگڑایا)......وعزتی (مجھے اپنی عزت کی قسم)......لو سألنی فی المذنبین من اهل الارض جمیعا لوهبتهم له (اگر وہ پوری دنیا کے گناہگاروں کی بخشش کا سوال کرتا تو میں دنیا کے سارے گنہگاروں کی بخشش کر دیتا)...... لذل غربته یموسی انا الغریب (اے موسیٰ! میں پردیسی کی پناہ گاہ ہوں)......وحبیبه (اور میں ہی اس کا دوست ہوں) وطبیبه (اور میں ہی اس کا طبیب ہوں)......وراحمه (اور میں ہی اس پر رحمت کرنے والا ہوں)

(کتاب التوابین ۸۳)

سوچیے کہ اگر ایک نوجوان اپنے آپ کو اس حال میں دیکھتا ہے اور اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی وجہ سے اگر وہ ساری دنیا کے گنہگاروں کی بخشش کا سوال کرتا تو میں ساری دنیا کے گنہگاروں کو بخش دیتا۔ جب وہ اتنا کریم ہے تو کیا اتنے بڑے مجمع میں سے اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی ایک کی بھی فریاد کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ کوئی تو ایسا مرد ہوگا، کوئی تو ایسی عورت ہوگی جس کے دل سے دعا نکلے گی اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ باقی سب کے گناہوں کی بھی بخشش فرما دیں گے۔ لہٰذا آج آپ پکی سچی توبہ کر کے پوری زندگی کے گناہوں کو بخشوا لیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بخشش فرما دے۔ اور ہمیں آئندہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرما دے۔

دو بندوں کی عجیب مغفرت

ایک واقعہ قاری محمد طیب صاحب نے لکھا ہے.... پہلے تو میں اس واقعہ کو نقل کرنے سے گھبراتا تھا لیکن جب ان کے بیانات میں پڑھا تو اس کے بعد سنانے کی ہمت ہوگئی، ویسے میں نے بعد میں یہی واقعہ فوائد الفواد میں بھی پڑھا۔

....اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دو بندوں کا حساب کتاب لیں گے، ان کے نامہ اعمال میں نیکیاں نہیں ہونگی، اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں جانے کا حکم فرمادیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ ان کو کہیں گے کہ جاؤ جہنم میں، تو ان میں سے ایک تو جہنم کی طرف بھاگ پڑیگا اور دوسرا آہستہ آہستہ چلے گا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھے گا، پھر چلے گا اور پھر مڑ کے دیکھے گا، کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بلائیں گے ....اللہ بھاگنے والے سے فرمائیں گے کہ ہم نے تمہیں کہا: جاؤ جہنم میں، اور تم بھاگ ہی پڑے؟ وہ کہے گا: اے اللہ! میں دنیا میں تو آپ کے حکم ماننے میں کوتاہی کرجاتا تھا، اب آپ نے جہنم میں جانے کا حکم دیا تو میں نے سوچا کہ اس حکم کو تو پورا کر ہی لوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میرا حکم اتنا معزز ہے کہ اس پر عمل ہونا چاہئے تو پھر اس کی وجہ سے میں نے تیرے گناہوں کی مغفرت کردی لہٰذا اب تو جنت میں چلا جا....پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آدمی سے فرمائیں گے کہ تم آہستہ آہستہ بھی جارہے تھے اور پیچھے مڑ مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے، اسکی کیا وجہ ہے؟ وہ کہے گا: یا اللہ! زندگی بھر تیری رحمت میرے ساتھ رہی اور کبھی بھی آپ کی رحمتوں نے مجھے مایوس نہیں ہونے دیا، اگر آپ نے حکم دے دیا کہ جاؤ جہنم میں مگر میں قدم آگے اٹھاتا تھا اور پھر پیچھے مڑ کر دیکھتا تھا کہ شاید تیری رحمت جوش میں آجائے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا! اگر تجھے میری رحمت پر اتنا بھروسہ ہے تو میں نے تیرے لئے بھی اپنی جنت کے دروازے کھول دئے ہیں، تو بھی اس میں داخل ہوجا۔

آدھے ٹکڑے پر مغفرت

ایک راہب نے اپنے عبادت خانے میں ساٹھ سال عبادت کی، ایک دن اس نے اپنی کھڑکی سے باہر پانی کی جگہ میں جھانکا اور کہنے لگا: اگر میں نیچے اتر کر یہاں سے پانی پی لوں تو میں کسی کو دیکھوں گا بھی نہیں اور پانی بھی پی لوں گا، وضو بھی کرلوں گا، پھر میں واپس اپنی جگہ پر آجاؤں گا، چنانچہ وہ (عبادت خانے سے) نیچے اترا، ایک عورت آگئی اور اس

عورت کے جسم سے کپڑا ہٹ گیا، اس نے اس عورت کے حسن وجمال کو دیکھا تو وہ اپنے آپ کو روک نہ سکا (اپنے آپ کو کنٹرول نہ کرسکا) اوراس نے اس عورت سے زنا کا ارتکاب کرلیا، اس کے بعد وہ ایک جگہ پر غسل کے لئے داخل ہوا اوراسے موت آ گئی، وہ اس حال میں تھا کہ اس کے آخری سانس تھے اس کے پاس ایک سائل آ گیا (ایک مانگنے والا فقیر آ گیا)، جب اس (فقیر) نے اس سے سوال کیا تو راہب نے اس کو اشارہ کیا کہ یہ میرا تھیلا ہے اوراس میں روٹی کا ٹکڑا ہے، اس کپڑے میں روٹی کا ٹکڑا تھا، مسکین نے اس کپڑے میں سے روٹی کا ٹکڑا لیا اور راہب مرگیا، اس راہب کی ساٹھ سال کی عبادت کا وزن کیا گیا تو زنا کا گناہ سب سے زیادہ بھاری نکلا.... اللہ اکبر کبیرا....!!!

یہ بہت توجہ طلب بات ہے، ساٹھ سال کی عبادت ایک طرف اورزنا کا گناہ ایک طرف، ایک زنا کا گناہ ساٹھ سال کی عبادت پر بھاری ہوگیا، پھر روٹی کا ایک ٹکڑا رہ گیا تھا جو اس نے سائل کو دیا تھا، چنانچہ پھر اس ٹکڑے کو لایا گیا اوراس کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا گیا، پھر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا اوراس بندے کو بخش دیا گیا۔ (اس آخری جملے پر حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ پر رقت طاری ہوگئی اورآپ آبدیدہ ہوگئے)

(کتاب التوابین لابن قدامہ ۷۸)

ذرا سوچئے کہ اخلاص کے ساتھ اگر چھوٹا سا عمل بھی کیا جاتا ہے تو میزان میں کتنا وزنی ہوتا ہے کہ وہ گناہوں کے پلڑے کو ہلکا کردیتا ہے۔

گناہوں کے ننانوے دفتر معاف

قیامت کے دن میری امت کے ایک بندے کو پیش کیا جائیگا، اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر ہوں گے ان میں سے ایک ایک دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نگاہ جائیگی وہ دفتر نظر آئیگا، اس سے یہ کہا جائیگا کہ یہ جو تیرے گناہ لکھے ہوئے ہیں ان کرتوتوں میں سے تو

کسی کا انکار کرتا ہے؟ تو وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں انکار نہیں کرتا، میں نے خطائیں کی ہیں، اس سے پوچھا جائیگا: کیا تمہارے اوپر میرے لکھنے والے فرشتوں نے کوئی ظلم کیا؟ (کیا کچھ زیادہ لکھ دیا ہے) وہ کہے گا: نہیں، اے پروردگار! نہیں، کہا جائیگا: کیا اللہ نے تیرے اوپر ظلم کیا؟ وہ بندہ اس بات کو سن کرڈر جائیگا، وہ کہے گا: اے پروردگار! نہیں، آپ نے ظلم نہیں کیا (میں نے ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں ماری تھیں) اس سے کہا جائیگا: البتہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج کے دن تیرے اوپر کوئی ظلم نہیں کیا جائیگا، کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا جائیگا جس پر کلمہ شہادت (**اشھد ان لاالٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ**) لکھا ہوگا، پھر وہ بندہ پوچھے گا: اے پروردگار! گناہوں کے اتنے دفتروں کے مقابلے میں یہ کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا کیا وقعت رکھتا ہے؟ اس سے کہا جائیگا: تمہارے اوپر ظلم نہیں کیا جائیگا، ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے ننانوے دفتروں کو رکھا جائیگا اور کاغذ کے اس ٹکڑے کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائیگا، گناہ ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کے ٹکڑے والا پلڑا بھاری ہو جائیگا، پھر اس سے کہا جائیگا: تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائیگا، کاغذ کا ٹکڑا اس لئے بھاری ہو جائیگا کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں ہو سکتی۔

(سنن الترمذی ۲۶۳۹-مسند احمد ۶۹۹۴)

چنگے سنگ ترے

ایک بزرگ تھے وہ جارہے تھے اچانک جذبے میں آکر زور زور سے اللہ، اللہ، اللہ، کہنے لگ گئے، جب ان کی طبیعت کچھ سنبھلی تو کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا ہوا؟ فرمایا، دیکھو یہ پھل بیچنے والا کیا کہہ رہا ہے، اس نے کہا: حضرت! یہ سنگترے بیچنے والا ہے اور سنگترے بیچنے کی صدا لگا رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے لے لو سنگترے..... چنگے سنگترے..... چنگے سنگترے، فرمایا نہیں نہیں، سنو وہ کیا کہہ رہا ہے، حضرت وہ سنگترے بیچ رہا ہے، فرمایا نہیں

وہ بڑی گہری بات کہہ رہا ہے، حضرت کون سی بات کرر ہا ہے، فرمایا وہ یوں کہہ رہا ہے، چنگے سنگ ترے.... چنگے سنگ ترے، جو چنگوں کے سنگ لگ گئے وہ تر گئے، جو نیکوں کے ساتھ لگ گئے وہ پار ہو گئے، ان کی کشتی کنارے لگ گئی، چنگے سنگ ترے، اب دیکھیں عام آدمی کو تو یہی پتہ ہے کہ پھل بیچ رہا ہے جب کہ ایک اللہ والے کی سوچ اس لفظ کو سن کے کدھر گئی؟ آخرت کی طرف گئی، یہ ہوتی ہے عقل معاد کہ جو دنیا کی چیزوں میں بھی بندے کو اللہ کی یاد دلاتی ہے، یہ اللہ والوں کو نصیب ہوتی ہے۔

بابا یہ تو کھوٹے سکے ہیں

ایک بزرگ تھے کسی دکان پر سودا لینے گئے اور جب پیسے دئے تو دکاندار نے کہا: بابا جی! یہ پیسے تو کھوٹے ہیں، بابا جی تو رونے لگ گئے، دکاندار نے کہا: آپ روئیں نہیں میں آپ کو ویسے ہی سودا دے دیتا ہوں، فرمایا نہیں نہیں مجھے سودے کی ضرورت نہیں، اتنا روئے، اتنا روئے کہ لوگ حیران، کسی نے کہا کہ بابا جی اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ اگر وہ آپ کو سودا نہیں دیتا تو پیسے ہم ادا کر دیتے ہیں، آپ سودا لے جائیں، وہ کہنے لگے: بچو! میں اسلئے نہیں رو رہا کہ سودا نہیں ملے گا، میں تو اس بات سے رو رہا ہوں کہ مجھے یہ خیال آیا کہ میرے پاس کچھ رقم تھی، میں اسے کھرا سمجھتا تھا، لیکن جب میں دکاندار کے پاس آیا تو دکاندار نے پرکھ کی اور کہا یہ سکے کھوٹے ہیں، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: او بندے! آج اپنے جن عملوں کو تم کھرا سمجھتے ہو اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے فرما دیا یہ کھوٹے ہیں تو پھر تمہارا کیا بنے گا، دنیا میں تو میں اور بھی پیسے لے لوں گا، سودا خرید لوں گا مگر آخرت میں تو اور عمل نہیں لا سکوں گا، مجھے تو آخرت یاد آ گئی۔

یہ عقل معاد کہلاتی ہے کہ دنیا کی باتوں میں سے بھی آخرت کی سوچ نکال لینا۔

چھٹکارے کا مدار رحمت پر ہے

بنی اسرائیل کا ایک عبادت گزار تھا، اس نے پانچ سو سال (۵۰۰) تک اللہ کی عبادت کی، اس کو اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا جائیگا، اللہ تعالی فرمائیں گے اس کو میری رحمت سے جنت میں داخل کردو، وہ کہے گا: اللہ! میں نے تو پانچ سو سال عبادت بھی کی ہوئی ہے، اللہ تعالی فرمائیں گے: اچھا! اب اس بندے کو اللہ تعالی اپنی قدرت سے پیاس لگادیں گے، اسکی وہ پیاس برداشت سے باہر ہو جائیگی، وہ ادھرادھر پانی تلاش کرے گا، اس اضطراب کی حالت میں ایک فرشتہ پانی کا پیالہ لے کر اسکے سامنے آئیگا، وہ پانی دیکھ کر اپنے بس میں نہیں رہے گا، کہے گا: پانی دے دو، فرشتہ کہے گا: اس کے بدلے میں قیمت ادا کرو، پوچھے گا: کتنی قیمت؟ فرشتہ کہے گا: اتنے سال کی نیکیاں، وہ کہے گا: نہیں، پھر فرشتہ کہے گا: اتنے سال کی نیکیاں، ادھر پیاس بڑھتی جائیگی اور فرشتہ نہیں نہیں کہتا رہیگا، حتی کہ کرتے کرتے ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ یہ کہے گا کہ میں پانچ سو سال کی عبادت کی نیکیاں دیتا ہوں مجھے پانی کا ایک پیالہ پینے دو، تب پروردگار فرمائیں گے: میرے بندے! تیرے پانچ سو سال کی نیکیاں میرے پانی کے ایک پیالے کی قیمت نہ بن سکیں اور تو نے تو زندگی میں کتنے پیالے پانی پیا تھا، تو نے نعمتیں استعمال کی تھیں؟ تو کیسے کہہ سکتا ہے کہ تو نے میری نعمتوں کا حق ادا کردیا ہے۔

(انوار ہدایت ۲۷۲- گناہوں کا سمندر اور رحمت الٰہی کی وسعت ۲۲۸ تا ۲۳۱ بحوالہ خطبات حکیم الاسلام سوم)

تیرے در پر کیسے آؤں؟

ایک اللہ والے تھے، وقت کے بادشاہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ میں آپ کے لئے یہاں محل میں آپ کے قیام کا بندوبست کرتا ہوں لہذا آپ میرے پاس ٹھہریں، انہوں نے

جواب بھیجا: جناب! بالفرض میں آپ کے ہاں آؤں اور آپ اپنے ہی گھر کی کسی عورت کے ساتھ مجھے برائی کی حالت میں دیکھیں تو بتائیں کہ آپ کیا کریں گے؟ جب بادشاہ نے یہ سنا تو بڑا غصہ آیا اور کہا کہ یہ ایسا شقی بندہ ہے، ایسی سوچ رکھتا ہے، چنانچہ اس نے غصے سے بھرپور جواب بھجوایا: اس کے بعد ان اللہ والوں نے بادشاہ کو جواب بھجوایا: ''جناب! میں نے تو امکان پیش کیا تھا، اس امکان پر آپ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ ساتھ رکھنے کو تیار نہیں، جب کہ میرا پروردگار مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن وہ مجھے اپنی بندگی سے باہر نہیں نکالتا ..... میں اِس پروردگار کا در چھوڑ کر تیرے در پر کیسے آؤں؟

(تنبیہ الغافلین بحوالہ اللہ بندوں سے کتنی محبت ۳۷۵)

پوری بستی دو پہاڑ کے نیچے دب گئی

ہمارے ایک قریبی تعلق والے دوست ہیں، ان کی کزن کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا، وہ ماشاء اللہ جوان العمر ہیں، ایک میجر کی بیوی ہیں، کہتی ہیں کہ میری ایک بیٹی چار سال کی ہے اور ایک بیٹا دو تین ماہ کا ہے، وہ، اسکا میاں اور دونوں بچے ایک ہی ڈبل بیڈ کے اوپر سو رہے تھے، وہ کہتی ہیں کہ اچانک چھوٹا بچہ ہلا جلا اور رویا، جیسے اسے فیڈ کی ضرورت ہو، گو مجھے بہت نیند آئی ہوئی تھی، مگر میں ماں تھی، میں اس نیند سے اٹھی کہ میں اپنے بچے کو فیڈر دوں۔

اچانک میری نظر ساتھ والی دیوار پر پڑی، مجھے اس میں ایک دراڑ پڑتی نظر آئی، میں نے فوراً اپنے میاں کو جگایا کہ دیوار میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ اٹھا اور اس نے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ دیوار میں تو دراڑ آرہی ہے، پھر اس نے جلدی سے بیٹی کو اٹھایا اور میں نے چھوٹے بیٹے کو اٹھایا، جیسے ہی ہم اپنے کمرے سے باہر نکلے، پیچھے ہمارے کمرے کی چھت زمین پر آگری، ہمارے گھر کے فرنٹ پر ایک بالکونی تھی ہم درمیان میں ایک جگہ یپ

گئے، میرے میاں نے ایک بڑی اینٹ اٹھائی اور کھڑکی کو دے ماری، جیسے ہی کھڑکی ٹوٹی تو اس نے باہر چھلانگ لگا دی اور مجھے کہا کہ جلدی سے مجھے بچے پکڑاؤ، میں نے کھڑکی میں سے اسے بیٹا پکڑایا اور اس نے لے کر زمین پر لٹا دیا، پھر بیٹی کو پکڑ کر زمین پر ڈال دیا، میرے لئے کھڑکی پر چڑھ کر اترنا ذرا مشکل ہو رہا تھا، اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور بازوؤں سے بھی پکڑ کر کھینچا اور بالآخر جیسے ہی میں باہر آ گئی، جس بالکونی میں ہم کھڑے تھے اس کی چھت بھی زمین پر آ گری، پھر میں نے بیٹے کو اٹھایا اور میرے میاں نے بیٹی کو اٹھایا اور ہم وہاں سے بھاگے، مگر ہم سے بھاگا ہی نہیں جا رہا تھا، ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے بیس کیلو کا وزن ہمارے پاؤں کے ساتھ باندھ دیا ہے، پاؤں اٹھانا بھی مشکل تھا، وہاں زمین کی گریوی ٹیشنل فورس (کشش ثقل) بڑھ چکی تھی، وہ کہتی ہے میرا خاوند میجر تھا، وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ آج تو قدم اٹھانا مشکل ہو رہا ہے، ہم وہاں سے مشکل سے پچاس قدم پیچھے ہٹے ہوں گے کہ جب ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ہماری ساری بستی کے مکانات زمین کے اندر چلے گئے تھے، ہمیں فقط زمین نظر آ رہی تھی، کوئی مکان نظر نہیں آ رہا تھا۔

پوری بستی دھنس گئی

☆.....آپ حیران ہوں گے کہ سات دنوں کے بعد ایک ٹاور گرا، اس کے اندر سے اٹھارہ یا سولہ سال کا ایک نوجوان نکالا گیا اور اس نے نکلتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، لوگوں نے پوچھا: کیا تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں؟ وہ کہنے لگا:

''کیوں؟ جب میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں تو زندگی اور موت کا مالک میں اسی کو سمجھتا ہوں، میں نیچے ملبے میں پھنس گیا تھا مگر میں نے دل میں سوچ لیا تھا کہ اگر میرے مولا کو میری موت مطلوب ہے تو میں مرنے کے لئے راضی ہوں اور اگر اسے بچانا مطلوب ہے تو میرا اللہ مجھے بچا دیگا۔''

دیکھئے! ایک نوجوان کا ایسا پختہ یقین تھا اور وہ بھی ملبے کے اندر پھنسا ہوا تھا۔

☆....ایک بزرگ دسویں دن ملبے سے نکالے گئے، ان کی عمر پچاسی سال تھی، جب ان کو نکالا گیا تو ان پر بہت کمزوری تھی اور وہ کہنے لگے:

''ان دس گیارہ دنوں میں نہ میرا کوئی روزہ قضاء ہوا اور نہ ہی میری نماز قضا ہوئی میرے پاس گھڑی تھی، میں وقت کے حساب سے روزے کی نیت بھی کر لیتا تھا، افطاری کی نیت بھی کر لیتا تھا اور اپنے وقت پر میں تیمّم کر کے نماز بھی پڑھ لیتا تھا''۔

تقویٰ پر خدائی فوج کا پہرہ

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ کا ایک مدرسہ تھا، وہ دہلی سے اٹھارہ میل دور غازی آباد میں واقع تھا، وہ کئی ایکڑ اراضی پر پھیلا ہوا مدرسہ، آج بھی چل رہا ہے، اس مدرسے کے ناظم سے اس عاجز کی کسی نہ کسی ملک میں ملاقات بھی ہو جاتی ہے، وہ حالات سناتے رہتے ہیں، الحمدللہ! وہ بھی حضرت کے لئے صدقہ جاریہ ہے، اس مدرسے کا واقعہ،، تجلیات،، نامی کتاب میں لکھا ہے کہ جب تقسیم ہند کا وقت آیا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

اس مدرسے کے ایک استاذ سکھوں کی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے، ایک سکھ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: میاں جی!....یہ سکھ کسی مسلمان کو دیکھتے ہیں تو اسے میاں جی کہتے ہیں اور ہم انہیں دیکھ کر سردار جی کہتے ہیں....اس نے کہا: میاں جی! کیا آپ نے اپنی حفاظت کے لئے کوئی فوج بلوائی ہوئی ہے؟ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا، ہماری بستی کے سکھ تین مرتبہ تلواریں اور دوسرے اسلحہ لے کر اس مدرسے کے مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کے لئے نکلے ہیں، لیکن جب بھی ہم اس کے قریب پہونچتے تھے تو ہمیں فوجی چاروں طرف پہرہ دیتے نظر آتے تھے، یہ خدائی فوج ہوتی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی دشمنوں سے حفاظت فرما دیتے ہیں۔

امام صاحب کا تقوی

آپ کی کپڑے کی دکان تھی، ایک مرتبہ ظہر کے بعد دکان بند کر کے گھر جانے لگے، کسی نے کہا: نعمان! کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا: آپ دیکھ نہیں رہے کہ آسمان پر بادل ہے، اس نے پوچھا اگر آسمان پر بادل ہے تو پھر آپ نے دکان کیوں بند کر دی؟ فرمایا: میری کپڑے کی دکان ہے، جب آسمان پر بادل ہو تو لائٹ پوری نہیں ہوتی جس کی وجہ سے گاہک کو کپڑے کی کوالٹی کا صحیح پتہ نہیں چلتا، میں نے اس لئے دکان بند کر دی کہ میرا کوئی گاہک کم قیمت کپڑے کو بیش قیمت کپڑا سمجھ کر نہ خرید لے، اللہ اکبر!!! آپ اتنا دھوکا بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔

تقویٰ کے عجیب واقعات

......سیدنا عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مال غنیمت کے اندر بہت سارا عطر آیا۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ نے کہا: جی! میں اس کو تقسیم کرتی ہوں۔ فرمایا: نہیں، آپ اس کو تقسیم نہیں کر سکتیں۔ پوچھا کہ کیوں؟ میں ٹھیک ٹھیک تقسیم کروں گی۔ حتی کہ ہاتھ پر بھی نہیں لگنے دوں گی۔ فرمایا: جب آپ عطر تقسیم کر رہی ہوں گی تو اس وقت آپ کو خوشبو تو آئے گی، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو اس مال میں سے خوشبو مل جائے۔

کنز العمال ۳۵۹۶۲- جامع الاحادیث ۳۰۵۸۶

......سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہلیہ محترمہ چاہتی تھیں کہ کوئی سویٹ ڈش بنائیں۔ مگر آپ بیت المال سے بہت کم وظیفہ لیتے تھے۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ سوچا کہ میں کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچاتی ہوں، جب اتنے پیسے ہو جائیں گے تو میں کوئی میٹھی چیز (حلوہ وغیرہ) بناؤں گی، چنانچہ وہ تھوڑا تھوڑا بچاتی رہی۔ بالآخر ایک دن اس نے حلوہ بنایا۔ خود بھی

کھایا اور کچھ حضرت کے سامنے بھی پیش کیا۔ حضرت نے پوچھا: یہ پیسے کہاں سے آئے؟ بتایا کہ میں نے اس طرح تھوڑے تھوڑے بچائے تھے اور آج میں نے اس سے یہ حلوہ بنایا۔ فرمانے لگے: تجربہ سے ثابت ہوا کہ اتنے پیسے ہماری ضرورت سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا اس کے بعد بیت المال سے اتنے پیسے لینے کم کر دیے...... یہ صفت انسان کے اندر تب آتی ہے جب اسے ایمانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

فضائل اعمال اول ۵۱- الکامل لابن اثیر ا/ ۳۹۷

......ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا کچھ کام کر رہے تھے۔ جب انہوں نے وہ کام مکمل کر لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علی! آپ نے کوئی امور خلافت کی بات کرنی ہے یا کوئی ذاتی مشورہ کرنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: جی میں کوئی ذاتی بات کرنے آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ رجسٹر بھی سمیٹ دیا اور پھونک مار کر چراغ بھی بجھا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے اور پوچھنے لگے: عمر! مہمان کے آنے پر چراغ جلایا کرتے ہیں، چراغ بجھایا تو نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''بھائی علی! آپ نے سچ کہا، مہمان کے آنے پر چراغ جلاتے ہیں بجھاتے نہیں، لیکن میں نے اس لیے بجھایا کہ مجھے اور آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ذاتی گفتگو کرتے رہیں اور بیت المال کے پیسے کا تیل جلتا رہے''۔

یہ چیز فقط عقل کی وجہ سے انسان کے اندر نہیں آتی بلکہ ایمان کی وجہ سے آتی ہے۔ اس ایمانی زندگی میں انسان دوسروں کے لیے اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ وہ بندوں سے کچھ نہیں چاہتا، وہ فقط اللہ سے چاہ رہا ہوتا ہے۔

......حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی دیکھ لیجیے۔ انہوں نے کیسی تقویٰ بھری زندگی گزاری! حالانکہ ان کا اتنا اختیار تھا کہ وہ چاہتے تو خزانے سے اپنی خواہشات کو پورا کر

سکتے تھے۔

......سیدنا یوسف علیہ السلام کی مثال دیکھیے۔ ان کو گناہ کی دعوت مل رہی تھی۔ اگر وہ چاہتے تو اپنی خواہش کو پورا کر سکتے تھے مگر اللہ کے خوف نے ان کو اس چیز سے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ ہے ایمانی زندگی، کہ انسان کو دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا، انکار کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا، فقط اللہ کے ڈر کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچا رہا ہوتا ہے۔

مولانا محمد عبدالمالک ؒ کا تقویٰ

امام العلماء والصلحاء حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بڑا معروف تھا۔ آپ سردیوں میں بھی اور گرمیوں میں بھی ہاتھ میں چھتری رکھتے تھے۔ گرمیوں میں تو چھتری ہاتھ میں رکھنا سمجھ میں آتا ہے، دھوپ سے بچتے ہوں گے، لیکن سردیوں میں چھتری رکھنا تو سمجھ میں نہیں آتا۔ چونکہ حضرت کی جماعت میں علماء کی کثرت تھی اس لیے ایک مرتبہ ایک عالم نے پوچھ لیا کہ حضرت! سردیوں میں چھتری ہاتھ میں رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ جب انہوں نے اصرار کیا، تب حضرت نے راز کھولا۔ فرمایا کہ عام لوگ تو سردی گرمی سے بچنے کے لیے رکھتے ہیں، میری ایک اور بھی نیت ہوتی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کونسی؟ فرمایا کہ راستہ چلتے ہوئے جب دیکھتا ہوں کہ دائیں طرف سے غیر محرم آ رہی ہے تو میں اس طرف چھتری کر کے اپنا چہرہ چھپا لیتا ہوں اور جب بائیں طرف سے غیر محرم آ رہی ہوتی ہے تو چھتری سے بائیں طرف آڑ کر لیتا ہوں، میں غیر محرم کے کپڑے کو بھی نہیں دیکھتا، تا کہ میرا اس کی طرف دھیان ہی نہ جائے، یہ ہے تقویٰ کہ غیر محرم کا چہرہ تو کیا دیکھنا، اس کے کپڑے کو بھی نہ دیکھا جائے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کا تقویٰ

پہلے زمانے میں صرف مرد ہی تقویٰ اختیار نہیں کرتے تھے بلکہ اس زمانے کی

عورتیں بھی بہت زیادہ پارسا ہوتی تھیں۔عورتوں کے تقویٰ کا بھی ایک واقعہ سن لیجیے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ یہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے والدِ گرامی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اس دوران ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے میرے والد صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا: ذرا توجہ سے سنیے گا! یہ مسئلہ پوچھا کہ میں روئی کاتتی ہوں۔میں ایک رات چھت کے اوپر بیٹھ کر روئی کات رہی تھی۔حکومتِ وقت کی پولیس کا داروغہ گلی میں سے گزرا،اس کے ساتھ روشنی کا بڑا انتظام تھا، وہ وہاں کسی سے بات کرنے کے لیے رک گیا، جب روشنی بہت زیادہ ہوگئی اور مجھے روئی اچھی طرح نظر آنے لگی تو میں نے سوچا کہ میں ذرا جلدی کات لوں۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی روئی کاتی۔ جب وہ داروغہ ابنِ طاہر چلا گیا تو بعد میں مجھے خیال آیا کہ ان کا پیسہ تو مشتبہ قسم کا ہوتا ہے اور میں نے اس کی روشنی سے فائدہ اٹھایا ہے، اب یہ روئی میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: تم اس ساری روئی کو صدقہ کر دو،اللہ تمھیں اور رزق عطا فرما دیں گے۔حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا جواب ہوا۔جواب تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ جتنی مقدار اس روشنی میں کاتی اتنا صدقہ کرو،لیکن ابا جی نے فرمایا کہ ساری روئی صدقہ کردو۔اس کے بعد وہ عورت چلی گئی۔

کہتے ہیں کہ دو چار دن بعد پھر وہی بوڑھی عورت آئی اور کہا: جی میں نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھنا ہے۔ چنانچہ وہ امام صاحب کے پاس جا کر مسئلہ پوچھنے لگی کہ میں رات کو چراغ کی روشنی میں روئی کاتتی ہوں تو کبھی کبھی چراغ کا تیل ختم ہو جاتا ہے،تو چاند کی روشنی میں کاتنے بیٹھ جاتی ہوں۔ چراغ کی روشنی میں روئی صاف نظر آتی ہے اور چاند کی روشنی میں صاف نظر نہیں آتی۔تو اب بتائیں کہ جب میں گاہک کو روئی بیچوں،تو کیا مجھے بتانا پڑے گا کہ یہ چراغ کی روشنی میں کاتی گئی ہے یا چاند کی

روشنی میں کاتی گئی ہے؟ امام صاحب نے فرمایا، ہاں تمہیں بتانا پڑے گا۔ اس کے بعد وہ دعا دے کر چلی گئی۔

فرماتے ہیں کہ جب وہ چلی گئی تو امام صاحب بھی اس کا تقویٰ دیکھ کر حیران ہوئے اور مجھے فرمایا کہ اس عورت کے پیچھے جاؤ اور دیکھو تو سہی کہ یہ کس گھر کی عورت ہے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں پیچھے گیا تو وہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہوئی، پتہ چلا کہ یہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن تھی جس کو اللہ نے اتنی تقویٰ بھری زندگی عطا فرمائی ہوئی تھی...... اس وقت کی عورتیں بھی حرام اور مشتبہ چیزوں سے اتنا بچتی تھیں۔ قیامت کے دن تو یہ عورتیں بھی ہم سے آگے بڑھ جائیں گی۔

(طبقات الحنابلہ ۱/ ۴۲۷- مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ۱/ ۲۴۹- البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۳۲۶- الوافی بالوفیات ۳/ ۳۷۸)

رونے کا ایک عجیب سبب

ایک آدمی بہت روتا تھا، اس سے پوچھا: بھئی! تم اتنا کیوں روتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا:

"مجھے یہ بات سوچ کر رونا آتا ہے کہ میں نے جب گناہ کیا تو میں نے اپنے گناہ پر گواہ اس پروردگار کو بنایا جو مجھے سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے، اللہ نے سزا کو قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا اور مجھے قیامت تک مہلت دے دی کہ تم نے اگر رودھو کے منانا ہو تو منالو، اللہ کی قسم! اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ دو باتوں میں سے تو کس بات کو اختیار کرتا ہے، ساری مخلوق کے سامنے تیرا حساب کریں اور پھر تجھے جنت میں بھیج دیں یا تجھے کہا جائے کہ تو مٹی ہو جا، تو میں قیامت کے دن مٹی بن جانے کو اختیار کروں گا"

یعنی میں نہیں چاہوں گا کہ میرا نامۂ اعمال ساری مخلوق کے سامنے کھولا جائے۔

(گناہوں کا پہاڑ اور بخشش کا سیلاب ۱۱۸ بحوالہ کتاب التوابین)

جبرئیل علیہ السلام کا اضطراب

ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام نبی علیہ السلام سے ملنے کے لیے آئے، اس وقت جبرئیل علیہ السلام کانپ رہے تھے، رو رہے تھے، غلافِ کعبہ کے پاس گئے اور پھر اسے پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی:

"اِلٰهِیْ وَسَیِّدِیْ لَا تُغَیِّرْ اِسْمِیْ وَلَا تُبَدِّلْ جِسْمِیْ"

"میرے اللہ! میرے سردار! میرے نام کو نہ بدلنا اور میرے جسم کو نہ بدلنا"

نبی علیہ السلام نے پوچھا: جبرئیل! آج آپ نے یہ کیا دعا مانگی؟ جواب میں جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے:

"اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے ہم نے شیطان کو دھتکارے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت سے دل پر اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہے کہ میں یہ دعا مانگتا ہوں:

اے اللہ شیطان کا نام عزازیل تھا اور آج اسے ابلیس کہتے ہیں، اے اللہ! تو نے اس کا نام بدل دیا، پھر اسے اطاعت اور فرمانبردار لوگوں کے زمرے سے نکال کر اسے نافرمانوں کے زمرے میں شامل کر دیا (لہٰذا اب میں یہ دعا مانگتا ہوں کہ) اے اللہ! میرا نام نہ بدلنا اور میرے جسم کو فرمانبرداروں کے زمرے سے نکال کر کہیں نافرمانوں میں شامل نہ کر دینا"

ہم بھی اللہ رب العزت سے دعا مانگیں: اے کریم آقا! آپ کا در پکڑا ہے، آپ مہربانی فرما دیجئے، ہماری حاضری کو قبول کر لیجیے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اضطراب

یہ دکھ تھا جو صحابہ کو بھی ہر وقت لگا رہتا تھا، مثال کے طور پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے جنت میں بیوی ہونے کی خوشخبری مل چکی تھی، ایک رات کو تہجد پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچتی تھیں:

﴿وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ (الزمر: ۴۷)

''اور ان کو اللہ کی طرف سے ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے ہوں گے''

تو اس آیت پر رویا کرتی تھیں، ساری ساری رات یہ آیت پڑھتی رہتی تھیں، ذرا ہم بھی سوچیں کہ جو ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا، اگر ہمارے ساتھ قیامت کے دن ایسا معاملہ پیش آ گیا، تو پھر ہمارا کیا بنے گا۔

حضرت عمرؓ کا اضطراب

صحابہ رضی اللہ عنہم جب قرآن پڑھتے تھے تو جو آیتیں کفار کے بارے میں ہوتی تھیں وہ اپنے اوپر چسپاں کر کے رویا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک آیت پڑھی گئی۔

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾

(الاحقاف: ۲۰)

یہ آیت اگرچہ کفار کے بارے میں ہے، لیکن اسے سن کر عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کسی نے پوچھا: امیر المؤمنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا:

''کیا پتہ! کل کہیں عمر کو بھی یہی نہ کہہ دیا جائے!''

(رجال حول الرسول ۲۳- تاریخ المدینۃ المنورۃ ۶۹۶/۲- الریاض النضرۃ ۱۷۲/۲، ۱۷۳)

سیب کھانے پر خوف خدا

ایک بزرگ نہر کے کنارے جا رہے تھے، انکو بھوک بھی لگی ہوئی تھی، مگر فقیر بندے تھے خرچ کرنے کیلئے پاس کچھ تھا نہیں، نہر میں ایک سیب دیکھا جو بہتا ہوا جا رہا تھا انہوں نے سیب لیا اور اس کو کھا لیا، بھوکے بندے کی تو سمجھ بھی کام نہیں کرتی۔

ع پیٹ نہ پیّاں روٹیاں تو دے گنا کھوٹیاں

کھانے کے بعد خیال گزرا کہ یہ سیب تو میرا نہیں تھا، یہ تو کسی اور کا تھا، میں نے بغیر اجازت کھالیا، مجھے اس بندے سے یا تو معافی مانگنی ہے یا قیمت ادا کرنی ہے، چنانچہ جدھر سے پانی آرہا تھا (اسٹریم، STREAM)، ادھر جانے لگے، آگے کچھ دور جانے کے بعد دیکھا کہ ایک باغ ہے، جس میں سیب کے درخت ہیں، سمجھ گئے یہاں سے گرا ہوگا، باغ کے مالک سے ملے، اور کہا کہ میں نے آپ کے درخت کا سیب کھالیا ہے لہذا یا تو معاف کر دیں یا قیمت لے لیں، اس نے کہا معاف تو میں نہیں کرتا، ہاں قیمت ادا کردو، کہنے لگے جو بھی قیمت ہوگی مزدوری کر کے دے دونگا، اس نے کہا میری ایک بیٹی ہے بُکماء اللسان گنگی ہے زبان سے، عمیاء العینین آنکھوں سے اندھی ہے، صماء الاذنین کانوں سے بہری ہے، قصیهة القدمین پاؤں سے لولی لنگڑی ہے، لہذا اس کے ساتھ تم نکاح کرو اور ساری زندگی اس کی خدمت کرو اس کو خوش رکھو، یہ قیمت دینی پڑیگی۔

فکر میں پڑ گئے مگر دل نے کہا کہ دیکھو یہ مجاہدہ برداشت کرنا آسان، قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے ملزم بن کر کھڑا ہونا یہ بڑا مشکل کام، آخرکار تیار ہو گئے، نکاح ہو گیا، جب وہ اپنی بیوی کے پاس گئے تو حیران، چاند کا ٹکڑا آنکھیں خوبصورت، بولنے والی، سننے والی، سمجھنے والی، حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ تم اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہو یا کوئی اور بھی تمہاری بہن ہے؟ اس نے کہا میں ایک ہی بیٹی ہوں، خیررات گزر گئی، اگلے دن سسر سے ملاقات ہوئی، سسر نے پوچھا کہ بتاؤ مہمان کو کیسا پایا، کہا آپ نے تو فیکیشن کچھ اور ہی بتائی تھی، مگر وہ تو ایسی نہیں وہ بہت دانا، بینا، آپ کے بتلائے ہوئے ہر عیب سے مبرا ہے، انہوں نے فرمایا، ہاں! یہ میری بیٹی ظاہری حسن جمال بھی رکھتی تھی اور باطنی اعتبار سے بھی، حدیث کی عالمہ قرآن کی حافظہ ہے، میں چاہتا تھا اس کے لئے کوئی ایسا خاوند ڈھونڈھوں کہ جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو، کیونکہ جس کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو وہ بیوی کے حقوق صحیح ادا نہیں کر سکتا، (اسی لئے سورۂ نساء پڑھ کر دیکھے ہر دوسری چوتھی آیت میں اتقوا اللّٰہ اتقوا اللّٰہ

ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا نہیں کریں گے وہ دوسروں کے حقوق کو صحیح ادا نہیں کر سکیں گے) تو میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا بندہ ملتا، جب تم نے ایک سیب کی وجہ سے معافی مانگی، تو میں نے کہا اس کے دل میں خوفِ خدا ہے اس لئے میں نے اپنی بیٹی کے لئے تمہیں خاوند کے طور پر تجویز کیا، دونوں ساتھ رہنے لگے، اللہ رب العزت نے انہیں بیٹا دیا جس کا نام انہوں نے نعمان رکھا، یہ نعمان بڑا ہو کر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔

بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ ۶/ ۲۳۷

خوفِ خدا پر بادل کا سایہ

چنانچہ ایک نوجوان تھا، اس کا دل ایک باندی سے لگ گیا اسکی تلاش میں رہنے لگا، کہ مجھے کوئی موقع ملے تاکہ صورت حال بتا سکوں، ایک دن وہ کام کرنے کیلئے نکلی، راستے میں مل گئی، اس نے اسے روکا، اور کہا کہ دیکھو میرے دل میں تمہارے ساتھ ایسا تعلق ہو گیا ہے کہ میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اس کے جواب میں اس نیک خاتون نے کہا کہ دیکھو! تم کو جتنی محبت مجھ سے ہے مجھے اس سے زیادہ محبت تجھ سے ہے لیکن میں اللہ رب العزت سے ڈرتی ہوں، ایسے اخلاص کے ساتھ اس نے بات کی کہ اس کے دل کی دنیا بدل گئی، سوچنے لگا کہ اس حرام محبت کو چھوڑ و اور چلو علم حاصل کریں، نیکی اور تقویٰ والی زندگی گزاریں، چنانچہ جس بستی میں جدھر علماء رہتے تھے وہاں جانے لگا، راستے میں ایک بڑے میاں مل گئے، باتوں سے پتہ چلا کہ دونوں کو قریب قریب جانا ہے، فیصلہ کیا کہ ساتھ سفر کرتے ہیں، اللہ کی شان! گرمی کا دن تھا، چلچلاتی دھوپ تھی، مگر بادل نے سایہ کر دیا، نوجوان سوچنے لگا کہ بڑے میاں کی برکت سے سایہ ہے، اور بڑے میاں سمجھتے رہے کہ میری وجہ سے نوجوان پے سایہ ہے، چلتے گئے، اللہ کی شان کہ

جہاں راستے الگ ہونے تھے، تو کیا دیکھا کہ بادل نوجوان کے ساتھ سایہ کر رہا ہے، تو بڑے میاں نے کہا، نوجوان تیرا کونسا عمل اللہ کو پسند آیا کہ اللہ نے تجھے یہ نعمت عطا فرمائی؟ اس نے کہا میں تو گناہ گار ہوں، اور توبہ کی نیت سے چل پڑا ہوں، لیکن میرا اللہ کتنا قدرداں، کتنا مہربان ہے، کہ اسنے مجھے آخرت کی گرمی سے بچانا تو تھا ہی، توبہ کی برکت سے دنیا کی گرمی سے بھی مجھے بچانے کا انتظام کر دیا۔

(کتاب التوابین ۴۶)

یہ تو جہنم میں خود گئے

نبی علیہ الصلاہ والسلام ایک سفر سے واپس آرہے ہیں، ایک جگہ آپنے پڑاؤ ڈالا، بستی قریب تھی، ایک عورت تھی جس کا تنور تھا، اس نے لشکر کی روٹیاں بھی پکائیں، جب پکا کر فارغ ہوگئی تو صحابہ سے کہنے لگی کہ میں تمہارے صاحب سے بات کرنا چاہتی ہوں، تو صحابہ اسے نبی علیہ السلام کے پاس لے آئے، کہنے لگی اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں، فرمایا پوچھو، کہنی لگی میں ماں ہوں، تنور میں روٹیاں لگاتی ہوں، میرا ایک چھوٹا سا بچہ ہے، میں اس کو آگ کے قریب آنے نہیں دیتی، کہ اس کو کہیں گرم ہوا نہ لگ جائے، خود آگ میں ڈبکیاں لگاتی ہوں، روٹی لگانے اور نکالنے کیلیئے، لیکن میں اپنے بچے پر اتنی مہربان ہوں کہ اسکو تنور کے قریب بھی آنے نہیں دیتی، تو اگر میں ماں ہو کر اپنے بچے کو گرم ہوا کا لگنا بھی پسند نہیں کرتی، تو آپ سے سنا ہے کہ ساری دنیا کی ماؤں کی محبتوں کو جمع کر دیا جائے اس سے بھی ستر گنا زیادہ بندوں سے اللہ پاک محبت کرتے ہیں تو اللہ پاک بندہ کا جہنم میں جانا کیسے پسند فرمائیں گے؟

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر سر جھکایا، مبارک آنکھ سے آنسو آنے لگے روتے رہے روتے رہے، حتی کہ جبرئیلؑ اللہ کا پیغام لیکر

آئے، میرے محبوب اس عورت کو بتادیں، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا، اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری، کیونکہ اللہ تو چاہتے ہیں کہ یہ بچ جائے، لیکن بات یہ ہے کہ توبہ نہیں کرتے، توبہ کی طرف آتے ہی نہیں، بلکہ رب کی ماننے کے بجائے شیطان کو مانتے پھرتے ہیں، اور توبہ کو ڈلیٹ (DELETE) کرتے ہیں، تو یہ اپنے عمل کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے، ورنہ اللہ رب العزت تو بخشنے کو تیار ہے۔

(کذافی المرقات واللمعات- گناہوں کے پہاڑ اور بخشش کا سیلاب ۲۱۲)

یہ رشتہ ہمیشہ سلامت رہے

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے تو شیطان کی مانتا رہا، گناہ کرتا رہا، وہ کہے گا شیطان مجھے گرا دیتا تھا، میں گناہ کر بیٹھتا تھا، لیکن میں بہت افسوس کرتا تھا، کہ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہئے، توبہ کرتا تھا لیکن پھر شیطان گناہ کرواتا تھا، پھر میں توبہ کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنانے کے خاطر حکم فرمائیں گے حالانکہ وہ تو عالم الغیب ہیں کہ اس کے نامۂ اعمال کو دیکھو، فرشتے کہیں گے واقعی یہ گناہ کرتا تھا، پھر شرمندہ ہو کر معافی مانگتا تھا، توبہ کرتا تھا، پھر گناہ کرتا تھا پھر توبہ کرتا تھا، ساری زندگی اسکا یہی معاملہ رہا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ دیکھو میرے بندے کو شیطان گرا دیتا تھا مگر یہ پھر اٹھ کے کھڑا ہو جاتا، پھر شیطان گناہ کے ذریعہ گراتا یہ پھر اٹھ کے کھڑا ہو جاتا، اس نے شیطان سے ہار نہیں مانی، وہ گناہ کرانے سے باز نہیں آیا، مگر یہ توبہ کرنے سے بھی تو باز نہیں آیا، یہ استقامت والا بندہ ہے میں اس کو استقامت والوں کے ساتھ جنت عطا کرتا ہوں؛ تو آج کی اس رات میں ہم اپنے گناہوں سے سچی پکی توبہ کر کے ہم اپنے اللہ سے دعا

کریں، مولیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کر دیجئے، آئندہ نیکوکاری کی زندگی عطا فرما دیجئے۔

اولاد کی بھی سرپرستی

حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام ایک بستی میں پہنچے، بستی والوں نے کھانے کیلئے بھی نہ پوچھا، اس کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گھر کی دیوار جو گرنے والی تھی اسکو سیدھا کر کے درست کر دیا، حضرت خضر علیہ السلام سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں کا ہمارے ساتھ یہ برتاؤ، اور آپ نے پھر بھی اسکی دیوار درست کر دی، انہوں نے کہا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی ہے، جبکہ اس کے والدین نیک تھے اور انہوں نے اِس دیوار کے نیچے ان دونوں یتیم کیلئے خزانہ چھپا دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد اور ان کے بڑے ہونے کے بعد ان کو کام آئیگا، اب اگر یہ دیوار گر جاتی اور خزانہ ظاہر ہو جاتا، تو اس بستی کے لوگ لے لیتے اور یہ دونوں یتیم چھوٹے بچے محروم ہو جاتے، اس لئے میں نے دیوار سیدھی کر دی، تاکہ نہ دیوار گرے نہ خزانہ ظاہر ہو اور نہ یہ بچے محروم ہوں، تو دیکھئے ان یتیم بچوں کے والدین نیک، متقی، پرہیزگار تھے، اس بنا پر اللہ پاک نے حفاظت کا انتظام کس انداز میں کیا؟ اشارۂ خداوندی ہوا کہ میں ان کے اس خزانے کی حفاظت کر دوں **وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا** (پ۱۶ آیت ۸۲ سورۂ کہف) اللہ تعالیٰ نیکوں کی اولاد کے ساتھ بھی اسپیشل اور خاص معاملہ فرماتے ہیں، ہم اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی ہمیں نصیب ہو جائے، اور ہماری اولاد کو بھی نصیب ہو جائے تو اس کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ہم گناہوں سے جان چھڑائیں اور اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو جائیں۔

شہزادے گداگر بن گئے

عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بزرگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت بھی عطا

فرمائی مگر انہوں نے اپنے آپ کو نیکی کے راستے پر رکھا، سمپل سادہ زندگی گزاری، اور اپنے رب کو راضی کرنے میں لگے رہے، جب انکی وفات کا وقت قریب آیا، تو ان کے ایک دوست نے کہا کہ عمر تم نے اپنے بچوں کے ساتھ بہت برا کیا۔ پوچھا کیسے؟ انہوں نے کہا کہ تم سے پہلے جو حاکم تھے، انہوں نے اپنی اولاد کیلئے اتنے خزانے چھوڑے، اتنی زمینیں چھوڑیں، اتنی جاگیریں دیں کہ آج ان کی اولاد عیش کی زندگی گزار رہی ہیں، تمہارے گیارہ بیٹے ہیں اور تم نے اپنے بیٹوں کے لئے کچھ بھی جمع نہیں کیا تمہارے بعد تمہاری اولاد کا کیا براحشر ہوگا؟ یہ بات سن کر عمر بن عبدالعزیزؒ اٹھ کر بیٹھ گئے، فرمایا: میری بات سنو، اگر میں نے اپنی اولاد کی تربیت اچھی کی، انکو نیکی سکھائی، نیکی کے راستے پر لگایا، تو اللہ کا وعدہ ہے وهو يتولى الصالحين. اللہ تعالیٰ نیکوں کا سرپرست ہے، میں اپنی اولاد کو اللہ کی سرپرستی میں دے کر جا رہا ہوں، اور اگر یہ نیک نہیں بنے، بلکہ بدکار بنے، تو ان کی بدکاری پر میں ان کا کچھ تعاون نہیں کرنا چاہتا۔

جب عمر بن عبدالعزیزؒ فوت ہو گئے اور انکے بعد جو بندہ حاکم اور بادشاہ بنا اس نے سوچا کہ اچھے اور نیک بندے مل جائیں، تاکہ مختلف علاقوں کے گورنر بناؤں، چنانچہ اس کو پورے علاقے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے بیٹوں سے زیادہ پڑھا لکھا تربیت یافتہ، نیک سیرت بندہ نہیں ملا، اس نے ایک بیٹے کو گورنر بنایا، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو بنایا، ہر ایک گورنر بنے، راحت وسکون کی زندگی گزارنے لگے، جبکہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پہلے والے حکام جنہوں نے اپنے بچوں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں چھوڑی تھیں، ان کے اوپر ایسے حالات آئے کہ پورا خزانہ ختم ہو گیا اور میں نے ان کو جامع مسجد کے دروازے پر بھیک مانگتے دیکھا اور عین اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ کے گیارہ بیٹے گیارہ صوبوں کے گورنر بنے ہوئے تھے۔

المعرفة والتاريخ ۱/ ۳۲۵۔ مختصر تاریخ دمشق ۶/ ۸۵

دو منٹ میں نو رشتے

☆ ایک قاری صاحب جو ہمارے پیر بھائی، اور ہمارے حضرتؒ کے قریبی اور بڑے خادم تھے، مدینہ طیبہ میں ان کا گھر تھا اللہ نے انکو کثیر الاولاد بنایا، ان کے نو بیٹے ہوئے، بیٹیاں اس کے علاوہ، ماشاء اللہ انہوں نے سب کو نیکی پر لگایا، ہر بچہ ان کا عالم، حافظ، قاری، مفتی بنا، جب حضرت مرشد عالمؒ دنیا سے تشریف لے گئے، تو چند سالوں کے بعد ایک مرتبہ مسجد نبوی میں میرے سامنے قاری صاحب تشریف لائے، چہرے پر بہت ہی افسردگی کے آثار نظر آتے تھے، میں نے پوچھا قاری صاحب خیر تو ہے؟ کہنے لگے آج بہت پریشان ہوں، میں نے پوچھا، کس بات پر؟ انہوں نے کہا کہ بڑا بیٹا مفتی بن گیا جوان ہو گیا، اور اتنی بڑی فیملی صرف تین کمروں کے گھر میں رہتی ہے، اب اس کی شادی کرنی ہے، ہمارے پاس کوئی کمرہ نہیں کہ اس بچے کو شادی کر کے وہ کمرہ دے دیں۔

سعودی میں شادی کا خرچہ لڑکی والوں کے بجائے لڑکے والے کو کرنا پڑتا ہے، ہمارے یہاں تو لڑکی والے جہیز بنائے، خرچ کرے، ہر قسم کا بوجھ اٹھائے، اسی وجہ سے بچی کی پیدائش سے بعض لوگ پریشان ہو جاتے ہیں، وہاں الٹا معاملہ ہے لڑکی والوں کو کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، تمام خرچہ لڑکے والے اٹھاتے ہیں......تو کہنے لگے ہم اس ملک میں شادی کا پورا خرچہ کہاں سے اٹھائیں، میری تو تنخواہ اتنی کہ مشکل سے گھر کی دال روٹی مل جاتی ہے، اس سے زیادہ تو کچھ ہے نہیں۔

عجیب اتفاق کہ آج میرا ایک دوست آیا، اور اس نے مجھے آ کر بہت جلی کٹی سنائی، اس نے کہا بڑے مولوی بنے پھرتے ہو، کیا کیا تم نے؟ تمہاری مت ماری گئی، تم دو کو ملا بنا دیتے خوش ہو جاتے، اس کے علاوہ کسی کو انجینئر بناتے، کسی کو ڈاکٹر بناتے، کسی کو بزنس مین بناتے، تو آج یہ بچے کمانے والے ہوتے، تمہارا بوجھ اٹھاتے، تم جیسا بھی کوئی بیوقوف ہوگا کہ

سب کو ہی ملاّ، مولوی بنا دیا، اب یہ نہ کما سکتے ہیں نہ خود کھا سکتے ہیں نہ تمہیں کھلا سکتے ہیں، اب بیٹھ کر روؤ، وہ میرا بچپن کا دوست تھا، اتنا اس نے میرا دل توڑا کے مجھے محسوس ہونے لگا کہ شاید میں کوئی بڑا جرم کر بیٹھا، اس نے کہا اب جاؤ تلاش کرو اپنے بیٹے کے لئے رشتہ، جوتیاں چٹخا چٹخا کر بھی بیٹھ جاؤ گے، تو بھی رشتہ نہیں ملے گا، تو اس کی باتوں سے میں زیادہ ڈیپریشن میں آ گیا، لہٰذا آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ دعاء کریں، کہ اللہ تعالیٰ میرے بچے کا معاملہ آسان کر دے، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم سرکار کی خدمت میں سلام پیش کرنے کیلئے جا رہے ہیں،، آیئے آپ بھی چلئے، دعا کر دیجئے، ہم لوگ گئے سلام پڑھا دعا کی۔

اگلے دن مسجد نبوی میں عشاء کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ قاری صاحب مٹھائی کا ایک ڈبہ لیکر مسکراتے ہوئے تشریف لائے، ہم نے پوچھا قاری صاحب کیا ہوا؟ کہنے لگے بس اللہ کی عجیب رحمت ہوئی، کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ ہمیں پتہ چلا کہ ایک پاکستانی انجینئر تھے جو ایکسیڈینٹ میں فوت ہو گئے، ان کے گھر میں بیٹی جوان ہے، جو پڑھی لکھی خوبصورت، خوب سیرت بہت ہی اچھی بچی ہے، کسی کے بتانے پر میں اپنی بیوی کو لے کر ان کے گھر گیا، جب میری بیوی ان کے گھر گئی، تو دو منٹ کے اندر اس نے پیغام بھیجا کہ میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں، میرا دل گھبرا گیا کہ انہوں نے میری بیوی کو نکال دیا گیا؟ یا نفی میں جواب دے دیا گیا؟ میں اپنی بیوی سے ملا پوچھا کیا ہوا؟ میری بیوی کا سانس پھولا ہوا تھا، کہنے لگی ہو گیا...... ہو گیا، میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگی سب ہو گیا.... سب ہو گیا، میں نے کہا، اللہ کی بندی بتاؤ تو سہی کیا ہوا؟ اپنے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہنے لگی کہ بات یہ ہے کہ اتنی خوبصورت بچی ہے کہ میں کبھی زندگی میں تصور نہیں کر سکتی تھی، جب اس کی ماں سے بات کی تو ماں نے کہا کہ میرا خاوند دین دار تھا اور اس نے مجھے وصیت کی تھی، کہ ہر بیٹی کا رشتہ میں کسی دین دار عالم سے کروں، چونکہ میرے خاوند کی وصیت ہے اس لئے میں تو کسی عالم سے ہی کرونگی، کہنے لگی کہ ایک بات اور بتاؤں؟ میں نے کہا بتا دو، پھر خاموش ہو گئی، میں

نے پوچھا بتاتی کیوں نہیں؟ کہنے لگی، الحمد للہ ہمارے نو بیٹے ہیں، اور اسکی بھی نو بیٹیاں ہیں، اور ہر بیٹی ہمارے بیٹے سے دو سال چھوٹی ہے، ہم نے نو کی منگنی کر دی، ایک بڑا ہوگا ہم ان کی شادی کر دیں گے، اگلے بڑے ہونگے ان کی شادی کر دیں گے، میں آج دو منٹ میں نو بچوں کی منگنی کر کے آ گئی۔

دیکھا آپ نے اللہ پاک جب نیک لوگوں کی سرپرستی اور ذمہ داری لیتے ہیں تو کس طرح کام بنا دیتے ہیں اور جب خدا کی مدد نہیں ہوتی تو ایک ہی بیٹی کیوں نہ ہو مگر اس کا رشتہ نہیں آتا، اس وقت ماں باپ کے دل پر کیا گزرتی ہے یہ ماں باپ ہی بہتر جانتے ہیں، پریشان ہوتے ہیں، کہتے ہیں حضرت کیا کریں ہمارے یہاں آنسو نہیں تھمتے، ہم میاں بیوی چھپ چھپ کے روتے ہیں، بیٹی کا رشتہ مصیبت بن جاتا ہے، لیکن جب اللہ کی مدد آتی ہے تو چند منٹ میں نو بچوں کے رشتے طے ہو جاتے ہیں اور اللہ پاک ''وھو یتولی الصالحین'' کا مشاہدہ کرا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا سرپرست ہے۔

ایک نوجوان کا دلچسپ اقرار

جرمنی میں ایک شہر ہے ''ہیمبرگ'' یہاں سب سے پہلے قرآن مجید پرنٹ ہوا، ایک رشیا میں ہوا، سن پیٹر برگ میں، اور ایک جرمنی میں ہوا، جب چھاپہ خانے بنے تو پہلا قرآن مجید ان جگہوں سے چھپا، اس شہر میں ایک دفعہ جانا ہوا، وہاں بیان ہوا، بیان کے بعد ایک پاکستانی انجینئر مجھے ملنے آئے، دیکھنے میں بہت خوبصورت، رنگ بڑا صاف، پرسنالیٹی بہت اچھی، کہنے لگے کہ میں آپ کو ایک بات بتاؤں؟ میں نے کہا بتلائیے، کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ داڑھی والوں کا بڑا فیور کرتے ہیں، میں نے کہا ہاں بات تو بالکل ٹھیک ہے، مگر تمہیں کیسے پتہ چلا کہنے لگا کہ مجھ پر جو بیتی ہے وہ کسی کو بتا نہیں سکتا، لیکن آپ کو میں ضرور بتاؤنگا، میں نے کہا بہت اچھا۔

کہنے لگا کہ میں پاکستانی انجینئر ہوں، جس دفتر میں کام کرتا ہوں، وہاں ایک جرمن لڑکی کام کرتی ہے، جو حسن اور جمال میں اپنی مثال آپ ہے، لوگ اس کو بیوٹی کوین یعنی ملکۂ حسن کہتے ہیں، وہ بھی انجینئر ہے، مگر اتنی سمجھ دار ہے، کہ وہ کسی بندے کو ضرورت سے زائد بات کرنے نہیں دیتی، دفتر کے جتنے نوجوان ہیں ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس سے میری شادی ہو جاتی، کوئی کسی ڈھنگ سے مخاطب کرتا، تو کوئی کسی ڈھنگ سے، لیکن وہ اتنا رعب رکھتی کہ دوسری کوئی بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی، نوجوان آپس میں بیٹھتے تو واؤٹ فول اسی کا ٹوپک ہوتا، کہ پتہ نہیں یہ کس قسمت والے کو ملے گی؟ پتہ نہیں یہ کس کی بات سنے گی؟

ایک دن دوپہر کے کھانے کا وقفہ تھا لوگوں نے کھانا کھایا، میں نے کھانا نہیں کھایا، وہ لڑکی قریب سے گزری، مجھ سے پوچھنے لگی کہ آپ نے کھانا نہیں کھایا، میں نے کہا مجھے آج کھانا نہیں کھانا ہے، کہنے لگی طبیعت ٹھیک ہے؟ میں نے کہا رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے، میں نے روزہ رکھا ہے، کہنے لگی رمضان کیا ہوتا ہے، میں نے اسے بتایا، اس کو دلچسپی پیدا ہو گئی، چنانچہ اگلے دن پھر اس نے روزے کے بارے میں پوچھا مجھے تو بات کرنے کا موقع مل گیا، اب اسی ٹوپک (TOPIC) کو میں لمبا کرتا گیا، اور روزہ وغیرہ کے متعلق باتیں بتلانے لگا، جب کئی دنوں تک ہماری بات چیت اس ٹوپک پر ہونے لگی، تو وہ کہنے لگی کہ کوئی اہم جگہ بتادو جس سے میں اور باتیں معلوم کر سکوں، میں نے ایک اسلامک سینٹر کا پتہ بتا دیا، کہ وہاں کے امام سے رابطہ کرو وہ عالم ہیں وہ تمہیں بتائیں گے، اس لڑکی نے وہاں رابطہ کیا اور اس کا امام کے ساتھ مستقل رابطہ ہو گیا، دینی باتیں معلوم کرنے لگی۔

چند دن کے بعد ایک دن دفتر آئی، تو دیکھا کہ وہ سر پر حجاب یعنی پردہ ڈال کر آئی ہے، ہم بڑے حیران، کسی نے پوچھا کیا ہوا، اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں، اور میں نے امام صاحب کے پاس جا کر کلمہ پڑھ لیا ہے، کہنے لگے کہ میں بڑا خوش ہوا کہ پورے دفتر میں، میں ایک مسلمان ہوں اب میرا کام بن گیا، اب تو یہ میرے ساتھ رشتہ کریگی، کسی سے تو کر ہی نہیں سکتی، جس دن یہ ہوگا اس دن میں تو نوکری ڈے مناؤں گا، کہنے لگے اب میں نے

اس سے کھل کر اسلام کے متعلق باتیں کرنی شروع کر دی، وہ بھی میری باتیں خوب سنتی۔

جب چھٹیوں کا زمانہ آ گیا، چھٹیوں میں پہلے پروگرام بناتی تھی کہ کہیں ساحل سمندر پر چلی جاؤں، میں نے اس سے کہا تم مسلمان ہو چکی ہو، کیسے جاؤ گی؟ وہ کہنے لگی میں خود بھی جانا نہیں چاہتی، میں نے پوچھا پھر کیا کرو گی؟ کہنے لگی کہ میں ترکی جاؤں گی مسلمان ملک ہے، وہاں جا کر اسلام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرونگی، میں نے اس کو کہا کہ ترکی میں کیا ہے؟ اصل اسلام تو پاکستان میں ہے، تم میرے ساتھ پاکستان چلو، تمہیں وہاں اسلام نظر آئے گا، عالم وہاں ملیں گے، کتابیں وہاں ملیں گی، مدرسے وہاں ملیں گے، اندر سے میرا دل کہہ رہا تھا کہ اللہ کرے یہ پاکستان ایک دفعہ آ جائے، کہنے لگی میں سوچوں گی چنانچہ اس نے دوسرے دن کہا کہ میں پاکستان جاؤں گی، اپنی ٹکٹ خود بک کروں گی اور وہاں ہوٹل بک کرا کر ہوٹل میں رہونگی، میں نے کہا نہیں نہیں، میرے گھر رہنا، میری والدہ ہے میری بہن ہے، میری بہن ایم اے ہے، میری والدہ بھی پڑھی لکھی ہے وہ دین کی بہت باتیں آپ کو بتلائیں گی، اس نے کہا کہ تم ان کو میرے ہوٹل میں لے آنا، میں ان سے بات چیت کرونگی، اگر میں مناسب سمجھوں گی تو تمہارے گھر ایک دن کیلئے آؤنگی، میں نے کہا چلو یہی بہتر ہے، میں نے اپنی بہن اور والدہ کو فون کیا، تیار رہو، منگیتر کو لے کر آ رہا ہوں، اور آتے ہی آپ لوگ اس کو تیار کر کے میری شادی کر دینا، اب جو باقی دس دن تھے وہ کٹتے ہی نہیں تھے، لوگوں کو راتوں میں خواب آتے ہیں، مجھے دن میں خواب آتے تھے کہ ہم پاکستان جا رہے ہیں اور وہ میری بیوی بنے گی، اور ایسی ہماری لائف ہوگی، اور میں خوش نصیب ہونگا، پوری برادری دیکھے گی کہ کیسی میری بیوی ہے، گھنٹوں ان خیالوں میں گم رہتا۔

کہنے لگا جس دن میں ایئرپوٹ پر پہنچا، تو میری نگاہیں اس کو تلاش کر رہی ہیں کہ پتہ نہیں آتی بھی ہے یا نہیں، تھوڑی دیر میں دیکھا آئی اور وہ بھی آ کر لائن میں کھڑی ہوگئی، اور مجھے بتایا کہ مسٹر فلاں ہم ساتھ چلیں گے، ہم لاہور اترے، لاہور میں ہمارا بڑا گاؤں تھا، کاروبار تھا، ڈیفنس میں کوٹھی تھی، اور موٹر کا شوروم تھا، جس میں کروڑوں کی گاڑیاں تھیں، اور

خاندان بڑا سمجھا جاتا تھا، مجھے تسلی تھی کہ یہ جائے گی جب سب کچھ دیکھے گی، تو اگلے دن نکاح کیلئے آمادہ ہو جائے گی، کہنے لگے لاہور ایئر پوٹ پر اسکو ایک مخصوص گاڑی لینے آئی ہوئی تھی، وہ کہنے لگی کہ اچھا میں جاتی ہوں، تھکی ہوئی ہوں، آرام کروں گی، کل دو پہر کو اپنی والدہ کو میرے پاس لے آنا، اگلے دن دو پہر کو والدہ اور بہن کو لے گیا، انہوں نے بات چیت کی، اس کو کہا کہ دیکھو! یہاں تمہیں کھانے کی تنگی، اور رہنے کی تنگی ہے، سب سے بہترین حلال کھانا ہمارے گھر میں ملیگا، تم ہمارے گھر میں آؤ ہم تمہیں کھانا کھلائیں گے، بہترین چائینیز بناتی ہوں، اور یہ کھانا وہ کھانا...... انہوں نے تو ایسی گردان پڑھی کہ عمدہ عمدہ کھانے کے لئے پیٹ بھرے بندے کے منہ میں بھی رال ٹپک جائے، بھوکے کو تو ٹپکتی ہی ہے، اس نے کہا اچھا میں آؤنگی، وہ ہمارے گھر آ گئی، اس نے محسوس کیا کہ گھر میں بھی کچھ عورتیں ہیں میں ان کے درمیان محفوظ رہ سکتی ہوں، میرے گھر رہنے لگی۔

میری والدہ نے ایک دم اس کو بیٹی بنالیا، کہ آج کے بعد آپ میری بیٹی، ایک میری بیٹی یہ ہے اور ایک آپ بیٹی ہو، اور میری بہن تو اس کے ساتھ فرینڈ بن گئی، کہنے لگی میں سوچتی تھی کہ زندگی میں کسی کو سہیلی بناؤنگی، آپ مجھے ملی ہو بس آپ کو میں نے سہیلی بنالیا، وہ سب کی باتیں سنتی، مگر چپ رہتی، میری بہن اور والدہ نے اس کو کہا کہ تم دونوں انجینئر ہو ایک جگہ کام کرتے ہو، کتنا اچھا جوڑ ہے، کیوں نہ ہم تمہاری شادی کر دیں، اور تم واپس جا کر میاں بیوی کی زندگی گزارو۔ اس نے جواب دیا میں تیار نہیں ہوں، والدہ مجھ سے کہنے لگی کوئی بات نہیں، ہم ایک دو دن میں تیار کرلیں گے۔

کہنے لگے ایک ہفتہ اسی میں گزر گیا، اور دوسرا ہفتہ جب شروع ہوا، تو مجھے فکر ہوئی، میں بڑا پریشان، میں نے اپنی بہن کو کہا کہ سنو، اگر یہ مجھ سے تیار نہیں تو میرے دو چھوٹے بھائی بھی ہیں، وہ بھی ماشاء اللہ نوجوان لکھے پڑھے ہیں، وہ اور زیادہ مجھ سے خوبصورت اور ینگ (نوجوان) ہیں، میں نے کہا انکا رشتہ کر دو، والدہ نے ان کے رشتہ پیش کیئے اس نے

اس کو بھی رجیکٹ کر دیا، میری والدہ حیران کہ پتہ نہیں یہ چاہتی کیا ہے؟

کہنے لگے کیا بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ داڑھی والوں کی کیسے فیور کرتا ہے، میرے ایک چچا تھے وہ تبلیغی جماعت میں جاتے تھے، اور انکا ایک بیٹا تھا جسکو انہوں نے جامعہ اشرفیہ میں پڑھا کر عالم بنایا، پوری برادری میں سب سے کمزور حالت ان کی تھی، پاؤں میں ہوائی چپل اور میلے کپڑے، سر پر معمولی ٹوپی، اسی حالت میں وہ پڑھتے تھے، معمولی کھانا کھاتے تھے، اتفاق سے میری والدہ کو کچھ دینے کیلئے میرا وہ کزن (چچازاد بھائی) میرے گھر آیا، اس لڑکی نے داڑھی والے بندے کو دیکھ لیا، تو میری والدہ سے پوچھا یہ کون ہے؟ امی نے بتا دیا، کہ یہ میرے دیور کا بیٹا ہے اور عالم ہے، وہ کہنے لگی کہ اس سے اسلام کے بارے میں کچھ سوال پوچھ سکتی ہوں، امی نے کہا بہت اچھا، مگر اس عالم نے منع کر دیا کہ میں عورت سے بات نہیں کرتا، امی نے منت سماجت کی تو تیار ہو گیا، لیکن ایسے جیسے کسی سے روٹھا ہوا ہوتا ہے، نہ اس کی طرف دیکھا نہ صحیح لہجے میں لڑکی سے بات کی، اس نے جو پوچھا بتلا دیا، اور چلا گیا، لڑکی نے جاتے ہوئے کہا اپنا کوئی نمبر دے دیں مین فون سے آپ سے بات کر لیا کروں گی، اس نے فون نمبر دیدیا۔

دوسرے دن اس نے ایک گھنٹہ دین کے بارے میں معلومات حاصل کی، مولوی صاحب کچھ زیادہ ہی جانتے تھے، انہوں نے اسکو سب بتا دیا، وہ لڑکی کہنے لگی کہ کیا آپ سے میں شادی کر سکتی ہوں؟ تو مولوی صاحب نے جواب دیا میں ابو سے پوچھونگا، وہ انجینئر کہنے لگا مجھے امی نے بتایا، کہ اس سے بات ہو رہی ہے اب میں دعائیں مانگنے لگا کہ اس کے ابو منع کر دیں، اس کے ابو نا کر دیں، اس نے ابو سے پوچھا، ابو نے کہا بیٹا ہم نے تو دین کیلئے زندگی گزار دی، اگر اللہ نے آپ کا رزق وہاں رکھا ہے تو جاؤ اور وہاں جا کر دین کا کام کرو، اس نے ہاں کر دی، جیسے ہی ہاں کی تو اس نے اس کے والد کو بلوایا، اور قریب کی مسجد میں چند شرعی گواہوں کی موجودگی میں لڑکی کا نکاح ہو گیا، اگلے دن اسکو لیکر اسلام آباد جرمن ایمبیسی چلی گئی وہاں جا کر کہا میں جرمن ہوں، انجینئر ہوں، چھٹیاں گزارنے آئی تھی، یہ بندہ مجھے

پسند آ گیا، میں نے شادی کر لی، اس کو ویزا لگا دیں، انہوں نے دس سال کا ملٹی پل ویزا لگا دیا، وہ مولوی صاحب کے ساتھ جرمنی پہنچ گئی اور ہم منہ دیکھتے رہ گئے، کہنے لگا اللہ تعالیٰ مولوی کا بڑا فیور کرتا ہے، میں نے کہا حقیقت یہ ہے "وھو یتولی الصالحین" اللہ تعالیٰ نیکوں کا سر پرست ہے؛ وہ ان کے کام سنوار دیتا ہے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ ایسا سبب بنا دیتا ہے کہ بندے کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

سر پرست کبھی انتقام بھی لیتا ہے

جب انسان توبہ کر کے نیکوکار بن جاتا ہے تو اللہ پاک اس کی طرف سے انتقام اور ایکشن لیتے ہیں، ان کی پشت پناہی، انکی مدد، انکے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں۔

☆ ملا جیونؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ ان سے بادشاہ کو کچھ کام پڑا، بادشاہ نے اپنے سپاہی کو بھیجا کہ جاؤ ملا صاحب سے فتویٰ پوچھ کر آؤ، ملا جیونؒ درس حدیث دے رہے تھے، درس کے دوران وہ آیا اور دروازے پے کھڑا ہو گیا، یہ درس دیتے رہے، ایک گھنٹہ اسے کھڑا رہنا پڑا، ایک گھنٹہ کے بعد اس کو موقعہ ملا، سوال پوچھا، انہوں نے جواب بتلا دیا، اس کو اندر اندر غصہ تھا، کہ انہوں نے مجھے ایک گھنٹہ کھڑا رکھا، اس نے بادشاہ کو جا کر کہا، کہ وہ تو آپ کو کچھ سمجھتا ہی نہیں، اور اس کے اتنے شاگرد ہیں، مجھے تو لگتا ہے کہ یہ آپ کے خلاف بہت بڑی ایک فورم (FORM) تیار کر رہا ہے، ابھی سے بندوبست کر لیں، دیکھئے! میں وردی کے ساتھ گیا، اور اس نے مجھے ایسے ڈیل کیا کہ جیسے میں اس کا چپراسی بھی نہیں ہوں، اس نے ادھر ادھر کی لگائی بجھائی کی، بادشاہ نے کہا کہ ملا جیون کو گرفتار کر کے لاؤ۔

جب اس نے حکم جاری کیا، تو ملا جیونؒ کا ایک شاگرد بادشاہ کا بیٹا ہی تھا، ان کے پاس پڑھتا تھا، اس نے جب ابو کی بات سنی تو وہ بھاگا، اور آ کر کہا کہ حضرت میرے والد نے آپ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا، پولیس آپ کے پاس آنے والی ہے، ملا جیونؒ نے

فرمایا کہ اچھا پھر ایسا کرو کہ پانی لاؤ، ہم بھی وضو کرتے ہیں اور مصلیٰ پہ دو رکعت نماز پڑھتے ہیں، اب اس نے وضو تو کرایا، بچہ سمجھ دار تھا، جب حضرت مصلیٰ پر گئے، تو وہ باپ کی طرف بھاگا، کہنے لگا ابو ملا جیونؒ نے وضو کرلیا، مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے، اور دعا کیلئے انکے ہاتھ اٹھنے والے ہیں، اگر اٹھ گئے، تو پتہ نہیں پھر آپ کا مستقبل کیا بنے گا، بادشاہ کے سر پر تاج نہیں تھا، ننگے پاؤں بھاگتا آیا اور ملا جیونؒ کے پاس آکر پاؤں پکڑ لئے، حضرت آپ ہاتھ مت اٹھایئے، اگر آپ نے اٹھا دیئے تو خدائے پاک انتقام لے لیگا اور میری نسلوں کا حشر تباہ ہو جائے گا۔

اگر میں جہنمی تو تجھے طلاق

امام شافعیؒ کے زمانے کا واقعہ ہے ایک علاقے کا کوئی گورنر تھا، حاکم تھا، وہ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں تنہائی کے لمحات میں تھا، خاوند اچھے موڈ میں تھا مگر بیوی کسی وجہ سے اس سے ناراض تھی، اب خاوند جتنا اس سے محبت و پیار کی باتیں کرتا، وہ بیوی اتنا اس سے چڑھتی اور اس سے بدتمیزی کرتی، حتی کہ جب خاوند نے بہت زیادہ اس سے محبت کا اظہار کیا تو عورت کا دماغ اس وقت گرم تھا، وہ بے وقوف آگے سے کہنے لگی کہ جہنمی پیچھے ہٹ! مجھے ہاتھ مت لگا، اب جب اس نے اپنے خاوند کو جہنمی کہا تو آخر وہ بھی مرد تھا، اس کو غصہ آگیا، اس نے کہا کہ اچھا اگر میں جہنمی تو پھر تجھے میری طرف سے طلاق، اب رات گزر گئی، صبح جب دونوں کا دماغ ٹھنڈا ہوا تو عورت کو بھی غلطی کا احساس ہوا کہ میں اپنے خاوند سے ناراض تھی مگر مجھے یہ لفظ تو نہیں کہنا چاہیئے تھا کہ جہنمی پرے ہٹ، میں نے تو غلطی کر لی، اب وہ اپنے خاوند سے پوچھنے لگی کہ جی! کیا مجھے طلاق ہو گئی؟ اس نے کہا: پتہ نہیں یہ تو conditional (شرطیہ) تھی، کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے میری طرف سے طلاق، لہذا مجھے علماء سے پوچھنا پڑے گا، خاوند نے علماء کو بلایا، علماء کہنے لگے اس کا جواب ہم تو نہیں

دے سکتے، اسلئے کہ کون گارنٹی دے کہ آپ جہنمی نہیں ہیں، کون فیصلہ کرسکتا ہے؟ یہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے، لہذا یہ بات towntop of the (زبان زدعام) بن گئی، سیکڑوں علماء سے رابطہ کیا گیا مگر کوئی عالم، کوئی مفتی اس کا جواب نہیں دے پا رہا تھا، بادشاہ پریشان تھا، وہ بھی اپنی اتنی خوبصورت بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، بیوی بھی اب طلاق نہیں لینا چاہتی تھی۔

چنانچہ امام شافعیؒ کو کسی نے بتایا کہ جی فلاں علاقہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہے، انہوں نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو! میں اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں، چنانچہ امام شافعیؒ آئے اور انہوں نے حاکم سے پوچھا کہ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے بتایا کہ اس طرح میری بیوی نے یہ الفاظ کہے اور میں نے اس کے جواب میں یہ الفاظ کہے، اب بتائیں طلاق ہوئی کہ نہیں؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بادشاہ سلامت! اس کا جواب دینے کے لئے مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں پوچھنی پڑیں گی، اس نے کہا بہت اچھا، چنانچہ امام شافعیؒ نے اس سے کہا: بادشاہ سلامت! مجھے زندگی کا کوئی ایسا واقعہ بتایئے کہ جس میں آپ گناہ کرنے کا موقع رکھتے ہوں، گناہ کرنا آپ کے لئے آسان ہو مگر اللہ رب العزت کے ڈر کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو بچایا ہو، کوئی واقعہ ایسا سنائیں۔

بادشاہ سوچتا رہا، کہنے لگا: ہاں! ایک دفعہ میری زندگی میں یہ واقعہ پیش آیا، کیسے پیش آیا؟ کہنے لگا: ایک دفعہ جلدی میں اپنے دفتر کے کام سے فارغ ہوکر اپنے بیڈروم میں چلا گیا، جیسے ہی میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ محل میں کام کرنے والی لڑکی میرے کمرے میں چیزوں کو سنوار رہی تھی، بستر کو ٹھیک کررہی تھی، جب میری اس کے چہرے پر نظر پڑی تو لڑکی حسن وجمال میں بہت پیاری تھی، چنانچہ میں نے دروازے کو لاک لگا دیا، بند کردیا، جب میں لاک لگا کر آگے بڑھا، تو لڑکی سمجھ گئی کہ میری نیت خراب ہے، وہ نیک تھی، پاک دامن تھی، تو میری طرف دیکھ کر اس نے کہا: یاملک اتق اللہ (اے بادشاہ اللہ سے ڈر) جیسے

ہی اس نے یہ لفظ کہا: اللہ سے ڈر، میرے دل میں ڈر آ گیا اور میں نے تالا کھول دیا اور لڑکی سے کہا چلی جاؤ! حالانکہ اگر میں چاہتا تو لڑکی سے اپنی خواہش پوری کر لیتا، مجھے کسی نے پوچھنا ہی نہیں تھا، مگر اس نیک بچی کے یہ الفاظ میرے دل پر بجلی بن کر گرے اور مجھے اللہ کا خوف آ گیا اور میں نے گناہ کے اس موقع سے بچنے کے لئے اس لڑکی کو واپس بھیج دیا اور یہ ایک ایسا گناہ ہے جو میں کر سکتا تھا مگر اللہ کے خوف کی وجہ سے میں نے نہیں کیا، جب اس نے یہ واقعہ سنایا، امام شافعیؒ نے اس سے کہہ دیا کہ آپ کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی، اس لئے کہ آپ جہنمی نہیں، بلکہ جنتی ہیں، جب انہوں نے یہ فتوی دیا سارے علماء ان سے بحث کرنے لگ گئے، آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ آپ کیسے جنت کا ٹکٹ دے سکتے ہیں؟ کیا پرمٹ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ کہیں کہ یہ جنتی ہے یہ جہنمی؟ آپ نے فرمایا: کہ یہ فتوی میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ یہ فتوی اللہ تعالی نے قرآن مجید میں خود عطا فرمایا ہے، جی قرآن مجید میں کیسے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کی آیت ہے ﴿واما من خاف مقام ربه﴾ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ﴿ونهى النفس عن الهوى﴾ (النازعات ۳۹) اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات میں پڑنے سے بچا لیا ﴿فان الجنة هى المأوى﴾ پس اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا، اللہ نے چونکہ فرما دیا، لہٰذا میں فتوی دیتا ہوں کہ اس کبیرہ گناہ سے بچنے کی وجہ سے یہ بندہ قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا، جو بچی آج کے دور میں گناہ کی دعوت ملنے کے باوجود اپنے آپ کو مضبوط رکھتی ہے، اور اپنی عزت اور پاکدامنی کو محفوظ رکھتی ہے اور دعوت دینے والے کو no (نہیں) کا جواب دے دیتی ہے، ہٹ دفع ہو یہاں سے، کا جواب دے دیتی ہے، یہ لڑکی قیامت کے دن اللہ کی جنتوں میں داخل کی جائیگی، اور اللہ کا دیدار عطا کیا جائیگا، اللہ تعالی ہمیں بھی پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: البتہ اسی قسم کا قصہ ہارون رشید کا زبیدہ کے ساتھ بھی ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ۶/۳۲۸)

شیطان

اور

گناہ و معصیت

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

برصیصا راہب کی گمراہی کا عبرتناک انجام

بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک راہب تھا، اس وقت بنی اسرائیل میں اس جیسا کوئی عبادت گزار نہیں تھا، اس نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا، وہ اسی میں عبادت میں مست رہتا تھا، اسے لوگوں سے کوئی غرض نہیں تھی، نہ تو وہ کسی کو ملتا تھا اور نہ ہی کسی کے پاس آتا جاتا تھا، شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔

برصیصا اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہی نہیں تھا، وہ ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنا وقت ہرگز ضائع نہیں کرتا تھا، شیطان نے دیکھا کہ جب دن میں کچھ وقت یہ تھکتے ہیں تو کبھی کبھی اپنی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھ لیتے ہیں، ادھر کوئی آبادی بھی نہیں تھی، اس کا اکیلا صومعہ تھا، اس کے ارد گرد کھیت اور باغ تھے، جب اس نے دیکھا کہ وہ دن میں ایک یا دو مرتبہ کھڑکی سے دیکھتے ہیں تو اس مردود نے انسانی شکل میں آکر کھڑکی کے سامنے نماز کی نیت باندھ لی.... اس نے نماز کیا پڑھنی تھی، فقط شکل بنا کر کھڑا تھا.... اب دیکھو کہ جس کی جولائین ہوتی ہے اس کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مطابق (دل کش) بہروپ بناتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکا تو ایک آدمی کو قیام کی حالت میں دیکھا، وہ بڑا حیران ہوا، جب دن کے دوسرے حصے میں اس نے دوبارہ ارادتاً باہر دیکھا تو وہ رکوع میں تھا، بڑا لمبا رکوع کیا، پھر تیسری مرتبہ سجدے کی حالت میں دیکھا، کئی دن اسی طرح ہوتا رہا، آہستہ آہستہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ یہ تو کوئی بڑا ہی بزرگ انسان ہے جو دن رات اتنی عبادتیں کرتا ہے، وہ کئی مہینوں تک اسی طرح شکل بنا کر قیام، رکوع

اور سجدے کرتا رہا، یہاں تک کہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ میں اس سے پوچھوں تو صحیح کے یہ کون ہے۔

جب برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی تو شیطان نے کھڑکی کے قریب مصلی بچھانا شروع کر دیا، جب مصلی کھڑکی کے قریب آ گیا اور برصیصا نے باہر جھانکا تو اس نے شیطان سے پوچھا: تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کیا غرض ہے، میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں، مجھے ڈسٹرب نہ کریں، وہ سوچنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ کسی کی کوئی بات سننا گوارہ ہی نہیں کرتا، دوسرے دن برصیصا نے پھر پوچھا کہ آپ اپنا تعارف تو کروائیں، وہ کہنے لگا: مجھے اپنا کام کرنے دو۔

اللہ کی شان کہ ایک دن بارش ہونے لگی، وہ بارش میں بھی نماز کی شکل بنا کر کھڑا ہو گیا، برصیصا کے دل میں بات آئی کہ جب یہ اتنا عبادت گزار ہے کہ اس نے بارش کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، کیوں نہ میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کروں اور اس سے کہوں کہ میاں! اندر آ جاؤ، چنانچہ اس نے شیطان کو پیش کش کی کہ باہر بارش ہو رہی ہے، تم اندر آ جاؤ، وہ جواب میں کہنے لگا: ٹھیک ہے، مؤمن کو مؤمن کی دعوت قبول کر لینی چاہئے، لہٰذا میں آپ کی دعوت قبول کر لیتا ہوں، وہ چاہتا ہی یہی تھا، چنانچہ اس نے کمرے میں آ کر نماز کی نیت باندھ لی وہ کئی مہینوں تک اس کے کمرے میں عبادت کی شکل بناتا رہا، وہ دراصل عبادت نہیں کر رہا تھا، فقط نماز کی شکل بنا رہا تھا، لیکن دوسرا یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، اس کو نماز سے کیا غرض تھی، وہ تو اپنے مشن پر تھا۔

جب کئی مہینے گزر گئے تو برصیصا نے اسے واقعی بہت بڑا بزرگ سمجھنا شروع کر دیا اور اس کے دل میں اس کی عقیدت پیدا ہونا شروع ہو گئی، اتنے عرصے کے بعد شیطان برصیصا سے کہنے لگا کہ اب میرا سال پورا ہو چکا ہے لہذا میں اب یہاں سے جاتا ہوں، میرا مقام کہیں اور ہے، روانہ ہوتے وقت ویسے ہی دل نرم ہو چکا تھا لہذا وہ

برصیصا سے کہنے لگا: اچھا میں آپ کو جاتے جاتے ایک ایسا تحفہ دے جاتا ہوں جو مجھے اپنے بڑوں سے ملا تھا، وہ تحفہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھی بیمار آئے تو اس پر یہ پڑھ کر دم کر دیا کرنا، وہ ٹھیک ہو جایا کریگا، تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی آیا تھا اور تحفہ دے گیا تھا، برصیصا نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں، وہ کہنے لگا کہ ہمیں یہ نعمت طویل مدت کی محنت کے بعد ملی ہے، میں وہ نعمت تمہیں تحفے میں دے رہا ہوں اور تم انکار کر رہے ہو، تم تو بڑے نالائق انسان ہو، یہ سن کر برصیصا کہنے لگا: اچھا جی! مجھے بھی سکھا ہی دیں، چنانچہ شیطان نے اسے ایک دم سکھا دیا اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گیا کہ اچھا پھر کبھی ملیں گے۔

وہ وہاں سے سیدھا بادشاہ کے گھر گیا، بادشاہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی، شیطان نے جا کر اس بیٹی پر اثر ڈالا اور وہ مجنونہ سی بن گئی، وہ خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی تھی لیکن شیطان کے اثر سے اسے دورے پڑنا شروع ہو گئے، بادشاہ نے اس کے علاج کے لئے حکیم اور ڈاکٹر بلوا لئے، کئی دنوں تک وہ اس کا علاج کرتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب کئی دنوں کے علاج کے بعد بھی کچھ افاقہ نہ ہوا تو شیطان نے بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج کروالیا ہے، اب کسی دم والے سے ہی دم کروا کر دیکھ لو، خیال آتے ہی اس نے سوچا کہ ہاں کسی دم والے کو تلاش کرنا چاہیئے، چنانچہ اس نے اپنے سرکاری ہرکارے بھیجے تاکہ وہ پتہ کر کے آئیں کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک بندہ کون ہے، سب نے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک آدمی تو برصیصا ہے اور وہ تو کسی سے ملتا ہی نہیں ہے، بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ کسی سے نہیں ملتا تو ان کے پاس جا کر میری طرف سے درخواست کرو کہ ہم آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔

کچھ آدمی برصیصا کے پاس گئے، اس نے انہیں دیکھ کر کہا کہ آپ مجھے ڈسٹرب کرنے کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے، حکیموں اور ڈاکٹروں سے بڑا علاج کروایا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بادشاہ چاہتے ہیں کہ آپ بے شک یہاں نہ

آئیں تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ آئے، ہم آپ کے پاس بچی کو لے کر آجاتے ہیں، آپ یہیں اس بچی کو دم کر دینا، ہمیں امید ہے کہ آپ کے دم کرنے سے وہ ٹھیک ہو جائے گی، اس کے دل میں ایک خیال آیا کہ ہاں میں نے ایک دم سیکھا تو ہے، اس دم کو آزمانے کا یہ اچھا موقع ہے، چلو یہ تو پتہ چل جائیگا کہ وہ دم ٹھیک بھی ہے یا نہیں، چنانچہ اس نے ان لوگوں کو بادشاہ کی بیٹی کو لانے کی اجازت دے دی۔

بادشاہ اپنی بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس آ گیا، اس نے جیسے ہی دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہوگئی، مرض بھی شیطان نے لگایا تھا اور دم بھی اسی نے بتایا تھا لہذا دم کرتے ہی شیطان اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور وہ بالکل ٹھیک ہوگئی، بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی اس کے دم سے ٹھیک ہوئی ہے۔

ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے پھر اسی طرح بچی پر حملہ کیا اور وہ اسے پھر برصیصا کے پاس لے آئے، اس نے دم کیا تو وہ پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا، حتیٰ کہ دو چار دن کے بعد بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی کا علاج اس کے دم میں ہے، اب برصیصا کی بڑی شہرت ہوئی کہ اس کے دم سے بادشاہ کی بیٹی ٹھیک ہو جاتی ہے۔

کچھ عرصے کے بعد اس بادشاہ کے ملک پر کسی نے حملہ کیا، وہ اپنے شہزادوں کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگا، اب بادشاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر جنگ میں جائے تو بیٹی کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں، کسی نے مشورہ دیا کہ کسی وزیر کے پاس چھوڑ جائیں اور کسی نے کوئی اور مشورہ دیا، بادشاہ کہنے لگا کہ اگر اسکو دوبارہ بیماری لگ گئی تو پھر کیا بنے گا، برصیصا تو کسی کی بات بھی نہیں سنے گا، چنانچہ بادشاہ نے کہا کہ میں خود برصیصا کے پاس اپنی بیٹی کو چھوڑ جاتا ہوں.... دیکھو شیطان کیسے جوڑ ملا رہا ہے.... بادشاہ اپنے تینوں بیٹوں اور بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ ہم جنگ پر جا رہے ہیں، زندگی اور موت کا پتہ نہیں ہے، مجھے اس وقت سب سے زیادہ اعتماد تمہیں پر ہے اور میری بیٹی کا علاج

بھی تمہارے ہی پاس ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ یہ بچی تمہارے پاس ہی ٹھہر جائے، برصیصا کہنے لگا: توبہ توبہ!!! میں یہ کام کیسے کرسکتا ہوں کہ یہ اکیلی میرے پاس ٹھہرے، بادشاہ نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس آپ اجازت دے دیں، میں اسکے رہنے کے لئے آپ کے عبادت خانے کے سامنے ایک گھر بنوا دیتا ہوں اور یہ اسی گھر میں ٹھہرے گی، برصیصا نے یہ سن کر کہا: چلو ٹھیک ہے، جب اس نے اجازت دے دی تو بادشاہ نے اس کے عبادت خانے کے سامنے گھر بنوا دیا اور بچی کو وہاں چھوڑ کر جنگ پر روانہ ہو گئے۔

اب برصیصا کے دل میں بات آئی کہ میں اپنے لئے تو کھانا بناتا ہی ہوں، اگر بچی کا کھانا میں ہی بنا دیا کروں تو اس میں کیا حرج ہے کیوں کہ وہ اکیلی ہے پتہ نہیں وہ اپنے لئے کھانا پکائے گی بھی یا نہیں، چنانچہ وہ کھانا بناتا اور آدھا خود کھا کر باقی آدھا کھانا اپنے عبادت خانے کے دروازے سے باہر رکھ دیتا اور اپنا دروازہ کھٹکھٹا دیتا، یہ اس لڑکی کے لئے اشارہ ہوتا کہ اپنا کھانا اٹھا لو، اس طرح وہ لڑکی کھانا اٹھا کر لے جاتی اور کھا لیتی، کئی مہینوں تک یہی معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو، وہ لڑکی اکیلی رہتی ہے، تم کھانا پکا کر اپنے دروازے کے باہر رکھ دیتے ہو اور لڑکی کو وہ کھانا اٹھانے کے لئے گلی میں نکلنا پڑتا ہے، اگر کبھی کسی مرد نے دیکھ لیا تو وہ تو اس کی عزت خراب کر دیگا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھ دیا کرو تا کہ اس کو باہر نکلنا نہ پڑے، چنانچہ برصیصا نے کھانا بنا کر اسکے دروازے کے اندر رکھنا شروع کر دیا، وہ کھانا رکھ کر کنڈی کھٹکھٹا دیتا اور وہ کھانا اٹھا لیتی، یہ سلسلہ چلتا رہا۔

جب کچھ اور مہینے بھی گزر گئے تو شیطان نے اس کے دل میں ڈالا کہ تم خود تو عبادت میں لگے ہوتے ہو، یہ لڑکی اکیلی ہے، ایسا نہ ہو کہ تنہائی کی وجہ سے اور زیادہ بیمار ہو جائے، اس لئے بہتر ہے کہ اس کو کچھ نصیحت کر دیا کرو تا کہ یہ بھی عبادت گزار بن جائے،

اور اس کا وقت ضائع نہ ہو، یہ خیال دل میں آتے ہی اس نے کہا کہ ہاں یہ بات تو بہت اچھی ہے لیکن اس کام کی کیا ترتیب ہونی چاہیئے، شیطان نے اس بات کا جواب بھی اس کے دل میں ڈالا کہ اسکو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر آ جایا کرے اور تم بھی اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ جایا کرو اور اسے وعظ و نصیحت کیا کرو، چنانچہ اس نے اسی ترتیب سے وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دی، اس کے وعظ کا اس لڑکی پر بڑا اثر ہوا، اس نے نمازیں اور وظیفے شروع کر دیئے، اب شیطان نے اسکے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھ تیری نصیحت کا اس پر کتنا اثر ہوا ایسی نصیحت تو ہر روز ہونی چاہیئے، چنانچہ اس نے روزانہ نصیحت کرنا شروع کر دی۔

اسی طرح کرتے کرتے جب کچھ وقت گزر گیا تو شیطان نے پھر اسکے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتے ہو اور وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتی ہے، راستے میں گزرنے والے کیا باتیں سوچیں گے کہ یہ کون باتیں کر رہے ہیں، اس طرح تو بہت ہی غلط تأثر پیدا ہو جائیگا، اس لئے بہتر ہے کہ چھت پر بیٹھ کر اونچی آواز سے بات کرنے کے بجائے تم دروازے سے باہر کھڑے ہو کر تقریر کرو اور وہ دروازے کے اندر کھڑی ہو کر سن لے، پردہ تو ہوگا ہی صحیح، چنانچہ اب اسی ترتیب سے وعظ و نصیحت شروع ہو گئی، کچھ عرصے تک اسی طرح معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے پھر برصیصا کے دل میں خیال ڈالا کہ تم باہر کھڑے رہ کر تقریر کرتے ہو، دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ پاگلوں کی طرح ایسے ہی باتیں کر رہا ہیں، اس لئے اگر تقریر کرنی ہے تو چلو کواڑ کے اندر کھڑے ہو کر کر لیا کرو، وہ دور کھڑی ہو کر سن لیا کریگی، چنانچہ اب اس نے دروازے کے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دیا، جب اس نے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دی تو لڑکی نے اسے بتایا کہ اتنی نمازیں پڑھتی ہوں اور اتنی عبادت کرتی ہوں، یہ سن کر اسے بڑی خوشی ہوئی کہ میری باتوں کا اس پر بڑا اثر ہو رہا ہے، اب میں اکیلا ہی عبادت نہیں کر رہا ہوتا بلکہ یہ بھی عبادت کر رہی ہوتی

ہے، کئی دن تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

بالآخر شیطان نے لڑکی کے دل میں برصیصا کی محبت ڈالی اور برصیصا کے دل میں لڑکی کی محبت ڈالی، چنانچہ لڑکی نے کہا کہ آپ جو کھڑے کھڑے بیان کرتے ہیں، میں آپ کے لئے چار پائی ڈال دیا کروں گی، آپ اس پر بیٹھ کر بیان کر دیا کرنا اور میں دور بیٹھ کر سن لیا کروں گی، اس نے کہا: بہت اچھا، لڑکی نے دروازے کے قریب چار پائی ڈال دی، برصیصا اس پر بیٹھ کر نصیحت کرتا رہا اور لڑکی دور بیٹھ کر باتیں سنتی رہی، اس دوران شیطان نے برصیصا کے دل میں لڑکی کے لئے بڑی شفقت وہمدردی پیدا کر دی، کچھ دن گزرے تو شیطان نے عابد کے دل میں بات ڈالی کہ نصیحت سنانی تو لڑکی کو ہوتی ہے، دور بیٹھنے کی وجہ سے اونچا بولنا پڑتا ہے، گلی سے گزرنے والے لوگ بھی سنتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ یہ چار پائی ذرا آگے کر کے رکھ لیا کرے اور پست آواز میں گفتگو کر لیا کریں، چنانچہ برصیصا کی چار پائی لڑکی کی چار پائی کے قریب تر ہو گئی اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا۔

کچھ عرصہ اسی طرح گزرا تو شیطان نے لڑکی کو مزین کر کے برصیصا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا اور وہ یوں اس لڑکی کے حسن و جمال کا گرویدہ ہوتا گیا، اب شیطان نے برصیصا کے دل میں جوانی کے خیالات ڈالنا شروع کر دیئے، حتی کہ برصیصا کا دل عبادت خانے سے اچاٹ ہو گیا اور اس کا زیادہ وقت لڑکی سے باتیں کرنے میں گزر جاتا، سال گزر چکا تھا، ایک دفعہ شہزادوں نے آ کر شہزادی کی خبر گیری کی تو شہزادی کو خوش وخرم پایا اور راہب کے گن گاتے دیکھا، شہزادوں کو لڑائی کے لئے دوبارہ سفر پر جانا تھا اس لئے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے، اب شہزادوں کے جانے کے بعد شیطان نے اپنی کوششیں تیز تر کر دی، چنانچہ اس نے برصیصا کے دل میں لڑکی کا عشق پیدا کر دیا اور لڑکی کے دل میں برصیصا کا عشق بھر دیا، حتی کہ دونوں طرف برابر کی آگ سلگ اٹھی۔

اب جس وقت عابد نصیحت کرتا تو سارا وقت اس کی نگاہیں شہزادی کے چہرے پر جمی

رہتیں، شیطان لڑکی کو ناز و انداز سکھاتا اور وہ سراپا نازنین رشک قمر اپنے انداز و اطوار سے برصیصا کا دل لبھاتی، حتیٰ کہ عابد نے علیحدہ چارپائی پر بیٹھنے کے بجائے لڑکی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھنا شروع کر دیا، اب اس کی نگاہیں جب شہزادی کے چہرے پر پڑی تو اس نے اسے سراپا حسن و جمال اور جاذب نظر پایا، چنانچہ اپنی شہوانی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس شہزادی کی طرف ہاتھ بڑھایا، شہزادی نے مسکرا کر اس کی حوصلہ افزائی کی، یہاں تک کہ برصیصا زنا کا مرتکب ہو گیا، جب دونوں کے درمیان سے حیا کی دیوار ہٹ گئی اور زنا کے مرتکب ہوئے تو وہ آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگ گئے، اسی دوران شہزادی حاملہ ہو گئی۔

اب برصیصا کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو کیا بنے گا، مگر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، جب وضع حمل ہوگا تو نومولود کو زندہ درگور کر دینا اور لڑکی کو سمجھا دینا، وہ اپنا بھی عیب چھپائے گی اور تمہارا بھی عیب چھپائے گی، اس خیال کی آتے ہی ڈر اور خوف کے تمام حجاب دور ہو گئے اور برصیصا بے خوف وخطر ہوس پرستی اور نفس پرستی میں مشغول رہا۔

ایک وہ دن بھی آیا جب اس شہزادی نے بچے کو جنم دیا، جب بچے کو وہ دودھ پلانے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں ڈالا کہ اب تو ڈیڑھ دو سال گزر گئے ہیں اور بادشاہ اور دیگر لوگ جنگ سے واپس آنے والے ہیں، شہزادی تو ان کو سارا ماجرا سنا دیگی، اس لئے تم اسکا بیٹا کسی بہانے سے قتل کر دو تا کہ گناہ کا ثبوت نہ رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ شہزادی سوئی ہوئی تھی، اس نے بچے کو اٹھایا اور قتل کر کے گھر کے صحن میں دبا دیا، اب ماں تو ماں ہی ہوتی ہے، جب وہ اٹھی تو اس نے کہا: میرا بیٹا کدھر ہے؟ اس نے کہا: مجھے تو کوئی خبر نہیں، ماں نے ادھر ادھر دیکھا تو بیٹے کا کہیں سراغ نہ ملا، چنانچہ وہ اس سے خفا ہونے لگی، جب وہ خفا ہونے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں بات ڈالی کے دیکھو! یہ ماں ہے، اور یہ اپنے بیٹے کو ہرگز نہیں بھولے گی، پہلے تو نہ معلوم یہ بتاتی یا نا بتاتی

اب تو یہ ضرور بتا دے گی، لہٰذا اب ایک ہی علاج باقی ہے لڑکی کو بھی قتل کر دو، تا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری، جب بادشاہ آ کر پوچھے گا تو بتا دینا کہ پس وہ بیمار ہوئی تھی اور مر گئی، جیسے ہی اس کے دل میں یہ بات آئی کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے، چنانچہ اس نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ ہی صحن میں دفن کر دیا، اس کے بعد وہ اپنی عبادت میں لگ گیا۔

کچھ مہینوں کے بعد بادشاہ سلامت واپس آ گئے، اس نے بیٹوں کو بھیجا کہ جاؤ اپنی بہن کو لے آؤ، وہ برصیصا کے پاس آئے اور کہنے لگے: جی ہماری بہن آپ کے پاس تھی، ہم اسے لینے آئے ہیں، برصیصا ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہنے لگا کہ آپ کی بہن بہت اچھی تھی، بڑی نیک تھی اور ایسے ایسے عبادت کرتی تھی، لیکن وہ اللہ کو پیاری ہو گئی تھی، یہ صحن میں اس کی قبر ہے، بھائیوں نے جب سنا تو وہ رو دھو کر واپس چلے گئے۔

گھر جا کر جب وہ رات کو سوئے تو شیطان خواب میں بڑے بھائی کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا: بتاؤ تمہاری بہن کا کیا بنا؟ وہ کہنے لگے: ہم جنگ کے لئے گئے ہوئے تھے، اسے برصیصا کے پاس چھوڑ کر گئے تھے، وہ اب فوت ہو چکی ہے، شیطان کہنے لگا: وہ فوت نہیں ہوئی تھی، اس نے پوچھا کہ اگر فوت نہیں ہوئی تھی تو کیا ہوا تھا؟ وہ کہنے لگا برصیصا نے خود یہ کرتوت کیا ہے اور اس نے خود اسے قتل کیا ہے اور فلاں جگہ اسے دفن کیا اور بچے کو بھی اس نے اسی کے ساتھ دفن کیا تھا، اس کے بعد وہ خواب میں ہی اس کے درمیانی بھائی کے پاس گیا اور اس کو بھی یہی کچھ کہا اور پھر اس کے چھوٹے بھائی کے پاس جا کر بھی یہی کچھ کہا۔

تینوں بھائی جب صبح اٹھے تو ایک نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے، دوسرے نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے تیسرے نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے، وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ سب کو ایک جیسا خواب آیا ہے، سب سے چھوٹے بھائی نے کہا: یہ اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ میں جا کر تحقیق کروں گا، دوسرے نے کہا: چھوڑو بھائی یہ کون سی بات ہے جانے دو، وہ کہنے لگا: نہیں میں ضرور تفتیش کروں گا،

چنانچہ چھوٹا بھائی غصے میں آ کر چل پڑا، اسے دیکھ کر باقی بھائی بھی اس کے ساتھ ہو لئے، انہوں نے جا کر جب زمین کو کھودا تو اس میں بہن کی ہڈیاں بھی مل گئی اور ساتھ ہی چھوٹے سے بچے کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی مل گیا۔

جب ثبوت مل گیا تو انہوں نے برصیصا کو گرفتار کرلیا، اسے جب قاضی کے پاس لے جایا گیا تو اس نے قاضی کے روبرو اپنے اس گھناؤنے اور مکروہ فعل کا اقرار کرلیا اور قاضی نے برصیصا کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا۔

جب برصیصا کو پھانسی کے تخت پر لایا گیا اور اس کے گلے میں پھندا ڈالا گیا اور پھر پھندا کھینچنے کا وقت آیا تو پھندہ کھینچنے سے عین دو چار لمحے پہلے شیطان اس کے پاس وہی عبادت گزار کی شکل میں آیا وہ اسے کہنے لگا: کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ برصیصا نے کہا: ہاں میں تمہیں پہچانتا ہوں، تم وہی عبادت گزار ہو جس نے مجھے وہ دم بتایا تھا، شیطان نے کہا: وہ دم بھی آپ کو میں نے بتایا تھا، لڑکی کو بھی میں نے اپنا اثر ڈال کر بیمار کیا تھا، اسے قتل بھی میں نے تجھ سے کروایا تھا اور اگر اب تو بچنا چاہے تو میں ہی تمہیں بچا سکتا ہوں، برصیصا نے کہا: اب تم مجھے کیسے بچا سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا: تم میری ایک بات مان لو میں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں، اس نے پوچھا کہ میں آپ کی کون سی بات مانوں؟ شیطان نے کہا کہ بس یہ کہہ دو کہ خدا نہیں ہے، برصیصا کے تو حواس باختہ ہو چکے تھے، اس نے سوچا کہ چلو، میں ایک دفعہ یہ کہہ دیتا ہوں، پھر پھانسی سے بچنے کے بعد دوبارہ اقرار کرلوں گا، چنانچہ اس نے کہہ دیا، خدا موجود نہیں، عین اس لمحے میں کھینچنے والے نے کھینچ دیا اور یوں اس عبادت گزار کی کفر پر موت آ گئی۔

(تفسیر القرطبی ۱۸/۳۹ - البدایہ والنہایہ ۲/۱۶۲ - تلبیس ابلیس ۳۳ - تفسیر قرطبی سورۂ حشر - تفسیر مظہری ۱۱/ ۲۵۸، اردو)

ایک فیشن ایبل لڑکی کا انجام

ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی تعلیم کا کوئی خیال نہ کیا، حتی کہ اس کو خوب مال پیسہ دیا اور وہ خوبصورت لڑکی فیشن ایبل بن گئی، حتی کہ جوانی میں اس کو موت آ گئی، اس آدمی کی بڑی تمنا تھی بیٹی جوانی میں جدا ہوگئی میں کبھی اس کو خواب میں تو دیکھوں، میری بیٹی کس حال میں ہے، ایک دن اس نے خواب میں دیکھا کہ اپنی بیٹی کے قبر پہ کھڑا ہے اچانک اسکی بیٹی کی قبر کھل گئی کیا دیکھتا ہے، بیٹی بے لباس پڑی ہے اس نے اپنے ستر کو چھپایا مگر اس کی تو حالت عجیب تھی اس کا سر بالکل گنجا ہے اور اس کی شکل عجیب، اس نے پوچھا: بیٹی تیرا کیا حال ہے، کہنے لگی: ابو میں بے پردہ پھرتی تھی، جب یہاں قبر میں آئی میرے سر کو بہت بڑا بنا دیا گیا پہاڑوں کی طرح میرا ہر ہر بال بڑ کے درخت کی طرح بنا دیا گیا، جس کی شاخیں زمین میں دور تک پھیلی ہوتی ہے، پھر فرشتے آئے انہوں نے میرے ایک ایک بال کو نوچا اور جس طرح بڑ کے درخت کو کھینچ لے تو زمین میں گڑھے پڑ جاتے ہیں، ابو! ایک ایک بال کو نوچنے سے میرے سر کے اندر گڑھے پڑ گئے، اس لئے میرے سر کی جلد بھی چلی گئی فقط ہڈی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس نے کہا بیٹی تمہارا چہرہ بھی وہ نہیں، کہنے لگی: ابو! آپ دیکھ رہے ہیں آپ کو میرے دانت نظر آرہے ہیں، ہونٹ نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے ہونٹوں پے سرخی لگی ہوئی تھی اور میں اسی طرح وضو کر کے نمازیں پڑھ لیتی تھی، فرشتے آئے انہوں نے کہا: تو طہارت کا خیال نہیں کرتی تھی، تیرا غسل بھی نہیں ہوتا تھا، چنانچہ انہوں نے میری سرخی کو جو کھینچا، یہ سرخی چپک گئی تھی میرے ہونٹوں سے، سرخی کے ساتھ اوپر اور نیچے کے دونوں ہونٹ بھی کٹ گئے، اس لئے آپ کو میرے بتیس دانت نظر آرہے ہیں، ہونٹ

اوپر نہیں ہے، باپ نے کہا: بیٹی تیرے ہاتھوں کی انگلیاں زخمی نظر آتی ہے، لڑکی نے کہا :ابو میں ناخون پالش لگایا کرتی تھی فرشتے آئے کہنے لگے : تیرے ناخونوں کو ہم کھینچیں گے، انہوں نے میرے ایک ایک ناخون کو کھینچا ابو میرے ہاتھ پہ زخم ہیں میرے چہرے پہ زخم ہے، میرے سر پہ زخم ہے میں بتا نہیں سکتی، آپ نے مجھے اتنی محبت دی تھی، میں نے جو خواہش کی ابو آپ نے پوری کر دی، مجھے اتنی محبت دی میں تو غم، پریشانی کو جانتی نہیں تھی، شہزادیوں کی طرح آپ نے پالا، کاش ابو آپ مجھ پر ایک احسان کرتے مجھے کچھ دین کی سمجھ بھی بتا دیتے میں اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتی، نہ میں خاوند کو بلا سکتی ہوں نہ میں آپ کو پیغام بھیج سکتی ہوں، اکیلی یہاں پڑی ہوں فرشتے آتے ہیں ہاتھوں میں گرز ہوتے ہیں میری پٹائی کرتے ہیں، ابو میرا دکھ بانٹنے والا کوئی نہیں، اس کی آنکھ کھل گئی تب اس کو احساس ہوا کہ کاش میں اپنی بیٹی کو دین سکھا تا میری بیٹی آگے جا کر جنت کی نعمتوں میں پل جاتی۔

تو جن بیٹیوں کو اتنے پیار محبت سے پالتے ہیں ان کو اگر ہم دیندار نہیں بنائیں گے یہ جہنمی فرشتوں کے ہاتھوں میں جائیں گی اور ان کی درگت بنیں گی۔

چند دانہ کم کر دینے پر پکڑ

منقول ہے کہ ایک شخص نے جو غلہ تولنے کا کام کرتا تھا، اپنے اس کام سے توبہ کی اور پھر ساٹھ برس تک عبادت کرتا رہا، جب فوت ہوا تو مرنے کے بعد اس کے دوست نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرے ساتھ اللہ تعالی نے کیا معاملہ فرمایا؟ کہا اچھا معاملہ فرمایا مگر جنت میں جانے سے ان پندرہ قفیز (تول کا پیمانہ) کی وجہ سے روک دیا گیا ہوں جو اللہ تعالی نے اس غبار کو جمع کر کے محفوظ فرمائے ہیں، جو پیمانے کی تلی میں جم جایا کرتا تھا، اور میں اس کو جھاڑتا نہ تھا اور اس جمے ہوئے غبار کے نہ جھاڑنے سے خریداروں کو کسی قدر کمی رہتی تھی جو ایک عرصہ بعد پندرہ قفیز کے برابر ہوگئی۔

لہٰذا اے عزیز! بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

امام غزالیؒ نے ایک بہت ہی پیاری اور عجیب بات کہی کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جس پر گناہوں کے نقصانات دوسرے کی نسبت زیادہ واضح ہو چکے ہوں۔

محشر کی رسوائی کا خیال

ایک نوجوان ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا، کہنے لگا حضرت آپ فرماتے ہیں بدنگاہی سے پرہیز کرو، نوجوان ہوں بازار سے گزرتے ہوئے میری نگاہ قابو میں نہیں رہتی، کیا کروں! میں نگاہ کو کیسے کنٹرول کروں، انہوں نے کہا کہ میں یہ راز سمجھاؤنگا، شرط یہ ہے کہ میرا کوئی کام کردو، اس نے کہا جی حضرت کرنے کو تیار ہوں، فرمایا فلاں جگہ ایک بزرگ بازار کی طرف رہتے ہیں ان کو یہ دودھ کا پیالہ پہنچا کر آؤ، اس نے کہا میں پہنچا دیتا ہوں، فرمایا ایک بات اور بھی ہے کہ دودھ گرنے نہ دینا، اس نے کہا فکر نہ کریں، ایک قطرہ بھی گرنے نہ دونگا، انہوں نے کہا اچھا اگر گر گیا تو پھر ایک بندے کو ساتھ بھیجونگا وہ تمہیں دو تھپڑ وہیں لگائے گا، اس نے کہا منظور ہے، انہوں نے پیالہ ذرا لبا لب بھر دیا، اور ایک مضبوط انسان کو بھی ساتھ کر دیا، کہ جہاں دودھ کا کوئی قطرہ گرے، بھرے بازار میں دو جوتے اس کو لگا دینا، اب یہ صاحب ذرا سیرئیس (SERIOUS) ہو گئے، پیالہ ہاتھ میں لیا، بڑے احتیاط سے چلتے ہوئے بچتے بچاتے بالآخر منزل پر پہنچ گئے، خوشیوں کے ساتھ واپس آئے کہ حضرت میں نے وہ دودھ اس بزرگ تک پہنچا دیا۔

اب آپ مجھے نظر کی حفاظت کا طریقہ بتائیے، انہوں نے کہا، دودھ تو آپ نے پہنچا دیا، مگر یہ بتاؤ آج راستے میں تم نے کتنی شکلوں کو دیکھا، کہنے لگا حضرت ادھر دھیان ہی نہیں تھا، کیوں دھیان نہیں تھا؟ عرض کیا کہ حضرت دل میں خوف تھا کہ اگر یہ پیالہ چھلک گیا تو

ساتھ چلنے والا آدمی بھرے بازار جوتے لگائے گا، میری رسوائی ہوگی، فرمانے لگے اللہ والوں کا یہی حال ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں اگر گناہ کے ذریعہ یہ دل کا پیالہ چھلک گیا تو قیامت کے دن سرے بازار رسوائی ہوگی، اسلئے ان کی بھی نگاہ ادھر اُدھر نہیں اٹھتی۔

نقصان دہ چیزوں سے بچنے کا خیال

ایک مرتبہ کھانے کی میز پر میرے ساتھ ایک سرجن تھے جو ہارٹ اسپیشلسٹ تھے، ان کو دیکھا کہ وہ سبزی کھا رہے ہیں، اور مرغا وغیرہ کئی چیزیں سامنے ہیں، صاحب خانہ نے کہا ڈاکٹر صاحب گوشت کھا لیجئے، بڑے اصرار پر انہوں نے تھوڑا سا گوشت لیا، ہم نے کہا جناب اور کھائیں، کہنے لگے میں سرجن ہوں، اور لوگوں کے دلوں کا آپریشن کرتا ہوں اور اس میں جمی ہوئی چربی دیکھتا ہوں، تو مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ گوشت کھانے سے کیا نقصان ہوگا؟ اس لئے کھانے کی طبیعت نہیں ہوتی، اس دن مجھے خیال آیا، کہ اس بندے پر چونکہ چربی دار کھانے اور چربی کا نقصان زیادہ واضح ہو چکا ہے، اسلئے اس کے لئے چربی اور گھی والے کھانے سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں، اسی طرح جب عالم کے اوپر گناہوں کی نقصانات زیادہ کھل جاتے ہیں، تو اس عالم کے لئے گناہوں سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا بلکہ آسان بن جاتا ہے، اس کے دل میں یہ ڈر ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کہیں رسوائی اور ذلت نہ ہو، اس لئے ہمیں یہ دعاء سکھلائی گئی، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنِیْ وَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ اللہ رب العزت کا خوف بھی بہت بڑی نعمت ہے، ہم اللہ رب العزت سے یہ نعمت مانگیں، کہ اے رب کریم ہمیں اتنا خوف عطا کر دیجئے جو ہمیں گناہوں سے بچالے۔

قوم سبا کا حشر

• ایک قوم گزری ہے، قومِ سبا، یمن کے علاقہ میں تھی، انکے بڑے باغات تھے، وہاں ایک بڑا ڈیم بنا ہوا تھا، اس میں پانی اکٹھا کر لیا کرتے تھے اور پھر راستہ کے دونوں طرف جو باغات تھے اسمیں پانی سیراب کرتے تھے، مفسرین نے لکھا ہے کہ اتنے بڑے باغات تھے کہ اگر کوئی بندہ ٹوکری لیکر جاتا تو اس سے پہلے کہ باغ ختم ہو، گرنے والے پھلوں سے ٹوکری بھر جاتی تھی، ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا باغ ہوگا، ایک مرتبہ ایک ملک میں جانا ہوا، وہاں کیلے کا باغ دیکھا، ماشاء اللہ چالیس میل لمبا، گاڑی بھاگ رہی ہے، مگر باغ ختم نہیں ہوتا، میں نے اپنے ساتھی سے کہا آج ایک بات میرے دل میں اچھی طرح کھل گئی کہ قوم سبا کے باغات کیسے ہوں گے؟ جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **لَقَدْ كَانَ لِسَبَأٍ فِي مسكنهم آيَةٌ** قومِ سبا کیلئے انکے گھروں میں بڑی نشانیاں ہیں، **جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ** راستے پر دائیں بھی باغ اور بائیں بھی باغ، **كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ**، اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اسکا شکر ادا کرو، **بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ** (پ۲۲- ر۸- آیت ۱۵) کتنا پاکیزہ شہر ہے اور اللہ ان کی غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے، ہر طرف سے انکے اوپر چین سکون، اطمینان تھا، مگر اللہ کی ان نعمتوں میں پڑ کر غافل بن گئے، اور نافرمانی کرنے لگے۔

(تفسیر حقانی ۴/۵۲ سورۂ سبا- تفسیر الطبری ۱۰/۳۷۷- تفسیر ابن کثیر ۶/۵۰۷ سورۂ سبا آیت ۱۵- تفسیر القرطبی ۱۴/۲۸۴)

بے مثال باغ بھی تباہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ** انہوں نے ہمارے حکموں سے اعراض کیا تو ہم نے پانی کا طوفان بھیج دیا، پانی کا ایسا طوفان کہ اسکی بستی بھی تباہ ہو

گئی، باغ بھی تباہ ہو گیا، جہاں تک پانی گیا، سب ہاتھ سے نکل گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ذٰلک جَزَیْنٰھُمْ بِمَا کَفَرُوْا وَھَلْ نُجَازِیْ اِلَّا الْکَفُوْر (پ۲۲) اور جب ہماری بات نہیں مانتے تو اسکا ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

- ایک اور بستی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مثلاً قریۃً کَانَتْ آمِنۃ مُطْمَئِنۃً اللہ مثال بیان کرتے ہیں ایک بستی کی، جہاں اطمینان بھی تھا، امن بھی تھا، دو لفظ استعمال کئے، اطمینان یعنی اندر کا کوئی غم نہیں تھا، اور امن یعنی باہر کا بھی کوئی غم نہیں تھا۔ نہ اندر کی سازش، نہ دشمن کا ڈر، فرماتے ہیں یَاْتِیْھَا رِزْقُھَا رَغداً مِنْ کُلِّ مَکَانٍ چاروں طرف سے اسکو رزق کی بہتات تھی، پھلوں اور میوں کے درخت تھے، انکو پھل ملتے تھے اور خوب خوشگوار زندگی گزارتے تھے، فَکَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی نافرمانی اور ناقدری کی، نتیجہ کیا ہوا، اللہ فرماتے ہیں:
فَاَذَاقَھَا اللّٰهُ لباسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ (پ۱۴-ر۲۱-آیت۱۱۲) اللہ نے اسکو خوف اور بھوک کا لباس پہنا دیا، اللہ اکبر! جیسے لباس بندے کے ساتھ ہوتا ہے، جدا نہیں ہوتا، ایسے ہی خوف اور بھوک اسکا لباس بن گئی، ہٹتی ہی نہیں تھی۔

گیارہ بیٹوں کا سر طشت میں

جب اللہ رب العزت روٹھ جاتے ہیں تو دن بدلتے دیر نہیں لگتی، جو پروردگار نعمتیں دینا جانتا ہے وہ پروردگار نعمتیں لینا بھی جانتا ہے، ڈرتے رہیں کہ اللہ ہم سے نعمتیں چھین نہ لے، ہم ناقدرے ہیں، ہم نے قدر نہیں کی جو کرنی چاہئے تھی، ناقدری کا انجام کس قدر خطرناک ہوتا ہے اسکی ایک مثال دیکھئے کہ:

مغل بادشاہ کے شہزادے نے قدر نہیں کی تو انجام کیا ہوا، بہادر شاہ ظفرؒ وقت کا بادشاہ ہے، اس کے پاس محل ہے، پری چہرہ بیویاں ہیں، خدام ہیں، جدھر جاتے ہیں،

خادمائیں فرشی سلام کرتی ہیں، لیکن پھر زندگی میں کیا وقت آیا؟ ہتھکڑی لگی ہوئی ہے، جیل کے اندر گیارہ بیٹوں کے سر کاٹ کر دشمن نے انکے سامنے رکھے، گیارہ بیٹوں کے سر کو دیکھ کر دل پر کیا گزری ہوگی، مجبور ہو کر کہہ دیا:

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں ☆ نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے ☆ میں وہ مشت غبار ہوں
کوئی مجھ پہ پھول چڑھائے کیوں ☆ کوئی مجھ پہ آنسو بہائے کیوں
کوئی مجھ پہ دیا جلائے کیوں ☆ میں وہ بیکسی کا مزار ہوں
میرا رنگ روپ بدل گیا ☆ میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا ☆ میں اسی کی فصل بہار ہوں

(تاریخ اٹھارہ سوستاون ۳۳۱)

گناہ کا شوق اور عذاب کا ڈر

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس آیا، نوجوان تھا، کہتا ہے حضرت! گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں، چھوڑا بھی نہیں جا سکتا، ڈر بھی لگتا ہے کہ عذاب ہوگا تو کوئی طریقہ بتا دیں کہ میں عذاب سے بچ جاؤں اور گناہ بھی کرتا رہوں۔

اللہ والے بڑے دانا بینا ہوتے ہیں، دھکے نہیں دے دیتے، وہ محبت و پیار سے بات سمجھاتے ہیں، دل میں اتارتے ہیں، حضرت نے فرمایا، ہاں، میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ وہ بڑا خوش ہو گیا۔ بات سننے کے موڈ میں آ گیا، کہنے لگا! کہ حضرت! وہ کون سا طریقہ ہے کہ میں گناہ بھی کرتا رہوں اور میں عذاب و سزا سے بھی بچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی:

پہلی تجویز: تو یہ ہے کہ اگر گناہ کرنا ہی ہے تو اللہ رب العزت کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر کر لیا کرو۔ اب وہ سوچتا رہ گیا۔ کہنے لگا، حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ رب

العزت کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر گناہ کروں یہ تو ممکن ہی نہیں۔

دوسری تجویز: حضرت نے فرمایا، پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ تم رزق کھانا چھوڑ دو، اللہ سے کہہ دینا کہ نہ تمہارا کھانا کھاتا تھا اور نہ تمہاری بات مانتا تھا۔ اس نے کہا، حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں؟ میں پھر زندہ کیسے رہوں گا؟

تیسری تجویز: حضرت نے فرمایا، پھر تیسری تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ زمین و آسمان اللہ رب العزت ہی کا ملک ہے، اسی کی حکومت میں ہے اور بادشاہ کی نافرمانی اس کے ملک میں رہ کر کرنا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے باہر نکل کر نافرمانی کرنا، اللہ پاک بھی قرآن پاک میں عجیب انداز سے فرماتے ہیں یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورہ رحمٰن:۳۳) ''اگر تمہارے اندر استطاعت ہے کہ زمین و آسمان کے کروں سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھلاؤ، نکلو گے کس دلیل سے نکلو گے'' (جیسے گھڑے کی مچھلی کدھر جائے گی) کہا کہ حضرت! یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

چوتھی تجویز: فرمانے لگے اچھا پھر ایک طریقہ اور بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب ملک الموت آئیں روح قبض کرنے کیلئے تو انہیں کہہ دینا کہ تھوڑا انتظار کر لو تا کہ میں توبہ کر لوں، اس نے کہا: حضرت! وہاں تو انتظار کا تصور ہی نہیں اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس:۴۹) ''جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے۔

پانچویں تجویز: فرمایا، ایک طریقہ اور بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب قبر میں تم کو دفن کر دیا جائے اور اس وقت منکر نکیر آئیں تم سے سوال پوچھنے کیلئے، تم کہہ دینا (No Admission without permission)، آج کل لوگ لکھ کر لگا دیتے ہیں، تو تم بھی کہہ دینا کہ بغیر اجازت کیوں آئے؟ اس نے کہا، حضرت! میں ان کو کیسے منع کر سکتا ہوں۔

چھٹی تجویز: فرمانے لگے، اچھا بھئی! ایک اور طریقہ بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب قیامت کے دن تمہارے برے عملوں کو کھولا جائیگا اور پروردگار عالم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو گھسیٹ کر تم جہنم میں ڈال دو تو اس وقت تم ضد کر کے کھڑے ہو جانا کہ میں تو نہیں جاتا۔ اس نے کہا کہ حضرت! میری کیا حیثیت ہے کہ فرشتوں کے سامنے ضد کر کے کھڑا ہو جاؤں، میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اب لوہا گرم تھا اور چوٹ لگانے کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائی! جب تیری حیثیت ہی کوئی نہیں تو تو اتنے بڑے پروردگار کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟

کہنے لگا، حضرت! آج سے میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آج کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

(تذکرۃ الاولیاء ۶۹)

چیونٹی کو چیونٹیوں نے قتل کر دیا

جھوٹ اس قدر ناپسندیدہ چیز ہے کہ انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک چونٹی ایک مرتبہ اپنے بل سے نکلی، اسے بل سے باہر مری ہوئی ٹڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملا، اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام رہی، چنانچہ اس نے وہ ٹکڑا وہیں چھوڑا اور چلی گئی، تھوڑی دیر کے بعد اس کے ساتھ کچھ اور چونٹیاں بھی آگئیں تاکہ وہ سب مل کر اس ٹکڑے کو اٹھائیں اور لے جائیں۔

ایک آدمی یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس نے اس ٹکڑے کو زمین سے اٹھا کر کہیں چھپا دیا، سب چونٹیوں نے اس ٹکڑے کو ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کر دیا، جب انہیں وہ ٹکڑا نہ ملا تو باقی

سب چونٹیاں چلی گئیں اور اطلاع دینے والی چونٹی وہیں گھومتی رہی، اس آدمی نے وہ ٹکڑا اسکے سامنے رکھ دیا، اس نے ٹکڑے کو پھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش بھی بے سود رہی، چنانچہ وہ پھر گئی اور ان چیونٹیوں کو بلا کر لے آئی، اس آدمی نے کئی مرتبہ ایسا کیا، بالآخر ان چونٹیوں نے تنگ آ کر اس چیونٹی کو گھیرے میں لے لیا اور اسکے جسم کا ایک ایک عضوا لگ کر دیا۔

اس آدمی نے یہ واقعہ جب اپنے استاذ کو سنایا تو انہوں نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ دوسری چونٹیوں نے اس چونٹی کو اس لئے قتل کیا کہ اللہ تعالی نے ان کی فطرت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ جھوٹ بری چیز ہے اور جھوٹے کو سزا ملنی چاہیئے، اگر چہ اس ٹکڑے کے نہ ملنے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا لیکن چونکہ وہ چونٹی ان کے نزدیک جھوٹی ثابت ہو چکی تھی اس لئے انہوں نے مل کر اسے جان سے ہی مار دیا۔

(مفتاح دار السعادة و منشور ولایۃ العلم ۲۴۳)

پیسے کھرے مل گئے

امام اعظم ابو حنیفہؒ شروع میں کپڑے کی دکان کیا کرتے تھے.... اس امت کو تجارت دو بندوں نے ہی کر کے دکھائی ہے، صحابہؓ میں سے صدیق اکبرؓ نے اور ائمہ میں سے امام اعظمؒ نے.... ان کی دکان میں کپڑے کا ایسا تھان تھا جس میں کوئی داغ لگا ہوا تھا، اس لئے امام صاحبؒ نے اپنے ملازم سے کہا ہوا تھا کہ اگر تم سے کوئی بندہ یہ کپڑا خریدنے کے لئے آئے تو پہلے تم نے اسکو اس کپڑے کا یہ عیب دکھانا ہے، پھر بیچنا ہے، اللہ کی شان کہ وہ اس بات کو بھول گئی، چنانچہ ایک بندہ آیا اور وہ عام روٹین کے حساب سے وہ تھان خرید کر لے گیا، جب امام صاحبؒ نے دیکھا تو پوچھا: کیا وہ تھان بک گیا؟ ملازم نے کہا، جی ہاں، پوچھا: کب بیچا ہے؟ اس نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے بیچا ہے، امام صاحبؒ نے پوچھا کیا تم نے اسے کپڑے کا عیب دکھایا تھا؟ اس نے کہا: جی مجھے تو یاد ہی نہیں رہا، امام صاحب نے پوچھا: وہ

آدمی کس طرف کو گیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ اس طرف کو گیا ہے۔

امام صاحبؒ نے اس کے دیے ہوئے سارے پیسے اٹھائے اور اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، امام صاحبؒ نے ایک بندے سے پوچھا کہ اس طرح کا بندہ آپ نے دیکھا ہے؟ اسنے کہا: جی ادھر کو گیا ہے، دوسرے سے پوچھا تو اس نے بھی اس کے جانے کی تصدیق کی، حتی کہ چلتے چلتے شہر کے کنارے پہنچے، وہاں پانی کا ایک جوہڑ تھا، اس جوہڑ کے قریب وہ آدمی موجود تھا، امام صاحبؒ نے اس آدمی کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ میرے ملازم نے آپ کو بتانا تھا کہ اس کپڑے میں عیب ہے مگر وہ بھول گیا اور بتا نہ سکا، اب میں آپ کے پیسے لے کر آیا ہوں، اگر تم چاہو تو اپنے پیسے لے لو اور سودا ختم کر سکتے ہو، اور اگر چاہو تو اس سودے کو قبول کر لو، تمہیں اختیار ہے، اس نے کہا: جی آپ مجھے پیسے دے دیں، حضرت نے اسکو پیسے دے دیے تو اس نے لے کر وہ پیسے جوہڑ میں پھینک دئے، حضرت بڑے حیران ہوئے اور پوچھا: یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: اگر آپ کا مال عیب والا تھا تو میں بھی کھوٹے پیسے دے کر آ رہا تھا، لہٰذا اب میں آپ کو صحیح پیسے دیتا ہوں، چنانچہ اس بندے نے حضرت کو اب صحیح پیسوں سے پیمنٹ کی۔

اللہ رب العزت نے سچ کے بدلے انکو کھوٹے پیسوں سے بچا لیا اور کھرے پیسے عطا کر دئے.... سچ ہمیشہ نجات دیتا ہے۔

اللہ اللہ اللہ

شرم وحیا

اور

عفت و پاک دامنی

اللہ اللہ اللہ

ایک زریں نصیحت

ایک نابینا کو رات میں پانی لانے کی ضرورت پڑ گئی، کہیں دور سے اس نے پانی کا گھڑا اپنے سر پر رکھا اور لاتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ میں چراغ جلا کر پکڑا ہوا تھا، اب دیکھنے والے بڑے حیران تھے، کہنے لگے آپ تو نابینا ہو، آپ کو اس روشنی سے فائدہ تو کوئی نہیں، آپ تو اپنے اندازے کے مطابق راستوں کے اوپر چلتے ہو تو آپ کو تو روشنی کی ضرورت ہی نہیں، اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے، مجھے روشنی کی ضرورت نہیں لیکن رات کا اندھیرا ہے، آنکھوں والے جب اندھیرے میں چلتے ہیں تو ان کو صحیح پتہ نہیں چلتا، میں نے چراغ جلا کر اس لئے پکڑ لیا کہ کہیں کوئی آنکھوں والا مجھ سے نہ ٹکرائے اور اس کی وجہ سے میرا گھڑا نہ ٹوٹ جائے۔

اندھا کتنا سمجھدار تھا کہ اس نے چراغ اس لئے پکڑا تھا کہ دوسرے لوگ راستے کو دیکھیں اور مجھ سے نہ ٹکرائیں، اس لئے کہ اگر ٹکرائیں گے تو نقصان تو میرا ہوگا، جوان عورت کو بھی یہی سوچ رکھنی چاہئے اگر میں بے پردہ باہر نکلی، اگر کسی غیر محرم نے دیکھ لیا اور اس کی نظر میں فطور آ گیا، اگر میں نے کسی کے ساتھ تنہائی میں باتیں کیں، اگر میں نے کسی کے ساتھ ٹیلیفون پر باتیں کرنا شروع کر دی اور ذرا سا بھی کسی کو موقع دیا تو عزت تو میری خراب ہوگی، دنیا کی بھی بدنامی اور اللہ کے ہاں کی بھی ناراضگی اور میں اس جہاد میں

پھر ناکام ہو جاؤں گی، اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گی، اس لئے اس کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

(التذکرۃ الحمدونیۃ ۳/۲۳۰-نہایۃ الادب فی فنون الادب ۴/۲۵)

ایک باہمت لڑکی کا فیصلہ

ہمارے جامعہ میں ایک مرتبہ ایک بچی پڑھنے آئی، تو اس نے دوپٹہ اپنایا ہوا تھا، دسوی کا امتحان شاید پاس کر کے آئی تھی، اس نے میرے گھر والوں کو بتایا کہ میں غریب گھر کی بچی ہوں، میں نے حضرت کا بیان سنا، میرے دل میں بات آئی کہ میں دین کا علم پڑھوں، میرے والد کی حیثیت تو اتنی بھی نہیں کہ وہ مجھے کتاب خرید کر دے سکیں، البتہ میں ان سے اجازت لے سکتی ہوں کہ میں آگے اسکول پڑھنے کی بجائے مدرسہ پڑھوں گی، گھر والوں نے مجھے بتایا، ہم نے ان سے کہا کہ فوراً داخلہ دیدیں، انہوں نے کہا جی وہ تو پردہ ہی نہیں کرتی، ہم نے کہا انشاء اللہ جامعہ میں آئے گی تو پردہ بھی کریگی، کیوں نہیں کریگی؟ ہم نے اسے داخلہ بھی دیدیا، ہدیہ بھی دیدیا، اب ایک دو دن کے اندر بچی کی طبیعت بھی دین پر لگ گئی تھی اور اس نے باقی بچیوں کو بھی دیکھا کہ سب پردے میں آتی ہیں تو اب اس نے برقعہ میں آنا شروع کر دیا، اللہ کی شان، ایسی ذہین بچی نکلی کہ چار سال ہمارے پاس پڑھی، چار سالوں میں ہر سال وہ جامعہ میں فرسٹ آتی رہی، عمر میں سب سے چھوٹی ہوتی تھی اور نمبر میں سب سے بڑی ہوتی تھی، ایسی فوٹوگرافک میموری میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں کی دیکھی ہے، ایسی بلا کی ذہین تھی وہ بچی، حیران کر دیا اس نے، خیر وہ بڑی تقیہ نقیہ تھی، اس نے دینداری پرہیزگاری کی زندگی اپنالی، ذکر واذکار کرنے لگ گئی،

بیعت ہوئی، اسکی زندگی دین پر بہت لگ گئی، اب اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس نے جب برقعہ کرنا شروع کردیا تو ماں باپ کو فکر لگ گئی کہ بیٹی کو تو ہم نے پڑھنے بھیجی تھی، مولون بننے کے لئے تو نہیں بھیجی تھی، انہوں نے جامعہ میں پیغام بھجوایا کہ جی ہم نے اپنی بچی کو پڑھنے کے لئے بھیجا تھا، اسلئے تو نہیں بھیجا تھا کہ اسکو مولوی بنادیں، خیر ہم نے سن لی یہ بات، اب معاملہ چلتا رہا، اب اس بچی نے الحمد للہ سب غیر محرموں سے پردہ کرلیا، وہ قریبی رشتہ دار تھے، یا دوسرے تھے اب اس پر اور تلملائے، انہیں دنوں میں اسکی ایک کزن کی شادی تھی، تو اس کے والدین نے کہا کہ تم نے بھی ہمارے ساتھ جانا ہے، وہ آئی چھٹی لینے کے لئے، تو اہلیہ نے اس سے پوچھا: بھئی آپ وہاں جارہی ہو، تو پھر آپ کے لئے تو مشکل بن جائے گی، وہ کہنے لگی جی میں نے دل سے پردہ کرلیا، فکر مت کریں، میں شادی بھی اٹینڈ کروں گی، سب کاموں میں حصہ بھی لوں گی اور بے پردگی بھی نہیں ہونے دوں گی۔ اللہ اکبر

پھر واپسی میں آکر اس نے بتایا کہ میں برقعہ میں گئی، سات دن اس گھر میں برقعہ کی حالت میں رہی، اتارا ہی نہیں، کہنے لگی میں نے برقعہ ہی میں رہ کر برتن بھی دھوئے، کیچن کے کام بھی کئے، گھر میں میرے کزن پھرتے تھے، کسی کو جرأت نہیں تھی مجھ سے بات کرنے کی، ڈرتے تھے مجھ سے، اور میں اپنے برقعہ میں اپنے کام بھی کررہی ہوتی، کہنے لگی اس طرح میرے کزن جو میرے ساتھ ہنسی مذاق پہلے کرتے تھے، انہوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اسکو دیکھیں، سات دن نہ دیکھ سکے، تو میری امی کو کہنے لگے کہ لگتا ہے کہ تیری بیٹی کو برقعہ میں ہی موت آئے گی، تو وہ کہنے لگی امی بھی مجھ سے خوش میں نے وہاں وقت گزارا، میں نے وہاں کام کیا، جب

میں لڑکیوں میں ہوتی تو چہرے سے پردہ ہٹا لیتی اور جب میں ادھر ادھر ہوتی تو میں اپنے چہرے پر پردہ کر کے آنکھیں کھلی ہوتیں، تو میں اپنا کام کرتی، اب اگر ایک بچی دل سے پردہ کو اپناتی ہے تو وہ ایسے جشن میں بھی اپنے آپ کو غیر محرم سے بچا سکتی ہے، تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ جی پردہ کرنے سے رشتہ داریوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔

کافروں کی مشابہت پر پکڑ

انڈیا میں ایک بڑی عمر کے آدمی تھے۔ وہ فوت ہو گئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا: جی! آگے کیا بنا؟ کہنے لگے: میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔ اس نے پوچھا: وجہ کیا بنی؟ کہنے لگے: ایک مرتبہ ہندوؤں کی ہولی کا دن تھا اور وہ ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے پھر رہے تھے، میں اپنے گھر سے کسی دوسری جگہ پر جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے پان کھاتے ہوئے تھوک پھینکنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اس وقت مجھے اپنے سامنے ایک گدھا نظر آیا، میری طبیعت میں کچھ ایسی بات پیدا ہوئی کہ میں نے یہ کہہ دیا: ارے گدھے! تجھے کسی نے نہیں رنگا، آ! میں تجھے رنگ دیتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے اپنی پان والی تھوک گدھے پر پھینک دی، اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل پر پکڑ لیا کہ تم نے کافروں کے عمل کے ساتھ مشابہت اختیار کی، چنانچہ اس وجہ سے میری قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا گیا۔

صحابۂ کرام میں عیب پوشی

ایک مرتبہ صحابۂ کرام بیٹھے تھے، نماز کا وقت قریب تھا، اچانک یوں محسوس ہوا کہ کسی کا وضو ٹوٹا اور بدبو محسوس ہوئی، صاف ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اٹھ کر جاتا اور وضو کر کے آتا اور جو محفل سے اٹھ کر جاتا تو سب کے سامنے اس کی سبکی ہوتی، ہے تو یہ قدرتی چیز مگر شرمندگی محسوس ہوتی ہے، اس سے پہلے کہ کوئی اٹھ کر جائے، عبداللہ بن عباسؓ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اجازت ہو تو ہم سب دوبارہ وضو کر کے نہ آجائیں؟ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا! سب کے سب صحابہ کرام گئے اور دوبارہ وضو کر کے آئے تا کہ یہ پتہ نہ چلے کہ کس کا وضو خطا ہوا تھا، ایک دوسرے کے عیبوں پر پردے ڈالتے تھے، مسلمان بھائی کو شرمندہ نہیں کرتے تھے۔ اللہ اکبر!

(لطائف علمیہ ۱۴۱)

اللہ اللہ اللہ

شکر و امتنان

اور

صبر و توکل

فیل ہونے پر بھی اللہ شکر

میرے بھائی جان کا ایک شاگرد تھا جو دسویں جماعت میں فیل ہو گیا اور وہ شہر ہی چھوڑ کر چلا گیا، وہ آٹھ نو سال تک نظر نہ آیا، ایک دن وہ راستے چلتے ہوئے بھائی جان کو مل گیا، انہوں نے پوچھا: تم اتنا عرصہ نظر ہی نہ آئے، کہاں رہتے ہو؟ وہ کہنے لگا:

''استاذ جی! اللہ کا مجھ پر فضل ہوا کہ میں میٹرک میں فیل ہو گیا''

اس نے اپنے استاذ کے سامنے یہ بات کہہ دی، بھائی جان بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے، چنانچہ پوچھا کہ فیل ہونے کے بعد پھر کیا کام کیا؟ کہنے لگا: پھر میں شرم کی وجہ سے شہر چھوڑ کر فیصل آباد چلا گیا، وہاں جا کر میں نے چھابی لگانا شروع کر دی، جب کام چل پڑا تو میں نے ایک دکان کے سامنے تھیلے پر بنیانیں بیچنا شروع کر دی، اس کے بعد اور کام بڑھ گیا جس کی وجہ سے میں نے ایک چھوٹی سی دکان کرایہ پر لے لی، پھر اور کام بڑھا تو میں نے کپڑے کی ایک دکان بنالی، اس کے بعد دوسری دکان بنالی، الحمدللہ، آج نو سال کے بعد میں کپڑے کی تھوک کی دو دکانوں کا مالک ہوں، شکر ہے کہ میں فیل ہو گیا، اگر پاس ہو گیا ہوتا تو آج میں کہیں کلرک ہوتا، تو جو پاس ہو جاتے ہیں وہ کلرک بن کر ناشکری کرتے ہیں کہ ملتا کچھ نہیں اور جو فیل ہو جاتے ہیں وہ فیل ہونے پر بھی اللہ کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں۔

نیویارک کے سفر میں انگریز کا شکر

مجھے ایک مرتبہ پیرس سے نیویارک جانے کا موقع ملا، میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک انگریز خاتون آ کر بیٹھ گئی، اس کے ساتھ ایک بچی تھی، جس کی عمر تقریباً دو سال تھی، میں کتاب پڑھنے میں مشغول رہا، تھوڑی دیر بعد ایئر ہوسٹس نے کھانا لا کر پیش کیا، چونکہ سفر کے

دوران ادھر ادھر کے کھانا کھانے سے نقصان ہوتا ہے اس لئے میں نے وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیا، مگر اس خاتون نے کھانا لے لیا، چاول پکے ہوئے تھے، وہ ایک چمچ میں تھوڑے سے چاول لے کر بچی کے منہ میں ڈالتی اور جب بچی چاول کھا لیتی تو ماں اسے کہتی، Say Thank you، (کہو، آپ کا شکریہ!) وہ بچی معصوم زبان سے کہتی، Thank you (جی، آپ کا شکریہ) وہ ہر لقمے پر اسے Thank you (تھینک یو) کہلواتی، میں چونکہ قریب ہی بیٹھا تھا اس لئے اگر چہ میں دیکھ نہیں رہا تھا مگر پتہ چل رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے، میں نے اندازہ لگایا کہ اس کھانے کے درمیان تقریباً پینتیس (۳۵) مرتبہ اپنی بچی کی زبان سے Thank you کا لفظ کہلوایا، اب یہ بتائیں کہ یہ شکر ادا کرنے والی بات اس بچی کی گھٹی میں پڑ گئی یا نہیں پڑی، آپ مجھے بتائیں کہ کون سی مسلمان ماں ہے جو اپنے بچے کو یہ سبق دیتی ہے، روایت ہماری تھی اور اسے اپنا غیروں نے لیا اور ہم اس سے محروم ہو گئے۔

فرزند کی تیاری پر حضرت اسماءؓ کا صبر

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ٹکراؤ حجاج بن یوسف کے ساتھیوں سے ہوا تو دشمن بہت زیادہ تھے، عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ چند سو ساتھی تھے جو ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تھے، پھر ان کو بھی اندازہ ہو گیا کہ آج میری زندگی کا آخری دن ہے، چونکہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر ہی تھے اس لئے ان کے دل میں خیال آیا کہ میں اپنی والدہ کو آخری وقت میں جا کر سلام ہی کر لوں، چنانچہ وہ اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس پہنچ گئے، حضرت اسماءؓ اس وقت بوڑھی ہو چکی تھیں اور آنکھوں پر موتیا اترنے کی وجہ سے بینائی چلی گئی تھی، دیکھ نہیں سکتی تھیں، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا: امی! میں آپ کو آخری مرتبہ سلام کرنے آیا ہوں، پوچھا: بیٹا! تمہیں کس بات کی پریشانی ہے؟ عرض کیا: امی! مجھے یہ خوف ہے کہ جب یہ لوگ مجھے شہید کر دیں گے تو میری لاش کو کاٹ ڈالیں گے، قیمہ بنا ڈالیں گے، مثلہ کر دیں گے، بوڑھی

ماں کہتی ہے: بیٹا! جب بکری کی جان نکال لی جاتی ہے تو پھر اس کی بوٹیاں کریں یا کھال اتاریں، اس سے بکری کو کوئی فرق نہیں پڑتا، حضرت نے عرض کیا: اچھا امی! میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اب واپس جا رہا ہوں، ماں نے کہا: واپس تو چلے جانا مگر جانے سے پہلے ذرا میرے قریب ہو جا، میں تیری شکل تو نہیں دیکھ سکتی، مگر میں چاہتی ہوں کہ تمہارا بوسہ لوں اور تمہارے جسم کی خوشبو سونگھ لوں، بالآخر ماں نے اپنے بیٹے کو رخصت کرتے ہوئے تین باتیں کہیں، کہا:

☆ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ عبداللہ میرا وہ بیٹا ہے جو سردیوں کی لمبی راتوں میں تیرے سامنے مصلے پر کھڑا رہتا تھا۔

☆ اے اللہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جو گرمی کے لمبے دنوں میں تیری رضا کی خاطر روزہ رکھتا تھا۔

☆ اے اللہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جس نے خدمت کے ذریعہ اپنے بڑوں کا دل خوش کر دیا، اے اللہ! تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ باہر آئے اور آتے ہی شہید ہو گئے۔

(حیاۃ الصحابہ ۱۳۱- سیر الصحابہ ۶/۲۶۲- خطبات طارق جمیل)

بڑھاپا مستقل مرض ہے

(۱) ایک بڑے میاں ڈاکٹر کے پاس گئے۔

اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب! نظر کمزور ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر نے کہا: بڑھاپا ہے۔

اس نے پھر کہا: ڈاکٹر صاحب! اونچا سنائی دیتا ہے۔

ڈاکٹر نے کہا: بڑھاپا ہے۔

اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب! میرے چار پانچ دانت بھی گر گئے ہیں۔

ڈاکٹر نے کہا: بڑھاپا ہے۔

اس نے کہا: ڈاکٹر صاحب! مجھے چیزیں یاد نہیں رہتیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: بڑھاپا ہے۔

جب ڈاکٹر نے بار بار کہا کہ بڑھاپا ہے، بڑھاپا ہے، تو بوڑھے کو غصہ آیا اور غصے میں کہنے لگا: یہ کیا؟ بڑھاپا ہے، بڑھاپا ہے۔

ڈاکٹر نے کہا: بڑے میاں! یہ بھی بڑھاپا ہے۔

(کتاب النحو ۱۴۱ ایک مشقی حکایت)

(۲) ایک انجینئر اپنے کمرے میں بیٹھا کوئی ڈرائینگ بنا رہا تھا، اس کا اکلوتا بیٹا بھی گھر میں تھا، اس کی بیوی کسی کام کے سلسلے میں کہیں گئی ہوئی تھی، اس لئے بچہ بھی اسکو سنبھالنا تھا، اب بچہ بھی اسی کے کمرے میں تھا، کبھی وہ اس کتاب کو چھیڑتا کبھی وہ اس کتاب کو.... ہم نے اکثر وبیشتر دیکھا ہے کہ انجینئر ز اور ڈاکٹر ز کے کمروں کی حالت عجیب ہوتی ہے، کہیں کتابیں پڑی ہوتی ہیں، کہیں کاغذ بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان بے چاروں کے پاس ان کو ترتیب سے اور صفائی سے رکھنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی، ان کی گاڑیاں بھی قابل دید ہوتی ہیں اور ان کے کمرے بھی قابل دید ہوتے ہیں، ہاں! اگر کوئی صفائی رکھنے والا ہو تو الگ بات ہے، ورنہ اکثر وبیشتر ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے، اپنی اپنی طبیعت ہوتی ہے.... بہر حال انجینئر کے ہر طرف کاغذ بکھرے ہوئے تھے، ادھر بھی کاغذ ادھر بھی کاغذ، چنانچہ جب بچہ کسی کاغذ کو ہاتھ لگاتا تو وہ کہتا: بیٹا! یہ ڈرائنگ ہے، اس کو ہاتھ نہ لگاؤ، پھر وہ دوسرے کاغذ کو ہاتھ لگاتا تو وہ کہتا: بیٹا! اسے ہاتھ نہ لگاؤ یہ میرا قیمتی کاغذ ہے، اب وہ کام کر ہی نہیں پا رہا تھا، بچہ اسے خوب ڈسٹرب کر رہا تھا، اس کا یہ بھی جی نہیں چاہ رہا تھا کہ میں اپنے بچے کو ڈانٹوں یا کمرے سے نکالوں، آخر اس کا بیٹا تھا، دل کا ٹکڑا تھا۔

اسکے ذہن میں ایک خیال آیا کہ میں اس بچے کو کہیں مصروف کرتا ہوں، چنانچہ اس کے سامنے ایک اخبار پڑا ہوا تھا اور اس کے اوپر پوری دنیا کا نقشہ بنا ہوا تھا، اس نے کیا کیا؟ اس نے قینچی لی اور اس دنیا کے نقشے کے آٹھ دس ٹکڑے کر دیئے اور بچے سے کہا: بیٹا! میں تمہیں ٹیپ بھی دیتا ہوں اور میں تمہیں یہ چند کاغذ دیتا ہوں، اگر تم ان کو ترتیب سے جوڑ کر لاؤ گے تو میں تمہاری پسند کی ونیلا آئس کریم تمہیں لے کر دوں گا، وہ بچہ تھا اس لئے ونیلا آئس کریم کا نام سن کر خوش ہو گیا، چنانچہ وہ ٹیپ اور کاغذ کے ٹکڑے لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا، اب انجینئر صاحب نے سکھ کا سانس لیا کہ اب یہ دو گھنٹے وہیں مصروف رہیگا اور میں اپنا کام نکال لوں گا۔

ابھی پانچ منٹ نہیں گزرے تھے کہ بچہ واپس آیا اور کہنے لگا: ابو جی! میں نے اپنا کام کر لیا ہے، آپ دیکھیں، جب اس نے وہ کاغذ لے کر اپنے سامنے رکھا تو بڑا حیران ہوا کہ سمندر سے سمندر ٹھیک ملے ہوئے ہیں، پہاڑوں سے پہاڑ ٹھیک ملے ہوئے ہیں، ملکوں کی حدود بالکل اپنی جگہ پر تھیں اور اس بچے نے بالکل ٹھیک سب چیزوں کو جوڑ دیا، وہ حیران ہو گیا کہ اگر میں انجینئر بھی جوڑنے بیٹھتا تو مجھے بھی اتنا وقت لگتا اور بچے نے تو کمال کر دیا کہ پانچ منٹوں میں جوڑ کر لے آیا، چنانچہ وہ حیران ہو کر بچے سے پوچھنے لگا: بیٹا! تم نے اتنا جلدی یہ نقشہ کیسے جوڑ لیا؟ تو بچے نے مسکرا کر اس کاغذ کو الٹ دیا، جب اس نے الٹ کر رکھا تو اس نے دیکھا کہ دوسری طرف ایک عورت کی بڑی سی تصویر بنی ہوئی تھی، بچے نے وہ تصویر جوڑی اور دوسری طرف سے دنیا کا نقشہ خود بخود جڑ گیا۔

تو بھئی! ہوسکتا ہے کہ یہ مسئلہ ہماری نظر میں دنیا کا نقشہ جوڑنے کی طرح مصیبت ہو اور ہوسکتا ہے کہ دوسرے بندے کے سامنے اس تصویر کو جوڑنے کی طرح بہت آسان ہو، اس لئے غصے میں آنے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو بندہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے اس کی زندگی کے اندر خوشیاں آجاتی ہیں۔

خواجہ عبدالمطلب کا صبر و تحمل

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب تھے، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہونے کی سعادت حاصل تھی، عبدالمطلب بہت خوبصورت تھے، جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے کچھ بال پیدائشی طور پر سفید تھے اسی نسبت سے ان کا نام شیبہ رکھا گیا تھا، اللہ تعالی کی شان کہ کچھ عرصے کے بعد ان کے والد وفات پا گئے، ان کی والدہ کا نام سلمی تھا، وہ مدینہ منورہ آ گئیں، بچہ اپنی والدہ کے پاس پرورش پاتا رہا حتی کہ ابتدائی جوانی کی عمر کو پہنچا۔

مکہ مکرمہ کا رہنے والا ایک حارثی شخص کسی کام کے لئے مدینہ گیا تو اس نے چند لڑکوں کو تیر اندازی کا مقابلہ کرتے دیکھا، ان میں سے ایک نوجوان جو دیکھنے میں بھی خوبصورت تھا اور جس کی شخصیت میں جاذبیت بھی تھی وہ جب بھی نشانہ لگاتا ٹھیک نشانے پر تیر لگتا، پھر وہ خوشی سے اشعار پڑھتا: لوگو! میں مکہ کے رہنے والے قبیلہ قریش کا فرزند ہوں، میرے نشانے ٹھیک لگتے ہیں، حارثی کو اس پر بڑا پیار آیا، چنانچہ اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ مکہ میں پیدا ہوا تھا کچھ عرصے بعد اس کے والد فوت ہو گئے اور یہ اپنی والدہ کے ساتھ یہاں اپنے ننھیال آیا ہوا ہے، وہ ان کے سارے قبیلے والوں کو جانتا تھا۔ واپسی پر اس نے آ کر ان کے چچا (جن کا نام مطلب تھا) سے کہا کہ تم اتنے مہمان نواز ہو، اتنے سخی اور اتنے اچھے اخلاق والے ہو، کیا تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارا بھتیجا کتنی مشکل میں وقت گزار رہا ہے؟ اسے اپنے پاس لاؤ اور اس کی اچھی تربیت کرو۔

اس شخص نے انہیں اتنا برانگیختہ کیا کہ اس نے قسم کھالی کہ جب تک میں اپنے بھتیجے کو مکہ نہیں لاؤں گا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، چنانچہ مطلب مدینہ آئے ان کی والدہ سے بات کی خاندان والوں نے بھی ماں کو سمجھایا کہ بچہ بڑا ہو گیا ہے، اگر یہ تمہارے پاس رہے گا تو صحیح معنوں میں عزت کا مقام نہیں پا سکے گا اور اگر وہ اپنے ددیہال میں چلا

جائیگا تو ان کا بڑا قبیلہ ہے اور وہ اشراف ہے اس لئے وہاں اس کا نمایا مقام ہوگا، چنانچہ انہوں نے شیبہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

اب یہ خوبصورت نوجوان پیچھے بیٹھا ہے اور اس کے چچا آگے بیٹھے ہیں، جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور کسی بندے نے دیکھا تو سمجھا کہ مطلب اپنے لئے غلام لائے ہیں، تو اس نے ان کو عبدالمطلب کہہ دیا، اس کے بعد یہ نام ایسا معروف ہوا کہ ان کو شیبہ کے بجائے عبدالمطلب کہا جانے لگا۔

حدائق الانوار ۹۰

اس نوجوان کو اللہ رب العزت نے یتیمی کے دن تو دکھائے مشقتوں کے دن تو دکھائے مگر ان کے بعد ان کو انعام ملنا تھا.... انعام کیا ملا؟.... ان کو خواب آیا کہ فلاں جگہ پر زمزم ہے اگر وہاں سے زمین کو کھودو تو بند چشمہ نکل آئیگا، ان دنوں مکہ مکرمہ میں پانی نہیں تھا، لوگوں کے لئے وہاں رہنا مشکل تھا، نہ جینے کو پانی نہ پینے کو پانی، چنانچہ عبدالمطلب نے زمین کی کھودائی شروع کر دی، وہ اکیلے ہی زمین کھودتے رہے، بالآخر وہ دن بھی آیا جب انہوں نے زمزم کے چشمے نکلے دہانے پر بڑی چٹان کو توڑا اور نیچے سے پانی نکل آیا، اس کے بعد اللہ تعالی نے عبدالمطلب کو بیت اللہ کا متولی بنا دیا۔

چونکہ اللہ تعالی نے ان کو بیت اللہ کا متولی بنانا تھا اس لئے اس سے پہلے اللہ تعالی نے ان کو مشکل اور تنگی کے حالات دکھائے، یہ تربیت ہوتی ہے اللہ تعالی کی طرف سے۔

(سیرۃ المصطفیٰ ۴۲-ساقی کوثر ۷۷)

(۲) عبدالمطلب نے منت مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کے نام پر قربان کر دوں گا، اللہ کی شان کہ دس بیٹے بھی مل گئے، اب انہوں نے سوچا کہ میں اپنی قسم کو پورا کروں، لیکن بیٹوں میں سے کس کو ذبح کروں؟ اس کے لئے قرعہ ڈالا، قرعہ ان کے بیٹوں میں سے ایسے بیٹے کے نام آیا جو بہت ہی خوبصورت تھا، اس کا نام

عبداللہ تھا، لوگوں نے کہا: بھئی! بچے کو ذبح نہ کرو، بلکہ بچے اور اونٹوں کے درمیان تم قرعہ ڈال لو، چنانچہ انہوں نے بچے کے نام اور دس اونٹوں کے نام قرعہ ڈالا مگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا.... پھر دس اونٹ اور بڑھا دیے، بیس اونٹ اور عبداللہ .... قرعہ عبداللہ کے نام نکلا .... پھر تیس اونٹ اور عبداللہ .... قرعہ عبداللہ کے نام نکلا .... اونٹ بڑھتے گئے، بڑھتے گئے، حتی کہ جب سو اونٹوں کی تعداد رکھی گئی تو اب قرعہ اونٹوں کے نام آ نکلا، چنانچہ عبدالمطلب نے عبداللہ کے بدلے میں سو اونٹوں کو قربان کیا، اس لئے عبداللہ کو ذبیح اللہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو ان کے والد نے اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی نیت کی تھی۔

سبل الہدیٰ ۱/ ۲۴۶ - الروض الانف ۱/ ۲۷۰

ایک مرتبہ ایک بدو آیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: **یاابن ذبیحین** .... تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: ہاں! میں اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہوں اور وہ ذبیح اللہ تھے اور میں عبداللہ کا بیٹا ہوں اور عبداللہ بھی ذبیح اللہ تھے۔

سبل الہدیٰ ۱/ ۲۴۶ - المستدرک ۴۰۳۶

حضرت عبداللہ جب جوان ہوئے تو ان کی جوانی اور خوبصورتی کو دیکھ کر لوگوں کو رشک آتا تھا، یہود نے اپنی کتابوں میں نشانیاں پائی تھیں، چنانچہ ان کو پتہ تھا کہ جو شخص نبی آخر الزماں کا والد بنے گا، اس کی پیشانی پر نور چمکے گا، چنانچہ ان یہودیوں کی عورتیں بھی ایسے نوجوان کو تلاش کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ مکہ سے مدینہ جانے لگے، تو راستے میں فاطمہ نامی عورت نے حضرت عبداللہ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا، فرمایا: میں تو اس طرح نکاح نہیں کر سکتا، اس نے کہا: اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ویسے ہی میرے ساتھ ملاقات کر لو، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا ہوں جو انسان کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بنے .... اور واقعی جن پشتوں میں نبوت کا نور آگے منتقل ہوتا ہے وہ کبھی زنا جیسے جرم کا ارتکاب نہیں

کیا کرتیں.... چنانچہ حضرت عبداللہ مدینہ پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ میں بنوز ہراء نامی ایک قبیلہ تھا، ان کی ایک جوان العمر لڑکی تھی جن کا نام آمنہ تھا، وہ بہت اچھے اخلاق والی، بہت ہی نیک تربیت والی اور نیک فطرت والی بچی تھی، شکل بھی تھی، عقل بھی تھی، نیک بھی تھی، اور ہر نعمت اس کے پاس تھی، چنانچہ اسے حضرت عبداللہ کے لئے پسند کیا گیا اور پھر انکے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔

نکاح کے بعد جب حضرت عبداللہ واپس آئے تو یہی فاطمہ نامی عورت پھر حضرت عبداللہ کو دیکھ کر کہنے لگی: اب آپ کے چہرے پر وہ نور نظر نہیں آرہا جو مجھے پہلے نظر آتا تھا، حقیقت میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد سے اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہو چکے تھے، اب دیکھئے! عبدالمطلب پر بھی امتحان آیا اور پھر حضرت عبداللہ پر بھی امتحان آیا۔

تاریخ مدینہ ودمشق ۳/۴۰۴- دلائل النبوۃ لابی نعیم ۱/ ۸۷- سبل الہدی ۱/ ۳۲۷

(۳) شادی کے چند مہینوں کے بعد مکہ مکرمہ کا ایک قافلہ تجارت کے لئے بلد شام کی طرف گیا، حضرت عبداللہ بھی اس قافلے کے ساتھ گئے، اب شادی کے ابتدائی دنوں میں میاں بیوی میں جدائی دل کو بڑا اداس کرتی ہے، تو بی بی آمنہ بھی بہت اداس ہوئیں، حضرت عبداللہ نے وعدہ کیا کہ اداس نہ ہو، میں جلدی آجاؤں گا، اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جب قافلے کے آنے کی گھنٹی بجے تو اس وقت تم دروازے پر آنا، میرا استقبال کرنا، میں بھی تمہیں محبت سے ملوں گا، یہ وعدہ کر کے عبداللہ چلے گئے۔

کچھ وقت بلاد شام میں تجارت کے لئے گزارا، جب وہاں سے واپس تشریف لانے لگے تو مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ کو بخار ہو گیا، اور ایسے بیمار ہوئے کہ ان کے لئے سفر کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ مدینہ میں سسرال کے یہاں قیام کر لیا۔

جب وہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا اور گھنٹی بجی تو بی بی آمنہ بہت خوش ہوئیں کہ میرے شوہر آگئے، چنانچہ دروازے پر آئیں، قافلے کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، مگر عبداللہ

نہ آئے، بی بی آمنہ اور زیادہ پریشان ہوئیں، پتہ چلا کہ وہ بیمار ہیں اور مدینہ طیبہ میں ہیں، لہذا ان کے قریبی رشتہ دار مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، اللہ کی شان کہ رشتہ دار ابھی مدینہ پہنچے بھی نہیں تھے کہ حضرت عبداللہ اٹھارہ سال کی جوانی کی عمر میں اللہ کے پاس چلے گئے، بی بی آمنہ کی عمر تو اٹھارہ سال سے بھی کم ہوگی، اتنی چھوٹی عمر میں بی بی آمنہ بیوہ ہوگئیں، اب سوچیے کہ بی بی آمنہ پر کیا بیتی ہوگی۔

سبل الہدی ۱/۳۳۱

صبر پر بھی اور شکر پر بھی

ایک بیوی بہت خوبصورت تھی جب کہ خاوند بہت بدصورت اور شکل کا انوکھا تھا رنگ کالا تھا بہرحال زندگی گزر رہی تھی، نیک معاشرے میں زندگیاں گزر جایا کرتی ہیں، ایک موقع پر خاوند نے بیوی کی طرف دیکھا تو مسکرایا خوش ہوا بیوی دیکھ کر کہنے لگی کہ ہم دونوں جنتی ہیں، اس نے پوچھا یہ آپ کو کیسے پتہ چلا، بیوی نے کہا: جب آپ مجھے دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں شکریہ ادا کرتے ہیں اور جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو صبر کرتی ہوں شریعت کا حکم ہے صبر کرنے والا بھی جنتی ہے اور شکر کرنے والا بھی جنتی ہے۔

(تر[illegible] ۱۱۷ بحوالہ کشاف ۱/۵۷۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا صبر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں جب اپنے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو دیکھا انکی لاش کا مثلہ بنا پڑا تھا، ان کا دل نکال لیا گیا تھا اور ان کی آنکھیں نکال لی گئیں تھیں، کان کاٹ دیئے گئے تھے، ہندہ نے ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں پہنا تھا اب سوچئے پیچھے لاش کا کیا حال ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت آزردہ ہوئے آنکھوں میں

سے آنسو آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت پابندی لگا دی کہ میری پھوپھی حضرت حمزہؓ کی بہن آپؓ کو دیکھنے کے لئے آئے گی دوسری عورتوں کی طرح تو ایسا نہ ہو کہ وہ دیکھے اور اسے صدمہ پہنچے، گھر کی عورتیں اپنے اپنے مردوں کو دیکھنے کے لئے آ گئیں کہ نہلائیں دفنائیں تو اس وقت میں آپ کی پھوپھی جو تھی وہ بھی آ گئیں مگر صحابہؓ نے روک دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے کہ آپؓ اپنے بھائی کی لاش کو نہیں دیکھ سکتیں، انہوں نے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیوں منع فرما دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسکی لاش کو دیکھنے کا حوصلہ نہ رکھو گی، پوچھنے لگی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے بھائی کی لاش پر رونے کے لئے نہیں آئی، میں تو اپنے بھائی کو مبارکباد دینے کے لئے آئی ہوں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا: اچھا پھر تمہیں دیکھنے کی اجازت ہے۔

سوچئے کتنا بڑا دل کر لیا کہ میں تو اپنے بھائی کو مبارکبادی دینے کے لئے آئی ہوں۔

(اسد الغابہ ۳/ ۳۷۷- الکامل فی التاریخ ۱/ ۲۹۷- البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۴۷- تاریخ الاسلام للذہبی ۲/ ۲۰۸)

ایک صابرہ عورت کی داستان

ہمارے قریبی لوگوں میں سے ایک آدمی سے واقعہ پیش آیا وہ ۱۹۷۱ء سے پہلے مشرقی پاکستان کے اندر کام کرتا تھا، اسکے بڑے بڑے Gas Stations تھے کروڑ و روپے کا مالک تھا بلکہ اربوں کا مالک تھا سیکڑوں کی تعداد میں اسکے گیس اسٹیشن تھے، اللہ کی شان دیکھئے اتنے مال پیسے والا تھا کہ اس کا ایک کام کرنے والا اس کے دو لاکھ روپے چوری کر کے بھاگ گیا اس نے اس کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا، کچھ عرصے کے بعد وہ پھر واپس آ گیا رونے دھونے لگا مجھ سے غلطی ہو گئی اس نے وہ دو لاکھ بھی معاف کر دیئے اور اس کو نوکری پر بحال کر دیا، سوچئے کہ وہ کتنا کاروبار اور مال رکھنے والا بندہ ہو گا جسے پرواہ ہی نہیں تھی وہ دو لاکھ روپے کی۔

اتنا کچھ اس کی مال جائیداد تھی لیکن جب جنگ میں ڈھا کہ علیحدہ ہوا تو یہ اس حال میں کراچی اترا کہ اس کی بیوی کے سر پر فقط دو پٹہ تھا دونوں جیبیں خالی تھیں کچھ ہاتھ میں نہیں تھا، سب کچھ وہاں چھوڑ آیا، اب کراچی میں اس کے بھائی تھے، ان کے گھر آ کر ٹھہرے وہ خود یہ واقعہ سناتے تھے کہ جب میں آیا تو مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں زندہ ہوں، میں کروڑوں اربوں پتی انسان اور آج ایک پیسہ بھی میرے پاس نہیں میں کس سے مانگوں گا، میں کیسے زندگی گزاروں گا، کہنے لگے قریب تھا کہ میرا Nerves Break Down ہو جائے مگر بیوی نیک تھی، دیندار تھی، پہچان گئی کہ میرے خاوند کے اوپر یہ حالات آ گئے، چنانچہ جب ہم کھانے کے دستر خوان پر بیٹھتے تو میرے بھائی اور ان کے بچے بھی ہوتے تو میری بیوی یہ واقعہ چھیڑتی اور کہتی کہ ہمارے اوپر اتنا بڑا صدمہ آیا میں عورت ہوں میں زیادہ گھبرا گئی ہوں اور میرے خاوند کو تو اللہ نے پہاڑ جیسا دل دے دیا ہے انہوں نے اس کو ہاتھوں کی میل بنا کر اتار دیا، ان کو تو پرواہ ہی نہیں، کہنے لگے: میں اندر دل سے خوف زدہ تھا اور وہ ایسی باتیں کرتی کہ سن سن کر مجھے تسلی ہونے لگی کہ جب میری بیوی کو کوئی غم نہیں تو پھر میں کیوں اتنا پریشان ہو رہا ہوں، میں Depression کا شکار کیوں ہو رہا ہوں، چنانچہ ایسی باتیں کرتی کہ ان کا دل تو بہت بڑا ہے انہوں نے تو اتنے مال کو ہاتھوں کی میل سمجھ لیا ہے، ان کو تو اللہ نے پہلے بھی بہت دیا وہی پروردگار ہے اب ان کو یہاں بھی بہت دے دیگا یہ تو قسمت کے بادشاہ ہے، قسمت کے دھنی ہیں، جب اس نے ایسی ایسی باتیں کیں تو کہنے لگے میری طبیعت بحال ہو گئی، ہم نے مشورہ کیا، بھائی سے ادھار لے کر ایک ٹرک خریدا اس کو کرائے پر چلانا شروع کر دیا میں نے محنت کی میرے مولیٰ نے میری مدد کی کہنے لگا: پانچ سال کے بعد سیکڑوں ٹرکوں کی کمپنی کا میں پھر مالک بن گیا، آج پھر اربوں پتی بن کر زندگی گزار رہا ہوں مگر میں اپنی بیوی کا احسان کبھی نہیں اتار سکتا جس نے اس حالت میں بھی مجھے سنبھال لیا۔

حضرت حسنؓ کے صبر وضبط کی انوکھی مثال

سیدنا حسینؓ کا واقعہ ہے کہ گھر میں مہمان آئے، باندی کو حکم دیا کہ کچھ پیش کیجئے، شوربے کا ایک پیالہ تھا وہ گرم کر کے لے آئی، جب گرم کر کے لے آئی، دروازے سے داخل ہونے لگی تو قدرتا دیکھ کہیں رہی تھی اور قدم کہیں اٹھا رہی تھی، اچانک پاؤں اٹکا تو شوربے کا پیالہ آپؓ کے جسم مبارک پر آ گرا، اب جب گرم گرم شوربا گرے تو بدن جلتا ہے اور کتنی تکلیف ہوتی ہے؟ کتنا غصہ آتا ہے؟ تو آپ نے غصے کے ساتھ باندی کی طرف دیکھا کہ اتنی careless (غیر ذمہ دار) ہے۔

تو آخر وہ بھی اسی گھر کی باندی تھی پہچان گئی کہ طبیعت میں جلال ہے تو جیسے ہی انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے آگے سے قرآن کی یہ آیت پڑھی، کہنے لگی:

والکاظمین الغیظ

''غصے کو پی جانے والے''

قرآن مجید میں ایمان والوں کی کچھ خوبیاں پروردگار نے گنوائیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ''غصے کو پی جانے والے'' تو جب اس نے یہ الفاظ کہے تو آپؓ نے فوراً اپنے غصے کو کنٹرول کیا اور اسکی طرف مسکرا کر دیکھا، تو پھر اس نے اگلے الفاظ پڑھ دیئے:

والعافین عن الناس

''لوگوں کو معاف کر دینے والے''

آپؓ نے فرمایا: اچھا چلو میں نے تیری غلطی کو معاف کر دیا، تو اس نے اگلے الفاظ بھی کہہ دیئے:

والله یحب المحسنین

''اور اللہ نیکو کاروں کو پسند فرماتے ہیں''

آپ نے فرمایا: جا میں نے تجھے اللہ کے راستے میں آزاد کر دیا۔

کہاں اتنا غصہ ہے کہ اسے سزا دی جائے اور کہاں قرآن کریم کے دو الفاظ سنتے ہیں تو اپنے آپ کو اس قدر بدل ڈالتے ہیں کہ جس کو سزا دینی تھی اس کو اللہ رب العزت کے راستے میں آزاد کر دیا۔

نوٹ: اس قسم کے واقعات چند بزرگوں سے منقول ہیں۔

تفسیر روح البیان ۲/ ۸۷۔ مختصر تاریخ دمشق ۵/ ۳۴۹۔ البدایہ والنہایہ ۹/ ۱۲۵۔ تفسیر قرطبی آل عمران آیت ۱۳۴۔ المستطرف ٤١٧

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تحمل

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ایک یہودی آیا۔ ذرا دور کے علاقے کا تھا۔ اسے وہیں رات ہو گئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تجھے دیر ہو گئی ہے اس لیے آج مہمان کے طور پر یہیں ٹھہر جاؤ۔ وہ ٹھہر گیا۔

رات کو اس کو کھانا دیا گیا، اس نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر اس کو بستر میں سلا دیا گیا۔ رات کو اس کا پیٹ خراب ہو گیا، حتیٰ کہ بستر میں ہی اس کا پاخانہ نکل گیا۔ اس کے کپڑے بھی خراب ہو گئے، جسم بھی خراب ہو گیا اور بستر بھی خراب ہو گیا۔ اسے شرم بھی آئی۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں وہاں سے راتوں رات نکلا اور کہیں جا کر نہایا اور کپڑے دھوئے۔ اس نے وہیں سے واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ میں تو اُٹھ کر آ گیا مگر فلاں چیز وہیں بھول آیا ہوں۔

اب شرم کے مارے اسے واپس تو آنا پڑا کیونکہ وہ چیز وہ چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا تو فجر ہو چکی تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز کے بعد مہمان کا پتہ کرنے گئے تو پتہ چلا کہ مہمان تو غائب ہو چکا ہے۔ اور بستر سے نجاست کی بدبو آ رہی ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کو نہیں بتایا، بلکہ خود پانی بھر کے لائے اور خود اس نجاست کو صاف فرمانے لگے۔ جب آپ بستر کو صاف فرما رہے تھے تو اس وقت وہ یہودی آیا۔ اس نے جب اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں، یہ اخلاق واقعی اللہ کے نبی کے ہی ہو سکتے ہیں...... اللہ اکبر کبیرا

ماتحتوں کے ساتھ تحمل مزاجی

......ایک نوجوان تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جہاں کہیں ان کو اچھی کھجور کا درخت ملتا وہ کھجور توڑ کر کھا لیتے تھے۔ علاقے کا دستور یہ تھا کہ اگر پھل کہیں گرا پڑا ہو تو جو چاہے اٹھا کے کھا لے، اس بات کی عام اجازت تھی، لیکن درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑنے کے لیے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ نوجوان تھے۔ ان کو جہاں پھل پسند آتا، درخت پر چڑھ جاتے اور خوشہ توڑ کر کھانا شروع کر دیتے۔

ایک مرتبہ ایک مالک نے ان کو پکڑ لیا اور اس نے ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ نوجوان کہتے ہیں کہ جب مجھے نبی علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو پہلے تو میں بڑا ڈرا کہ آج میرا ہاتھ کٹے گا۔ لیکن جب اس مالک نے بتایا کہ یہ نوجوان میری کھجوریں توڑتا ہے تو نبی علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور مجھے بلایا، جب میں قریب گیا تو نبی علیہ السلام نے شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھا۔ میرا آدھا خوف تو وہیں ختم ہو گیا۔ پھر نبی علیہ السلام نے مجھ سے سوال پوچھا: تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے بتایا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھوک لگتی ہے تو میں کھجوریں توڑ کر کھا لیتا ہوں۔ تو نبی علیہ السلام نے ڈانٹا نہیں۔ بلکہ جواب میں سمجھایا کہ دیکھو، نیچے گری ہوئی

کھجور ہو تو اٹھا کر کھا لیا کرو، اس کی اجازت ہوتی ہے۔ البتہ درخت پر چڑھ کر توڑنا مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ میں نے اسی وقت کہا: جی میں آج کے بعد ایسا نہیں کروں گا۔ نبی علیہ السلام نے جب میری زبان سے یہ الفاظ سنے تو آپ خوش ہوئے اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی،

''اے اللہ! اس کے فقر کو ختم کر دے۔ اس کی بھوک کو ختم کر دے۔''

کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے دعا سننے کے بعد میرے دل میں ایسی ٹھنڈک پڑی کہ اس کے بعد میں نے زندگی میں یہ عمل کبھی دوبارہ نہیں کیا...... یہ ہوئی ہے اصلاح کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اور ہم اصلاح کیسے کرتے ہیں؟...... جو جتنا زیادہ قریبی ہوتا ہے اتنا ہی اس سے زیادہ غصے سے پیش آتے ہیں۔

(ترمذی ۱۲۸۸)

صبر کا ایک اہم فائدہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ایک صاحب آئے ان کی کسی بات پہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رنجش تھی، انہوں نے سخت باتیں کرنا شروع کر دیں، وہ باتیں کرتے رہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی سنتے رہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے رہے، جب بات بڑھنے لگی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اپنی طرف سے صفائی پیش کی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جا رہے ہیں؟ فرمایا: ابو بکر! جب یہ شخص تمہارے بارے میں ایسی بات کر رہا تھا تو اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو تمہاری طرف سے اس بندے کو جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو وہ فرشتہ بھی چلا گیا اور اب میں بھی اس مجلس سے اٹھ کر جا رہا ہوں...... تو بھئی! یہ کتنا آسان

طریقہ ہے کہ اللہ رب العزت کو اپنا مددگار اور کارساز بنالیا جائے، صبر کرلیا جائے کیونکہ اس کا بدلہ اللہ کی مدد کی شکل میں ملتا ہے۔

(ابوداؤد ۴۸۹۶، باب فی الانتصار ۶۷۱-شعب الایمان ۶۲۴۲)

پوری سلطنت کی قیمت ایک پیالہ پانی

ہارون رشید کو پیاس لگی اس نے پانی مانگا، ٹھنڈا پانی لایا گیا، عارف باللہ حضرت ابن سماکؒ وہاں موجود تھے، وہ کہنے لگے ہارون پانی پینے سے پہلے میری بات سننا پوچھا بتایئے، کہنے لگے یہ بتائیں اگر آپ کو سخت پیاس لگ جائے اور پیاس ایسی کہ برداشت سے باہر، حلق بالکل خشک ہو اور پوری دنیا میں پانی کہیں بھی نہ ہو اور ایک شخص کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ ہو، تو آپ بتائیں کہ کتنی قیمت دے کر اس پانی کے پیالے کو خریدیں گے، اس نے کہا کہ میں آدھی سلطنت دے دونگا، اور پانی کا پیالہ خرید کر پیونگا، انہوں نے کہا اچھا آپ نے پانی پی لیا، اور پینے کے بعد اگر پیشاب بند ہو گیا، نکلتا نہیں، اور جانتے ہیں کہ پیشاب بند ہونے کی حالت میں انسان مچھلی کی طرح تڑپتا ہے، اسے برداشت نہیں ہوتا، تو آپ مچھلی کی طرح تڑپنے لگیں، ادھر ایک طبیب جس کے پاس ایسی دوا ہے جس سے پیشاب ہو جائے، تو آپ بتائیں اس طبیب کو کتنی قیمت دیکر وہ دوا خریدیں گے، اس نے کہا آدھی سلطنت دے کر خریدونگا، انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی یہ پوری سلطنت کی قیمت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پھر اسے جسم سے نکالنے کے برابر ہے، جبکہ تو نے تو زندگی میں ہزاروں پیالے پانی پیا ہوگا، تو تم نے اللہ پاک کی کتنی نعمت استعمال کی ہوگی؟ بتلاؤ اس کی قیمت کیا ہوگی؟

(البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۳۴-فلفسۃ المال عند الغزالی ۲-تاریخ الاسلام ذہبی ۱۳/۱۵-
تاریخ الخلفاء ۱/۲۴۹-تاریخ الامم والملوک ۵/۲۲-الکامل تاریخ ۳/۱۱۷)

اب لیٹ کر سونا کہاں میسر

ہمارے ایک ساتھی جو ڈاکٹر ہیں وہ ایک مرتبہ ملنے کیلئے آئے، کھانا وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کہا کہ بھئی سو جاؤ، وہ کہنے لگے کہ دیوار کے ساتھ تکیہ لگا دیں میں اوٹ لگا کے بیٹھ جاؤں گا، پوچھا کیوں؟ کہنے لگے مجھے ایک مرض ہے، ہم جو کھانا کھاتے ہیں تو وہ ہماری خوراک کی نالی میں نیچے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے درمیان میں ایک وَوْل (VALUE) بنادیا ہے، وائپر (VIPER) بنا دیا ہے، جب اوپر سے کھانا جاتا ہے، تو کھل جاتا ہے کھانا اندر چلا جاتا ہے، کھانا واپس آنا چاہے تو وہ بند ہو جاتا ہے، وہ آنے نہیں دیتا، اسلئے کھانا کھا کر کوئی بندہ سر کے بل کھڑا ہو جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ منہ کے راستے سے نکل جائے، وہ وَوْل گویا نَن رِیٹرن وَوْل (NONE RETURN VALUE) ہے۔ کہنے لگا میرا وَوْل لِک (LEAK) ہو گیا ہے، میں ذرا لیٹتا ہوں تو میرے پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میرے منہ کے راستے باہر آ جاتا ہے، پچھلے کئی سالوں سے بیٹھ کر رات گزارتا ہوں، لیٹ کر سونے کا مزہ اب میں زندگی میں حاصل نہیں کر سکتا، اس دن مجھے احساس ہوا کہ یا اللہ لیٹ کر آرام کی نیند سو جانا یہ کتنی بڑی آپ کی نعمت ہے۔

کڑوا پھل مزے کے ساتھ

مولانا رومؒ نے سلطان محمود اور ایاز کے عجیب و غریب واقعات لکھے ہیں:

☆ سلطان محمود ایک نیک بادشاہ تھا، غزنہ کا رہنے والا تھا، ایک دیہاتی نوجوان اسکی خدمت میں آیا، بادشاہ کو وہ پسند آ گیا، بادشاہ اسے اپنی خدمت میں رکھتا تھا، اس سے مشورہ کرتا تھا، اس وقت جو وزراء تھے، انکو یہ بات بری لگتی کہ نہ اسکی شکل ہے، نہ

عقل ہے، نہ تعلیم ہے، نہ کوئی لائق بندہ ہے، پتہ نہیں بادشاہ کو اسکی کون سی بات پسند ہے، تو وہ اندر اندر ہی جلتے رہتے، چنانچہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ کبھی کوئی ایسا موقع ملے کہ ہم بادشاہ سے یہ بات کریں، ایک دن انہوں نے بات کی کہ بادشاہ سلامت! آخر کیا چیز ہے کہ آپ اس پر اتنے فدا ہیں، جو محبت کی نظر اس پر اٹھتی ہے وہ ہم پر نہیں، بادشاہ نے کہا کہ اچھا، ہم بتلائیں گے، اگلے دن بادشاہ نے ایک پھل کا انتظام کیا جو انتہائی کڑوا تھا، کاشیں بنوائیں، اور ان معترضین کو ایک ایک کاش دی، جس نے منہ سے لگائی تھوتھو کر کے پھینک دی کہ بہت کڑوی ہے، بادشاہ سلامت یہ بہت کڑوی ہے، بادشاہ نے ایاز کو دیکھا کہ وہ اس پھل کو بڑے مزہ سے کھا رہا ہے، کوئی ناگواری کے آثار نہیں، چہرے کے اوپر کوئی غلط تأثر محسوس نہیں، کھلے چہرے کے ساتھ، مسکراتے چہرے کے ساتھ کھا رہا ہے، بادشاہ نے پوچھا ایاز! کیا یہ کڑوا نہیں ہے، بادشاہ سلامت کڑوا تو ہے، تو پھر آپ مزہ سے کھا رہے ہو؟ جی بادشاہ سلامت! میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جس ہاتھ سے میں آج تک میٹھی چیزیں لیکر کھاتا رہا، اگر آج کڑوی بھی مل گئی تو اسے خوشی سے کیوں نہ کھاؤں؟ بادشاہ نے کہا دیکھو اس کے اندر کس درجہ کی قدردانی ہے، کہ جس بادشاہ کے ہاتھوں آج تک میٹھی چیز ملتی رہی اور میں کھاتا رہا، آج اگر کڑوی بھی مل گئی تو شکوہ کی کیا ضرورت ہے؟ لہذا مسرت کے ساتھ کھاتا رہا، جبکہ تم لوگ تو تھوتھو کرنے لگے، تمہارے اندر قدردانی نہیں، جس پروردگار کی طرف سے ہمیں زندگی بھر خوشیاں ملتی رہتی ہیں، کبھی کوئی بیماری آگئی، تکلیف آگئی تو بے صبری کی کیا ضرورت؟ کاش کہ اس ان پڑھ نوجوان والی صفت ہمارے اندر بھی آجاتی۔

(حکایات رومی ۵۷)

اپنی اوقات نہ بھولئے

☆ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ایاز کی شکایت کی کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! ہم تو پہلے ہی سے کہتے تھے کہ یہ ٹھیک آدمی نہیں ہے اور اب تو ثابت ہو چکا، ہمارے پاس پروف ہے، بادشاہ نے پوچھا کہ کیا پروف ہے؟ کہنے لگا بادشاہ سلامت! ایک الماری اس نے بنائی ہے، جسے تالا لگا کر رکھتا ہے، روزانہ اسکو کھول کر دیکھتا ہے، کسی دوسرے بندے کو چابی نہیں دیتا، خود جب کھولتا ہے تو اس وقت اکیلا ہوتا ہے، میرا پکا گمان یہ ہے کہ اس نے آپ کے خزانے سے کچھ چرایا ہے، اور وہ ہیرے موتی اس الماری میں رکھے ہوا ہے، ٹھیک آدمی نہیں ہے۔

بادشاہ نے ایاز کو بلایا اور کہا، کیا تمہاری ایسی کوئی الماری ہے؟ اس نے کہا جی ہے، اسکی چابی ہے؟ جی ہے، بادشاہ نے کہا لاؤ، وہیں کھڑے کھڑے بادشاہ نے اس سے چابی لی، اور معترضین کو کہا کہ جاؤ اسکے اندر جو کچھ ہے لے کر آؤ، اعتراض کرنے والے بڑے خوش کہ آج اسکا پول کھلے گا، اس کے اندر جو خزانہ جمع کیا ہے آج بادشاہ کو پتہ چل جائے گا، تھوڑی دیر کے بعد وہ آدمی وہاں سے دو چیزیں لے کر آیا ایک بوسیدہ سا لباس، اور ایک پرانا جوتا، بادشاہ نے کہا اس الماری میں اور کچھ نہیں؟ اس نے کہا نہیں اس میں اور کچھ نہیں، بادشاہ نے کہا ایاز! تم نے یہ رکھا ہوا ہے، جی بادشاہ سلامت، میں نے الماری میں یہی چیزیں رکھی ہیں، کیا تم روز دیکھتے ہو، جی روز دیکھتا ہوں، کیا وجہ ہے؟ ایاز نے کہا بادشاہ سلامت! جب میں پہلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یہ میرا لباس اور یہ میرا جوتا تھا، آپ نے مجھے اپنے قریب کر لیا، میں نے اپنے نفس کو اپنی اوقات یاد دلانے کیلئے ان چیزوں کو سلامت رکھا ہے، روز دیکھتا ہوں اور اپنے نفس سے کہتا ہوں ایاز دھوکے میں نہ پڑنا، تیری اوقات یہ تھی، اب جو کچھ تیرے پاس ہے تیرے اوپر بادشاہ کی عنایت ہے۔

(معارف مثنوی ۳۴۹)

کاش کہ ہم اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں، کیا ہم اس دنیا میں سب کچھ لے کر آئے تھے، نہیں بلکہ جب آئے تھے تو کچھ نہیں تھا، بدن پر کپڑے نہیں تھے، گھر نہیں تھا، اولاد نہیں تھی، عقل پوری نہیں تھی، کچھ نہیں تھا، جو دیا میرے پروردگار نے دیا، جس پروردگار نے اتنی نعمتیں دیں، ہم اس پروردگار کے حکم کو سن کر اس کو توڑتے ہیں اور احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم نے کس کے حکم کو توڑا ہے۔ اللہ اکبر کبیرا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تواضع و انکساری

سید الانبیاءؐ کی عجز بھری دعائیں

عاجزی کے ساتھ دعاء مانگنا دعاء کی قبولیت کی کنجی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی عاجزی کے ساتھ دعاء مانگتے تھے: اللّٰھم اِنک تسمع کلامی وتری مکانی تعلم سری وعلانیتی لایخفی علیک شیء من امری وانا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبی .اسئلک مسئلة المسکین ابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر ودعاء من خضعت لک رقبته وفاضت لک عبرته وذل لک جسمه ورغم لک انفه اللھم لاتجعلنی بدعائک شقیاو کن لی رؤوفا رحیما یاخیر المسئولین ویاخیر المعطین (یااللہ تو سنتا ہے میری بات کو اور دیکھتا ہے میری جگہ کو اور جانتا ہے میرے پوشیدہ کو اور ظاہر کو، تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور میں مصیبت زدہ، محتاج، فریادی، پناہ چاہنے والا ہوں جو ترساں ہراساں، اقرار کرنے والا ماننے والا اپنے گناہوں کا ہے۔ تجھ سے بے کس کا سا سوال کرتا ہوں، تیرے سامنے گڑگڑاتا ہوں جیسے ایک گنہگار ذلیل گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے خوفزدہ اور آفت رسیدہ شخص کی طرح طلب کرتا ہوں اور اس شخص کی طرح کہ جسکی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو، آنسو بہہ رہے ہوں، تیرے سامنے اس نے اپنے جسم کو گرایا ہوا ہو اور تیرے سامنے اپنی ناک رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ! مجھے اپنے سے دعاء مانگنے میں ناکام نہ کر اور میرے واسطے بہت مہربان اور رحیم ہو جا اے سب سے بہتر جن سے مانگا جائے اور سب دینے والوں سے بہتر)

(المعجم الکبیر للطبرانی ۹/ ۷۷-۳ ـ الجامع الصغیر ۱۱۳۱)

سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے ایک ایک لفظ سے اللہ رب العزت

کی عظمت اور اپنی عاجزی سامنے آتی ہے۔ جب طائف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی پیاری دعاء مانگی، فرمایا:

اللّٰھم الیک اشکوا ضعف قوتی و قلة حیلتی و ھوانی علی الناس یاارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی الی بعیدیتجھمنی ام الی عدو ملکته امری ان لم یکن بک علی غضب فلاابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت له الظلمات وصلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی ولاحول ولاقوة الا بک (اے اللہ! میں آپ ہی سے شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری اور بے کسی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے، کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے، یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا و آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی کو اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ نہ تیرے سواء کوئی طاقت ہے نہ قوت)

اس طرح عاجزی سے مانگی ہوئی دعائیں اللہ رب العزت کے ہاں قبولیت پاتی ہے۔

(زاد المعاد ۳/ ۳۱ - فیض القدیر ۲/ ۱۵۱ - الدعاء للطبرانی - عند الکرب والشدائد ۳۱۵)

تواضع پیدا کرنے کا انوکھا انداز

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے کہا، ذرا ممبر کے قریب ہو جاؤ۔ وہ ممبر کے قریب ہو گئے پھر آپ نے ممبر پر چڑھ کر فرمایا،، عمر! تو وہی تو ہے کہ لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا کرتا تھا اور وہ اس کے صلہ میں مجھ کو چھوہارا دیتے تھے، وہی کھا کر بسر کرتا تھا، یہ کہہ کر آپ ممبر سے نیچے تشریف لے آئے، صحابہ کرام حیران ہو کر پوچھنے لگے، اے امیر المومنین! آپ نے ہمیں اکٹھا کر کے کیا بات کی ہے؟ فرمایا، اب یہ فتوحات کا زمانہ ہے مال غنیمت آ رہا ہے، دشمن قیدی بن کر آ رہے ہیں، میرے دل میں یہ بات آ رہی ہے کہ تیرے دور خلافت میں اتنی فتوحات ہو رہی ہے، چنانچہ میں نے اپنے نفس کے اندر دکھاوا، تکبر اور عجب ختم کرنے کیلئے اپنے نفس کو خطاب کیا ہے کہ عمر! تم وہی تو ہو جس کی ناداری ایسی تھی کہ پہلے پانی لا کر بھرا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے ایسی بات کہی جس سے طبیعت میں شکستگی آتی ہے۔

(الفاروق ۴۸۳-الطبقات الکبریٰ ۳/۲۹۳-شخصیۃ عمر بن الخطاب ۸/۳۳)

پیر فضل علی قریشی کی تواضع

ایک مرتبہ حضرت مولانا پیر فضل علی قریشیؒ اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لے آئے اور وہاں جتنے بھی ذاکرین موجود تھے ان سب کو اکٹھا کر لیا۔ جب سب مرید آ کر بیٹھ گئے تو حضرت نے فرمایا، فقیرو!... پھر خاموش ہو گئے۔ لوگ حیران ہوئے کہ حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا، بھئی! ایک مرتبہ کچھ ایسا معاملہ بنا کہ میرے پیٹ میں ہوا بھر گئی اور بہت ہی تکلیف دہ کیفیت بن گئی۔ ہوا پیٹ سے خارج نہیں ہو رہی تھی اور مجھ سے تکلیف برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ میرا پیٹ پھول گیا کہ میں زمین پر لیٹ کر تڑپنے لگا اور مجھے دن میں تارے نظر آنے لگے۔ سب لوگ سوچنے لگے کہ یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے۔ جب کافی دیر تک حضرتؒ اسکی تفصیل بتاتے رہے تو پھر بعد میں ایک سوال پوچھا۔ فرمایا، فقیرو! جو شخص

اپنے پیٹ سے گندی ہوا کے خارج ہونے کا محتاج ہو، کیا وہ بھی کوئی بڑا بول بول سکتا ہے۔ سب نے کہا نہیں۔ جب سب نے نفی میں جواب دیا تو پھر حضرتؒ نے بات شروع کی کہ آج رات مجھے خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور اللہ کے محبوب علیہ السلام نے فرمایا: فضل علی قریشی! تو نے متبع سنت لوگوں کی ایسی جماعت تیار کی ہے کہ، من حیث الجماعت، اس وقت پوری دنیا میں کہیں بھی ایسی جماعت موجود نہیں ہے،، دراصل حضرت صاحبؒ یہ خواب سنانا چاہتے تھے، لیکن دل میں محسوس کیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مقام بیان کر رہے ہیں۔ گویا انہوں نے اپنے نفس کو پہلے دوا پلا دی تا کہ اس میں دکھاوا نہ آجائے۔

تصنع سے بھی بچنا چاہیئے

ایک مرتبہ حضرت قریشیؒ انڈیا میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ سفر کی وجہ سے ان کے جسم میں تھکاوٹ کے آثار تھے۔ کپڑوں پر مٹی وغیرہ بھی پڑ گئی تھی۔ چنانچہ حضرت صدیقیؒ نے عرض کیا، حضرت! ابھی لوگ آپ سے ملاقات کے لئے آئینگے، طلبہ بھی آئینگے ان میں آپ کا بیان بھی ہوگا، اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ ان کے آنے سے پہلے پہلے اپنے کپڑے تبدیل فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا،، تو مجھے تصنع سکھاتا ہے،، ؟ اگر حضرت صدیقیؒ یوں بات کرتے کہ حضرت! سفر کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں تھکاوٹ ہے، کپڑے میلے ہیں، آپ ذرا نہا لیجئے اور صاف کپڑے پہن لیجئے، آپ کی طبیعت بحال ہو جائیگی تو حضرت یہ کام کر لیتے، چونکہ انہوں نے یہ کہا کہ اساتذہ اور طلبہ نے آنا ہے اس لئے آپ کپڑا بدل لیجئے، اس لئے حضرت نے ٹالتے ہوئے جواب دیا کہ تو مجھے تصنع سکھاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اسی طرح بیٹھے رہے، اسی حالت میں سب سے ملاقات کی۔ جب سب لوگ ملاقات کر کے اپنے کمروں میں چلے گئے تو حضرت قریشیؒ نے فرمایا، خلیفہ صاحب! لاؤ آپ کی بات بھی مان لیتا ہوں، مجھے کپڑے تبدیل کروا دو۔ چنانچہ اس وقت حضرت نے نہا کر کپڑے تبدیل کر لئے۔ اندازہ لگایئے کہ یہ ایک چھوٹا سا عمل تھا مگر وہ بھی اللہ کی رضا کے

لئے کرنا تو گوارا تھا مگر مخلوق کے لئے کرنا گوارا نہیں تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی انکساری

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بیٹھے ہوئے تھے، چراغ کی لو کم ہوگئی جس کی وجہ سے چراغ بجھنے کے قریب ہوگیا، اب وہ امیر المومنین تھے، وہ چاہتے تو خادموں میں سے کسی کو حکم کر دیتے کہ چراغ کو ٹھیک کر دو، مگر وہ خود اٹھے اور انہوں نے خود ہی چراغ کو درست کر دیا، کسی نے کہا جی! آپ کسی غلام کو یہ حکم دیدیتے، فرمایا: جب میں اسے ٹھیک کرنے کے لئے اٹھا تو اس وقت بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور جب میں نے اس کو ٹھیک کر لیا تو اب بھی عمر بن عبد العزیز ہوں، سبحان اللہ! مٹنے والے ایسے مٹتے ہیں اور اللہ رب العزت مٹنے والوں کو دنیا میں ایسے نوازتے ہیں۔

(الزہد لاحمد [illegible] ۱۔ شعب الایمان للبیہقی ۱۲/ ۱۴۹ ۔ الوافی بالوفیات ۴/ ۴۵۱۔ تاریخ [illegible] اندلس ۱/ ۹۷ ۔ قدوۃ الحکام ۵۹ ۔ البدایہ والنہایہ ۱۲/ ۷۰۳)

امام ابوحنیفہؒ کی انکساری

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے زمانے میں دو عالم تھے۔ ایک کا نام زرعہ قاص تھا اور دوسرے کا نام عمر بن زر تھا۔ یہ چونکہ معمر تھے اس لئے امام اعظمؒ کی والدہ محترمہ ان سے مسئلہ دریافت کر کے مطمئن ہو جاتی تھیں۔ اگر انہیں کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو وہ امام اعظمؒ کو فرماتیں کہ مجھے انکے پاس لے جاؤ، میں ان سے مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ امام صاحبؒ اونٹنی نکالتے۔ اپنی والدہ کو اونٹنی پر بٹھاتے اور خود اونٹنی کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب چل رہے ہوتے تھے تو لوگ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ یہ کون ہے، جس کی سواری کی نکیل نعمان (امام اعظمؒ) پکڑ کر جا رہے ہیں۔ چونکہ حضرت اس وقت استاذ بن چکے تھے اور کثیر تعداد میں ان کے شاگرد بھی تھے۔ اس لئے لوگ ان کو دیکھ کر راستے میں ادب

ی وجہ سے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضرت خاموشی سے چلتے رہتے تھے، جب ان دونوں میں سے کسی ایک کے گھر پہنچتے اور دروازے پر دستک دیتے تو وہ باہر آتے۔ امام صاحبؒ ان کو فرماتے کی میری والدہ صاحبہ تشریف لائیں ہیں اور یہ آپ سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی ہیں، جب والدہ صاحبہ مسئلہ پوچھتیں تو کئی مرتبہ ان دونوں کو اس مسئلہ کا جواب نہیں آتا تھا تو وہ امام صاحبؒ سے پوچھتے کہ اس کا جواب کیا ہے۔ امام صاحبؒ آہستہ سی آواز میں ان کو اس مسئلہ کا جواب خود بتا دیتے تھے اور وہ لوگ اونچی آواز سے ان کی والدہ کو جواب سنا دیتے تھے۔ اب والدہ جب ان کی زبان سے سنتیں تو مطمئن ہو جاتیں۔ ساری عمر یہی ہوتا رہا اور امام اعظمؒ نے اپنی والدہ کو یہ بھی نہ کہا۔ امی! جو مسئلہ آپ ان سے پوچھنے کے لئے جائینگی وہ اسکا جواب مجھ سے پوچھ کر بتائیں گے۔ دراصل امام صاحبؒ نے والدہ کے ادب کا خیال رکھا اور ان کے دل کے سکون کو مقدم رکھا۔ انکی یہی تواضع تھی جس نے ان کو امام اعظم بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عزت دی کہ دور صحابہ میںؓ ان کا فتوی چلتا تھا ۱۲۰ھ میں حضرت مسند ارشاد پر بیٹھ چکے تھے اور اس وقت صحابہ کرام دنیا میں کہیں نہ کہیں موجود تھے۔

(القصاص المذکرین ۱/۳۱۰ - تحذیر الخواص ۱/۲۳۱ - تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۶ - الاسرار المرفوعۃ ۱/۷ - الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ ۱/۳۶)

مولانا حسین علی کی انکساری

میانوالی کے علاقہ ''واں بھچراں'' میں ایک بزرگ گزرے ہیں ان کا نام مولانا حسین علیؒ تھا، وہ بڑے ہی سادہ اور موحد آدمی تھے، ان کی سادگی کو دیکھ کر لوگ سمجھتے تھے کہ شاید کوئی دیہاتی بندہ ہے، ایک مرتبہ ملتان میں ایک جلسہ میں بیان ہونا تھا، اس جلسہ میں امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بھی مدعو کیا گیا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ کی وجہ سے مجمع بہت زیادہ تھا مسئلہ یہ بنا کہ جلسہ شروع ہونے کا وقت قریب تھا

اور حضرت ابھی پہونچے بھی نہیں تھے، لوگ تلاش میں نکل کھڑے ہوئے کہ کیا ہوا، ہم نے حضرت کا استقبال کرنا تھا، لیکن وہ ابھی پہونچے ہی نہیں، تلاش کرتے ہوئے ایک مسجد میں گئے تو دیکھا کہ حضرت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، پوچھا حضرت! آپ کہاں سے آئے، ہم نے تو آپ کا استقبال کرنا تھا، فرمایا، میں اسی لئے سادگی کے ساتھ آگیا ہوں کہ میں استقبال کے قابل نہیں ہوں، جب حضرت بیان کے لئے بیٹھے تو خطبہ میں ارشاد فرمایا: **یاایھا الناس ضرب لکم مثل فاستمعوا له** (اے لوگوں تمہارے سامنے مثالیں بیان کی جاتی ہیں پس انہیں غور سے سنو) حضرتؒ نے ایسے درددل سے یہ آیت پڑھی کہ مجمع کے ہر بندے کے دل میں توحید کا مزہ آگیا، بعد میں حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی پوری تقریر اسی آیت پر کی، فرمایا کہ دیکھو! اللہ والے ایک چھوٹی سی آیت پڑھتے ہیں اور مجمع کے دلوں کو تڑپا کے رکھ دیتے ہیں... سبحان اللہ! طبیعت میں تواضع دیکھو اور آگے فیض دیکھو۔

حضرت قاری طیب صاحبؒ کی تواضع

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالمؒ کی ملاقات قاری محمد طیب صاحبؒ سے ہوئی، حضرت قاری صاحب بہت بڑے عالم تھے۔ شکل وصورت کے اعتبار سے بھی بہت ہی خوبصورت، نفیس، اور نازک بدن تھے، ہمارے حضرتؒ نے ان کو حرم میں دیکھا۔ ان کا چہرہ چمک رہا تھا، حضرت مرشد عالمؒ ان کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ملنے کے بعد پوچھا، حضرت! آپ نے یہ چہرہ کیسے بنایا؟ جیسے ہی میں نے یہ سوال پوچھا، قاری صاحب فوراً کہنے لگے "یہ میں نے نہیں بنایا، بلکہ میرے شیخ نے بنایا ہے" دیکھیں، انہوں نے اس اچھائی کی نسبت اپنی طرف نہیں کی بلکہ اپنے شیخ کی طرف کی، یہ تواضع ہے اگر کوئی اپنی طرف اچھائی کی نسبت کرے کہ میں نے یہ کیا.... میرا تجربہ اتنا ہے... میں اتنا سمجھدار ہوں ....تو بس پھر انسان خطرے میں ہوتا ہے۔

عاجزی بھرے کلمات کی فوری قبولیت

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ انڈیا کے دورے پر گئے۔ انہوں نے راستے میں ایک بیری دیکھی .... بیری دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک بیری کا تنا بڑا ہوتا ہے اور کافی اوپر جا کر بیر لگتے ہیں اور ایک بیری جھاڑی کی شکل میں ہوتی ہے وہ چھوٹی سی ہوتی ہے مگر بیروں سے بھری ہوئی ہوتی ہے... تو انہوں نے جھاڑی نما بیری راستے میں دیکھی۔ حضرت کو اس وقت بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ وہاں سے بیر توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ بیر کھاتے ہوئے ان کو خیال آیا کہ یہ چھوٹی سی بیری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اتنے سارے بیر لگا دیئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا۔ اے اللہ! یہ چھوٹی سی بیری ہے، تو نے اسے اتنے سارے پھل عطا فرما دیئے ہیں، میں بھی تیرا چھوٹا سا بندہ ہوں، اللہ! مجھے بھی پھل عطا فرما دے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ عاجزی کے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے قبول ہوئے کہ جب میں اگلے شہر میں گیا تو ایک قطب مدار مجھ سے بیعت ہوا اللہ اکبر!!!۔

جو الف کی طرح کھڑا رہا محروم رہا

ایک بچہ کو باپ نے پڑھنے کے لئے بھیجا، جب وہ پڑھ کر واپس آیا تو باپ نے پوچھا، بیٹا! آج استاذ نے کیا سبق پڑھایا؟ بچے نے کہا، جی استاذ نے پڑھایا ہے کہ.. الف خالی ہوتی ہے.. ہمارے زمانے میں ایسے ہی پڑھایا کرتے تھے کہ الف خالی، با کے نیچے ایک نقطہ ''ت'' کے اوپر دو نقطے، حروف کی پہچان کروانے کے لئے اس طرح پڑھاتے تھے.... تو بچے نے کہا کہ استاذ نے پڑھایا ہے کہ الف خالی ہوتا ہے واقعی جو ''الف'' کی طرح بن کے رہتا ہے وہ فیض سے خالی رہتا ہے۔ اور جو جھکتا ہے اللہ رب العزت اس پر رحمت فرما دیتے ہیں۔ آپ ذرا غور کریں کہ ''الف'' کھڑی کھڑی نظر آتی ہے اور ''ب'' لیٹی لیٹی نظر آتی ہے۔

لیکن ''ب'' کو وصلی کہتے ہیں۔ وصلی کا مطلب یہ ہیکہ یہ ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کے اندر جھکاؤ ہوتا ہے، اللہ تعالی بھی ایسے بندوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے قبول فرما کر اسکے فیض کو جاری فرما دیتے ہیں۔

تین ستارے کی تواضع

حضرت اقدس تھانویؒ نے جس سال دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا تو دارالعلوم کی انتظامیہ نے طلبہ کی دستار بندی کے لئے ایک جلسے کا اہتمام کیا، حضرت اقدس تھانویؒ کچھ اور طلبہ کو لے کر اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پیش ہوئے، تو شیخ الہندؒ نے پوچھا: اشرف علی! کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: حضرت! ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ دارالعلوم کی انتظامیہ ہماری دستار بندی کے لئے جلسہ کر رہی ہے، ہم جیسے نالائق طلبہ کی دستار بندی ہوگی تو دارالعلوم کی بدنامی ہو جائیگی، لہذا آپ انہیں منع فرمادیں، یہ سن کر شیخ الہندؒ جلال میں آ گئے اور فرمانے لگے: اشرف علی! تم ابھی اپنے اساتذہ کے سامنے ہوتے ہو اس لئے تمہیں اپنا آپ نظر نہیں آتا، جب ہم نہیں ہوں گے تو تم ہی تم ہو گے۔

(اشرف السوانح ۳۱)

اور واقعی وہ وقت بھی آیا کہ جب تم ہی تم کا سماں تھا، یوں انہوں نے اپنے آپ کو مٹایا اور اللہ رب العزت نے اٹھایا....

مونچھوں اور پلکوں کے مابین ایک دلچسپ مناظرہ

کچھ لوگوں نے اپنی مونچھیں بڑھائی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو مونچھیں منہ کے اوپر ہوتی ہیں ان کو اچھی طرح سے کاٹنا چاہیے اور جو کناروں پر ہوتی ہیں ان کو بڑھا سکتے ہیں۔ یہ مونچھیں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اور پلکیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ مونچھوں میں اور پلکوں میں مناظرہ ہو گیا۔

مونچھیں کہنے لگیں: ہم اعلیٰ ہیں۔ گویا انہوں نے بڑائی کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ جیسے وہ دعویٰ کرتی گئیں، پلکیں ان کا جواب دیتی گئیں۔ بالآخر مونچھوں نے کہا: دیکھو! انسان اپنی شان دکھانے کے لیے مجھے تاؤ دیتا ہے۔...... جب ایک دوسرے کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا ہو تو یہ دنیا دار قسم کے لوگ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں...... گویا مونچھوں نے کہا: انسان کی شان ہم سے ہے۔

پلکوں نے جواب دیا: جناب! جب ادب اور تعظیم کا وقت آتا ہے تو وہاں پلکوں کا نام آتا ہے۔...... ذرا بتائیں کہ جب ادب اور تعظیم کا وقت آتا ہے تو کیا کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی مونچھیں نیچی کر دیں؟ ہر کوئی پلکیں بچھانے کی بات کرتا ہے: ؎

اے بادِ صبا! کچھ تو ہی بتا مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم پلکیں بچھانے والے ہیں

مونچھوں نے کہا: جناب! جوانی کی معرفت ہم سے ہے۔ جوانی کی پہچان ہم سے ہے۔

پلکوں نے کہا: جی! قینچی بھی تو تم پر ہی چلائی جاتی ہے، تمہیں ہی کاٹا جاتا ہے۔

مونچھوں نے کہا: دیکھو! لوگ ہمیں بنا سنوار کر رکھتے ہیں، یعنی وہ بل دے کر رکھتے ہیں۔

پلکوں نے کہا: جب انسان کی ناک بہتی ہے تو پھر تمہارے ہی اوپر گرا کرتی ہے۔

تو مونچھوں کو بڑا بننے کی یہ سزا ملی۔ دیکھو! کیسی سزا دی اللہ نے۔ ناک صاف کرنے لگو تو مونچھ والوں کی مونچھوں پہ لگ جاتی ہے۔ مومن کو تو صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کو تو کوئی پرواہ نہیں ہوتی، لیکن جو بے چارے رکھتے ہیں ان کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

نمرود کا تکبر کیسے ٹوٹا؟

نمرود نے بڑائی کا دعویٰ کیا تھا۔ دیکھا! پروردگار نے اسے کیسی سزا دی۔ ایک مچھر، وہ بھی لنگڑا...... ناک کے اندر چلا گیا۔ جب وہ دماغ کے اندر جا کر ڈنک لگاتا تھا

تو اسے درد ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ نوکروں سے کہتا تھا کہ ذرا میرے سر کی خدمت کر دیجیے۔...... کیا مطلب؟...... کہ دو چار تھپڑ لگا دیجیے۔ جب وہ تھپڑ لگاتے تھے تو مچھر رک جاتا تھا، اور جب تھپڑ لگنا بند ہو جاتے تو وہ کارروائی شروع کر دیتا...... وہ مچھر اس دور کا مجاہد تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی تو دین والوں سے دین کا کام لیتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی مجاہد کھڑا کر دیتے ہیں۔...... جب تک تھپڑ لگتے رہتے خاموش بیٹھا رہتا اور جب لگنے بند ہو جاتے تو کارروائی تیز کر دیتا۔

جب تھپڑ مارنے والے تھک گئے تو وہ کہنے لگے: جناب! ہم سے تو اب تھپڑ نہیں مارے جاتے۔ وہ سن کر بڑا پریشان ہوا۔ چنانچہ اس نے وزیر سے کہا کہ اب تو کوئی تھپڑ مارنے والا ہی نہیں رہا، اس نے کہا: بادشاہ سلامت! میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا؟ وزیر کہنے لگا؟ جناب! آپ سے ملنے والے لوگ بہت کثرت کے ساتھ آتے جاتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو سلام کرنے کی بجائے آپ کے سر پر تھپڑ مارا کریں۔

اس نے قانون بنا دیا۔ چنانچہ نمرود کے دربار میں جو بھی آتا تھا وہ سلام کرنے کی بجائے اس کے سر پر تھپڑ لگاتا تھا۔ دیکھا! اللہ تعالیٰ نے اس کی ''میں'' کیسے نکالی!

(تفسیر الدر المنثور ۳/ ۲۰۵۔ تفسیر عبد الرزاق ۱/ ۳۶۷۔ تفسیر الطبری ۴/ ۵۷۳۔ ابن کثیر ۴/ ۵۶۶)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

عجب و کبر

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

کبر کا انجام بد

ہمارے ایک دوست تھے، اپنی بیٹی کا واقعہ وہ سنایا کرتے تھے، اللہ نے انکو بیٹی دی، جو چاند جیسی خوبصورت تھی، ذہین اتنی کہ میڈیکل ڈاکٹر بن گئی، سینکڑوں رشتہ اسکے آئے، دیکھنے میں حور پری تھی اور ایم بی بی ایس اوپر سے بن گئی، بڑے بڑے رشتے آئے، مگر اسمیں تکبر تھا جو آتا اسکو حقارت سے ٹھکرا دیتی، اسکی کہیں نظر جمتی ہی نہیں تھیں، نیک رشتے بھی آئے، مال والے رشتے بھی آئے، ذرا ماں باپ نے رشتے کی بات کی وہ اس میں دس عیب نکالتی کہ یہ بھی کوئی رشتہ ہے، آجاتے ہیں ٹکے ٹکے کے لوگ، ہمیشہ تکبر کی بات کرتی، ماں باپ اسے سمجھاتے، بیٹی نعمت کی ناقدری نہ کر، جہاں تیرا دل مطمئن ہوتا ہے، بتاؤ ہم تمہارا رشتہ کر دیں گے، اسے کوئی پسند ہی نہ آیا، خوبصورت سے خوبصورت نوجوان، نیک سے نیک نوجوان، بڑی عزت والی فیملی کے نوجوان، ہر ایک کو وہ حقارت سے ٹھکرا دیتی، وہ خود کہتے تھے میری بیٹی پر اللہ کی پکڑ آ گئی، اللہ کی پکڑ کیسی آئی کہ ایک مرتبہ اس نے کوئی آپریشن کیا تو اس آپریشن تھیٹر میں پتہ نہیں کیا ہوا کہ اسکے ہاتھ کی انگلیوں کی جلد مردہ ہونی شروع ہوگئی، ایک دو مہینہ کے اندر یہ دونوں ہاتھ کی جلد بالکل مردہ ہو کر بوڑھوں جیسی ہوگئی، اب ایسی حور پری لیکن ہاتھ دیکھو تو بوڑھوں والے، ہر وقت ہاتھ چھپائے رکھتی تھی، دستانے پہنے رکھتی تھی، اب رشتے بھی آنے بند ہو گئے، جو عورت آتی اسے دیکھتی، اس کے ہاتھ دیکھتی کہتی مجھے اپنے بیٹے کے لئے یہ نہیں لینا، انتظار کرتے کرتے عمر بتیس سال ہوگئی، اب اسکو پتہ چلا کہ اب میرا رشتہ کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا، جتنا تکبر کرتی تھی اللہ نے اتنی ہی ناک رگڑوائی، اب

نمازیں پڑھتی ہے اب سجدے کرتی ہے، اب روتی ہے، اب دعائیں مانگتی ہے، اب اسکا رشتہ کرنے والا کوئی نہیں، اسکے والد کوئی عمل پوچھنے آئے اور آکر انہوں نے یہ خود تفصیل بتائی، کہنے لگے اتنی پریشان ہے کہتی ہے کہ دنیا میں اللہ نے میری زندگی کو جہنم بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال دیا تھا، دماغ خراب ہوگیا، جب اللہ تعالیٰ نعمت دے تو انسان نعمت کی قدر کرے، جھکے اللہ کے سامنے، دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو کئی مرتبہ سزا ایسے ملتی ہے کہ بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

جانوروں کی تحقیر کا وبال

انڈیا کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بڑے میاں جا رہے تھے، ہندوؤں کا ہولی کا دن تھا، انکی وفات ہوگئی تھی، تو ان کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا بنا؟ کہنے لگے میری قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا، انہوں نے پوچھا وجہ کیا بنی؟ تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ہولی کا دن تھا اور میں پان کھاتا ہوا جا رہا تھا، مجھے تھوک پھینکنے کی ضرورت تھی، تو سامنے گدھا تھا، ایسے ہی پتہ نہیں کیا دل میں آیا، میں نے وہ تھوک پان والی گدھے پر ڈالی اور کہا اے گدھے تجھے رنگنے والا کوئی نہیں تھا، کہنے لگے اس بات پر مجھ سے سوال کیا گیا کہ تم نے دشمنوں کے ساتھ جو یہ مشابہت اختیار کی اس وجہ سے تمہاری قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا، اتنی سی بھی مشابہت پروردگار پسند نہیں کرتے۔

ایک صاحب تھے گورمینٹ آفسر، رشوت کا پیسہ خوب لیتے تھے اور قدرتا انہوں نے کوٹھی ایسی جگہ لی جہاں مسجد بالکل ساتھ تھی، صبح کے وقت مسجد میں اذان ہوئی، وہ شرابی کبابی بندہ اسکی آنکھ کھل گئی، اسکو بڑا غصہ آیا، اس نے مؤذن کو اگلے دن بلا کر کہا کہ فجر میں میری نیند میں خلل ہوتا ہے، اذان اسپیکر میں مت دیا کرو، اس نے آکر نمازیوں کو بتایا، نمازیوں نے کہا یہ کون نئے صاحب آگئے بھائی، تمہاری نیند

میں خلل آتا ہے تم جاؤ، جہاں تمہارا دل چاہے، کیوں مسجد کے ساتھ گھر لیا، بوڑھوں نے کہا ہم تو انتظار میں ہوتے ہیں ہماری نظر کمزور ہم گھڑیوں کے وقت دیکھ نہیں سکتے، اذانیں سن کر ہم مسجد میں آتے ہیں، مسلمانوں کی آبادی ہے، تم میاں اذان دو، اس مؤذن نے اگلے دن پھر اذان دی، اس کی آنکھ کھلی اسکو غصہ آیا، اسی وقت مسجد میں آکر اس نے مؤذن کے دو تھپڑ لگا دئے، بس اللہ تعالیٰ کی اس پر پکڑ آ گئی، ہوا یہ کہ اسکے آدھے دھڑ پر فالج ہوا اور دونوں ہاتھ اس کے سینے کے ساتھ لگ گئے بیکار، اب جب دفتر کے کام کا نہ رہا تو اگلوں نے چھٹی کرا کے گھر بٹھا دیا، چھٹی ہو گئی، علاج پر بھی پیسہ خوب لگ رہا تھا، اس کی چوں کہ افسرانہ طبیعت تھی، حاکمانہ طبیعت تھی تو گھر میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ذرا ذرا سی بات پر کرتا، کبھی نوکروں کو ڈانٹ رہا ہے، کبھی بچوں کو ڈانٹ رہا ہے، کبھی بیوی کو ڈانٹ رہا ہے، ایک دفعے کی ڈانٹ تو برداشت کر لیتے ہیں، مگر روز روز کی ڈانٹ ڈپٹ تو برداشت نہیں ہوتی، بچوں نے ماں سے کہا یہ کیا مصیبت ہے ہمارے لئے یہ تو لگتا ہے کوئی تھانیدار آ گیا گھر میں، بیوی نے کچھ کہا بیوی کو ڈانٹنے لگا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روز بیوی کو ڈانٹ پڑتی، روز گندی گالیاں زبان سے نکلتیں، کچھ دن تو وہ برداشت کرتی رہی، کچھ دن کے بعد اس نے اپنے بچوں کو لیا کہنے لگی، میں میکے جا رہی ہوں، تو جانے تیرا کام جانے، وہ اسی بیمار حالت میں چھوڑ کر چلی گئی، اس نے بھائی کو فون کیا کہ بیوی مجھ سے بے وفائی کر گئی، تم آؤ میری خدمت کرو، خیر بھائی آیا، وہاں سے گھر لے گیا، مگر طبیعت تو ہر جگہ ایک ہی ہوتی ہے، اب اسکے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ اسکی بیوی کو کچھ کہہ دیتا، اب جب انکے گھر میں یہ ہونے لگا تو بچوں نے باپ سے کہا کہ ابو یہ کیا مصیبت آ گئی، ایک دن بھائی نے اسے سمجھایا کہ بھائی تم کیوں لوگوں کے ساتھ ایسی بری زبان استعمال کرتے ہو؟ وہ اسکو بھی ڈانٹنے لگ گیا تو زن مرید بن گیا ہے، اور یہ اور وہ، اب بچوں نے دیکھا کہ ہمارے ابو کو بھی

ڈانٹ رہا ہے، تو انہوں نے پلان بنایا، جوان بچے تھے، انہوں نے اگلے دن صبح اٹھا کر چارپائی سے اسکو باہر لا کر سڑک پر ڈال دیا، اس دوران ہوا کیا تھا کہ اس کے نچلے والے دھڑ کے اوپر فالج بھی ہوا اور دونوں ٹانگیں بھی سینہ کے ساتھ لگ گئیں، اب زندہ لاش نہ ہاتھ ہلتا ہے نہ پاؤں ہلتا ہے، اب جب بھائی کے بچوں نے سڑک پر ڈال دیا، گرمی کا موسم نو بجنے لگے تو زمین بھی گرم ہونے لگی اور اچھی بھلی گرمی ہوتی ہے، اب بھوکا بھی تھا، پیاسا بھی تھا، زمین بھی گرم، پسینہ بھی آرہا ہے، اب سوچنے لگا کہ کون ہے میرا کہ جس کو میں کہوں، چنانچہ افسر صاحب نے آنے جانے والے مسافروں سے اللہ کے نام پر بھیک مانگنی شروع کردی، اللہ کے نام پر دیدو، ایک نوجوان بچے کو ترس آیا، اس نے پانچ روپے دینے چاہے، کہنے لگا میں ان کا کیا کروں گا؟ مجھے تو بھوک لگی ہوئی ہے، کھانا لاؤ، پانی لاؤ، اس نے قریب ہوٹل سے روٹی لے کر دیدی، کہنے لگا مجھے کھلا دو، اسنے کہا میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے، بھئی وہ رکھ کر جانے لگا، تو اس نے سوچا کہ بھئی ایسا نہ ہو کہ یہ رکھ کر چلا جائے تو کوئی کتا ہی اٹھا کر لے جائے، میں تو کچھ کر بھی نہیں سکتا، کہنے لگا، مجھے پکڑا دو، اب پکڑے کہاں، یا تو منہ میں پکڑے ہاتھ کی انگلیاں ہلتی نہیں، سوچ سوچ کر اسکا جو پاؤں اسکے سینہ پر آیا ہوا تھا، اس نے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان روٹی کو پکڑا اور اسکو چبا کر کتے کی طرح کھانے لگ گیا (**ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم**) جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزت دینے والا پھر کوئی نہیں ہوتا، اللہ کی پکڑ میں نہ آئے بندہ، جب انسان اللہ تعالیٰ کی نظروں سے گر جاتا ہے تو مخلوق کی نظروں سے خود بخود گر جاتا ہے، لوگ دل سے عزت نہیں کرتے، اب یہ جو وقت کے حکام ہوتے ہیں ان کے سامنے تو سب جھکتے پھرتے ہیں، ان کی دل سے عزت کوئی نہیں کرتا، سامنے ان کے بچھ رہے ہونگے، جب وہ وہاں سے ہٹیں گے تو بڑی گالی نکال دیں گے۔

کبر نے امیر کو فقیر بنا دیا

ایک تاجر تھا، جسے اللہ نے بہت زیادہ مال سے نوازا تھا، اس نے اپنے من پسند کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کی، بڑا اچھا محل بنوایا، بیٹھا اپنی بیوی کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا، دروازے کے اوپر دستک ہوئی تو کسی سائل نے آواز دی، اَجْرُکُمْ عَلَی اللّٰہِ بیوی کی عادت تھی وہ اپنے دروازے سے کسی سائل کو خالی نہیں جانے دیتی تھی، اس نے خاوند سے اجازت مانگی، اگر آپ اجازت دیں تو میں ان میں سے ایک روٹی سائل کو دے دیتی ہوں، اس نے کہا دے دو، اس نے جا کر اس کو ایک روٹی دی، تو جانے آنے میں جو منٹ آدھا منٹ لگا تو خاوند کا موڈ آف ہو گیا، واپس آ کر کھانا کھانے لگی، تو وہ بولنے لگا یہ بدمعاش لوگ ہوتے ہیں، بہانے بنا لیے ہیں مانگنے کے، کماتے کیوں نہیں، غرض خوب اس نے باتیں کیں، بیوی نے کہا کہ بھئی وہ اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہے، اس کا معاملہ اللہ جانے، مگر اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں گفتگو کی اور اللہ کو اس کا تکبر نا پسند آیا، یاد رکھنا جو پروردگار دینا جانتا ہے وہ پروردگار لینا بھی جانتا ہے، حالات بدل گئے، چنانچہ کاروبار کے اندر نقصان ہونے لگ گیا، One way down نقصان ہوتے گئے، حتی کہ اس کو اپنا کاروبار ختم کرنا پڑ گیا، ایک وقت آیا کہ اپنا مکان بیچنا پڑا اور ایسا بھی وقت آیا اس نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دے کر فارغ کر دیا، وہ اللہ کی نیک بندی اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی کہ اللہ میرے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے، کچھ عرصے کے بعد ایک اور تاجر تھا، اس نے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا، چونکہ اس کو اللہ نے حسن و جمال بھی دیا تھا اور فضل و کمال میں نیکوکاری بھی عطا فرمائی تھی ماں باپ نے نکاح کا پیغام قبول کر لیا، اس کی شادی ہو گئی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصے کے بعد یہ اپنے خاوند کے ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی، دروازے پر دستک ہوئی، کسی نے اللہ کے نام پر مانگا، اس نے خاوند سے اجازت چاہی، عادت کے مطابق کہ اگر اجازت

ہوتو میں سائل کو دے دوں، اس نے کہا دے دو، یہ ایک روٹی لے کر گئی جب جا کر دروازہ کھولا تو اس نے کیا دیکھا کہ اس کا جو پہلا شوہر تھا اتنا بڑا تاجر، آج اس کے دروازے پر سائل بن کر کھڑا ہے، اللہ کے نام پر نامگ رہا تھا، اس نے چیخ ماری، خاوند بھاگا میری بیوی کو کیا ہوا، دیکھا تو رنگ پیلا، بڑی پریشان، پوچھا کہ کیا بنا، اس نے کہا میرے دروازے پر میرا پہلا خاوند سائل بن کر کھڑا ہے، اس نے بھی اسے دیکھا، پہچانا اور کہنے لگا کیا تم نے مجھے پہچانا، میں وہی سائل ہوں جو ایک مرتبہ تمہارے دروازے پر سائل بن کر گیا، اللہ نے سائل کو گھر اور بیوی کا مالک بنا دیا اور گھر کے مالک کو دروازے پر سائل بنا کر کھڑا کر دیا۔

(نزہۃ المجالس ۱/۱۹۴۔علمی مضامین ۲۶۴)

سینہ بے کینہ کا انعام

نبی علیہ السلام نے ایک صحابی کو آتے دیکھا تو فرمایا: یہ جنتی ہے، جنت کی بشارت تو سب کے لیے تھی لیکن By name (نام لے کر) یوں کسی کو Pin point (نشاندہی) کر کے کہنا کہ یہ جنتی ہے، بڑے اعزاز کی بات تھی۔ ایک دوسرے صحابی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص محفل میں موجود تھے، فرمانے لگے کہ میں نے دل میں سوچا کہ اب میں ان کے ساتھ دوستی لگاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ یہ کون سا ایسا عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے نبی علیہ السلام نے ان کو نام لے کر جنت کی بشارت دی۔

چنانچہ انہوں نے ان سے کہا کہ بھئی! میں آپ کے یہاں تین دن کے لیے مہمان رہنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا، بہت اچھا، ان کے دن رات کے معمولات دیکھے، تین دن کے بعد کہنے لگے: بھئی! میں تو اس لیے آیا تھا کہ آپ کا کوئی عمل دیکھوں، جو دوسروں سے بڑھ [illegible]، مجھے تو کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا جو دوسرے صحابہ نہ کرتے ہوں، آپ کے اعمال بھی ویسے [illegible] ہیں، کوئی انوکھی چیز نظر نہیں آئی، مگر یہ کیا وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کا نام لے

کر فرمایا ہے کہ یہ جنتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دیکھیں! میرے اندر کوئی اور عمل تو نہیں جو دوسروں سے زیادہ بڑھا ہوا ہو، مگر ایک چیز میرے اندر ضرور موجود ہے، انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ کہنے لگے کہ وہ عمل یہ ہے کہ جب میں رات کو سونے لگتا ہوں، میں ہمیشہ نیت کر کے سوتا ہوں کہ جن لوگوں نے مجھے دکھ دیا، تکلیف پہنچائی اور میرے دل میں ان کے بارے میں غصہ ہو، میں نے ان سب کو اللہ کے لیے معاف کر دیا، میں اپنے سینے سے کینے کو ختم کر کے سوتا ہوں، شاید میرا یہ عمل اللہ کو پسند آ گیا ہو اور پروردگار نے مجھے دنیا میں جنت کی بشارت دے دی۔

(شعب الایمان بیہقی ۶۱۸۱ - البدایۃ والنہایۃ ۸/۸۰ - مجمع الزوائد ۸/۱۵۰)
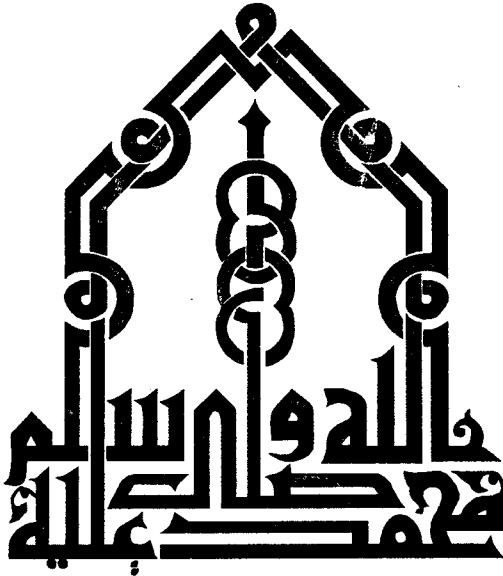
حسن معاشرت

اور

حسن اخلاق

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

مثبت سوچ

سوچ کے دو انداز

دو قیدی تھے، ان کو جیل میں ڈالا گیا، ان کو تھوڑے سے وقت کے لئے نکالا گیا تا کہ وہ تازہ ہوا کے اندر چل پھر لیں، پھر دس پندرہ منٹ کے بعد ان کو دوبارہ قید کر دیا گیا، جب دوبارہ جیل میں بند ہو گئے تو ایک نے کہا: یار! لگتا ہے کہ باہر بارش ہوئی ہے، دوسرے نے کہا: ہاں مجھے بھی لگتا ہے کہ باہر بارش ہوئی ہے، ایک نے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا: میں نے زمین پر دیکھا کہ بہت کیچڑ تھا اور ہر طرف گند پھیلا ہوا تھا، پھر اس نے دوسرے سے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے درختوں کو دیکھا کہ ان کے پتے دھلے ہوئے تھے اور پودوں کے پھول بہت ہی مہک رہے تھے اور تر و تازہ نظر آ رہے تھے، مجھے اس سبزے کو دیکھ کر محسوس ہوا کہ بارش ہوئی ہے، یہی مثبت اور منفی سوچ کا فرق ہے کہ دیکھیں! دو بندے ہیں، ایک کی نظر نیچے کیچڑ پر پڑی اور دوسرے کی نظر پھولوں اور پتوں پر پڑی۔

تعبیر کا فرق

ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے کئی دانت گر گئے، وہ بڑا پریشان ہوا کہ خواب میں میں نے دانت گرتے ہوئے دیکھے، اس نے صبح تعبیر کرنے والے کو بتایا، اب وہ تعبیر کرنے والا ذرا رف قسم کا بندہ تھا، اس نے خواب سن کر کہا: بادشاہ سلامت! آپ کے دانت گرے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے سامنے اپنے کئی رشتہ داروں کو مرتے

دیکھیں گے، اب جیسے ہی اس نے تعبیر بتائی تو بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے کہا، اسے دو چار جوتے لگادو اور یہاں سے بھگا دو، یہ ایسی بری تعبیر بتا رہا ہے، اس کے بعد وہ پھر بھی خواب کی وجہ سے پریشان تھا کہ آخر اس کی کوئی نہ کوئی تعبیر تو ہوگی، چنانچہ ایک اور بندے کو بلایا گیا، وہ بندہ ذرا سمجھدار تھا، اس کو بات کرنے کا سلیقہ آتا تھا، لہٰذا جب اس نے خواب سنا تو اس نے کہا: بادشاہ سلامت! یہ بہت اچھا خواب ہے، آپ کو مبارک ہو، بادشاہ نے پوچھا: کیسے؟ اس نے کہا: آپ اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ لمبی عمر پائیں گے، بادشاہ اس تعبیر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ اس کو انعام دے کر روانہ کردو۔

اب دیکھئے باتیں تو دونوں کی ایک جیسی ہیں لیکن ان کو پیش کرنے کا انداز مختلف ہے، ایک انداز سے بندہ ناراض ہو جاتا ہے اور دوسرے سے بندہ خوش ہو جاتا ہے۔

(حکایات لطیف ۱۰)

مثبت سوچ سے دشمن مغلوب

بائبل کے اندر ایک واقعہ ہے طالوتؑ اللہ کے پیغمبر تھے.... اس واقعہ کا اشارہ قرآن مجید کے اندر بھی ہے.... مگر بائبل کے اندر اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ان کا مقابلہ جالوت کے ساتھ ہوا۔

جالوت ایک بڑا لحیم شحیم انسان تھا اور بہت جنگ جو قسم کا بندہ تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک ظالم انسان بھی تھا، طالوتؑ اس کے مقابلے میں آئے، طالوتؑ کے ساتھ تھوڑے سے بندے تھے اور جالوت کے ساتھ زیادہ بندے تھے، اور طالوتؑ ضعیف العمر بھی ہو چکے تھے۔

بندے کی جیسی عمر ہوتی ہے اس کی آبزرویشن بھی ویسی ہوتی ہے، جب طالوتؑ نے جالوت کو دیکھا تو انہیں وہ لحیم وشحیم نظر آیا، چنانچہ بائبل کے الفاظ ہے کے انہوں نے اسے دیکھتے ہی کہا: It is very difficult to kill him

because hi is very big

اسے مارنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے۔

اس وقت ان کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا جس کا نام داؤدؑ تھا، اس نوجوان نے جب جالوت کو دیکھا تو دیکھتے ہی مسکرایا اور کہنے لگا:

It is very easy to kill him , because he is very big'i

will never miss him '

اسے مارنا تو بہت آسان ہے کیونکہ یہ تو اتنا بڑا ہے، میرا نشانہ کبھی خطا ہو ہی نہیں سکتا۔

اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ داؤدؑ نے اس پر ایک پتھر پھینکا جو اس کے ماتھے پر لگا اور یہیں اس کی موت آ گئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے طالوتؑ کو فتح عطا فرمادی، سچی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے اندر امید اور مثبت سوچ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستے بھی کھول دیا کرتے ہیں۔

دلوں کی کشتی پلٹ دیجئے

ایک مرتبہ حضرت علی ہجویریؒ کو کسی دریا کو عبور کرنا تھا....دریائے سندھ جیسے بڑے دریا کو عبور کرنے میں کوئی آدھا پونہ گھنٹہ لگ جاتا ہے، کیونکہ آدمی دریا کو بالکل سیدھا کراس نہیں کرسکتا، بلکہ ذرا اپ اسٹریم جا کر دور سے وہ کشتی چلاتے ہیں اور چونکہ اوپر سے ہوا کا دباؤ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتے ہوئے ترچھا کراس کیا جاتا ہے ....حضرت کشتی پر بیٹھ گئے اور سفر شروع کردیا، ہوا بہت تیز چل رہی تھی، آپ کے سر کے اوپر ٹوپی تھی خیال آیا کہ ٹوپی اڑ کر پانی میں نہ چلی جائے، چنانچہ حضرت نے ٹوپی اتار کر جیب میں ڈال لی اور ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

حضرت نے ایک دو دن پہلے سر کا حلق کروایا تھا... ٹنڈ کروانے کو حلق کروانا کہتے ہیں، جب نئی نئی ٹنڈ ہوتی ہے تو بڑی خوش نما نظر آتی ہے.... وہاں کشتی میں ہی قریب سے ایک بچہ گزرا تو اس نے دیکھا کہ اتنا صاف ستھرا ہے، چنانچہ اس نے سر پر ہاتھ پھیرا تو بڑا ملائم نظر آیا، اس نے جا کر دوسرے کو بتا دیا، اب دوسرا لڑکا بھی ہاتھ پھیرنے کے لئے آیا، اس کو بھی بڑا اچھا لگا، اس نے جا کر تیسرے کو بتایا، وہ تیسرا ذرا شرارتی قسم کا تھا، جب وہ آیا تو اس نے آ کر سر پر ہاتھ بھی پھیرا اور ٹھوکا بھی لگا دیا، اس پر باقی بچے ہنسنے لگے، یہ اللہ کے بندے اللہ کے ذکر میں مست بیٹھے رہے، انہیں احساس ہی نہ ہوا کہ بچے کیا کہہ رہے ہیں، ایک دوسرے بچے نے تھپڑ بھی لگا دیا۔

ان بچوں کی بدتمیزی کو دیکھ کر قریب کے مردوں اور عورتوں نے ہنسنا شروع کر دیا، اب یہ شغل بن گیا کہ بچہ آتا اور ان کے سر پر تھپڑ لگاتا اور ساری کشتی کے لوگ ہنسنے لگتے، ان کے لئے مذاق بن گیا، جب کشتی والوں نے مذاق اڑایا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے بندے کا مذاق اڑانے پر جلال آ گیا، حدیث قدسی میں آیا ہے، **من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب** : جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

چنانچہ جب انہوں نے یہ بدتمیزی کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت گنج بخش کے دل میں الہام فرمایا کہ،، اے میرے پیارے! یہ اتنی بدتمیزی کر رہے ہیں آپ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں اور آپ کا اتنا صبر کہ اس کو برداشت کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، اگر آپ بددعا کریں تو میں اس پوری کشتی کو ہی الٹ دیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ جیسے ہی ان کے دل میں یہ الہام ہوا تو حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی: اے اللہ! اگر آپ کشتی الٹنا ہی چاہتے ہیں تو ان سب کے دلوں کی کشتی الٹ دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، کہتے ہیں کہ اس کشتی میں جتنے مرد اور عورتیں

تھیں، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے موت سے پہلے ولایت کا نور عطا فرما دیا۔

یہ ہوتی ہے مثبت سوچ، اللہ والوں کی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں بھی ان کی زبان سے بددعا نہیں نکلتی، بلکہ ان کی زبان سے دعائیں نکل رہی ہوتی ہیں۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے

ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ جا رہا تھا اس نے اپنے وزیر سے پوچھا: یہ جو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، اس کا کیا معنی ہے؟ وزیر باتدبیر تھا، اس نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ کو میں یہ بات آنکھوں سے دکھا سکتا ہوں، مگر آپ ذرا کسی وقت عام کپڑے پہن کر میرے ساتھ چلیں، بہت اچھا، چنانچہ ایک دن بادشاہ نے اپنا تاج اور اپنے کپڑے اتار کر عام لوگوں کا لباس پہن لیا اور وزیر کے ساتھ باہر محل سے نکل گیا، چلتے چلتے ایک بندہ آگے آ رہا تھا تو وزیر نے بادشاہ سے پوچھا کہ بادشاہ سلامت یہ کیسا آدمی ہے؟ اس نے کہا: بے وقوف لگتا ہے، جاہل ہے، لگتا ہے کوئی تمیز نہیں ہے اس کو، اس نے کہا: ٹھیک، آیئے ذرا پھر اس بندے سے سنیں، وزیر اس بندے کے پاس گیا، سلام دعا کی، کہنے لگا سناؤ یار! آج کل ہمارا بادشاہ کیسا ہے؟ کہنے لگا: پتہ نہیں کہاں کا بے وقوف بادشاہ بن گیا ہے؟ اس کو سمجھ ہی نہیں ہے، وہ بادشاہ بننے کے لائق ہی نہیں ہے، اس نے بھی آگے سے ایسے ہی الٹے سیدھے کمنٹس دے دیے۔

خیر تھوڑا سا اور آگے گئے تو وزیر کی نظر ایک اور نوجوان پر پڑی، اس نے بادشاہ سے پوچھا: بادشاہ سلامت! اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے کہا: بھلا آدمی نظر آتا ہے، اس نے کہا: آئیں اب ذرا اس سے پوچھتے ہیں، وزیر نے اس سے جا کے پوچھا: سناؤ بھئی! ہمارا بادشاہ کیسا ہے؟ کہنے لگا! یار! بہت ہی سمجھدار ہے، اور اس نے تو رعایا کو بہت ہی خوش کر رکھا ہے، اور ہم لوگ تو بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہمارا بادشاہ اس قدر قابل ہے، اب وزیر نے بادشاہ کو کہا: کہ دیکھیں آپ ذہن میں دوسروں کے بارے میں جو

خیالات آ رہے تھے، آپ کے بارے میں وہی خیالات دوسرے بندوں کے دل میں آ رہے تھے، یہ ہے کہ "دل کو دل سے راہ ہوتی ہے"۔

سر پر راکھ پھر بھی شکر

حضرت بایزید بسطامیؒ نئے کپڑے پہنے، نہائے دھوئے مسجد کی طرف جا رہے تھے، رستے میں ایک عورت کو پتہ نہیں تھا اس نے اپنے گھر کی چھت سے کچھ گندگی، کچھ راکھ نیچے گلی میں پھینکی، اس کو پتہ نہیں تھا کہ کوئی نیچے سے گزر رہا تھا یا نہیں آپ بالکل نیچے تھے، وہ ساری راکھ آپ کے سر کے اوپر آ پڑی، چنانچہ سر میں بھی راکھ پڑ گئی، کپڑوں پر بھی راکھ پڑ گئی، لوگ حیران تھے کہ آپ کی طبیعت میں غصہ آئے گا، لیکن آپ الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ، کہنے لگے، آپ نے فرمایا بلکہ میں دل میں یہ سوچ رہا تھا، اے اللہ! میں تو اس قابل تھا کہ میرے سر پر آگ کے انگارے برسائے جاتے، فقط تو نے تو میرے سر پر راکھ ڈال کر معاملہ ہلکا کر دیا۔

تو سوچیے ان کے سر پر راکھ پڑی اور ابھی بھی سوچتے ہیں کہ میرا سر انگارے برسائے جانے کے قابل تھا، یہ تو مولا نے ترس فرما دیا، کہ راکھ کے ساتھ معاملہ نمٹ گیا۔

(سلوک و احسان مفتی فاروق صاحب۔ صبر و تحمل کی روشن مثالیں ۴۶ بحوالہ روح کی بیماریاں)

ازدواجی زندگی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زوجہ مطہرہ کی دلداری

☆ ایک میدان جنگ سے واپسی کا وقت تھا، اس وقت عورتیں اپنی ضرورت سے فارغ ہونے کے لئے اپنے خاوندوں کے ساتھ باہر نکل جاتی تھیں، ٹوائلٹ تو بنے نہیں ہوتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے ساتھ گئے، رات کا وقت تھا، کھلا میدان تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کو فرماتے ہیں: حمیرا! آؤ دوڑ لگائیں، اب دیکھیں کتنی عجیب بات لگتی ہے!

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ کے ساتھ دوڑنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جیتنے دیا، جب وہ جیت گئیں تو بہت خوش ہوگئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، اندازہ لگایئے کہ بیوی کو خوش کرنے کے لئے اگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس دوڑ میں تھوڑی دیر کے لئے پیچھے رہ سکتے ہیں تو کیا عام خاوند اپنی بیوی کے لئے خاموش نہیں ہوسکتا؟ کچھ عرصے کے بعد دوبارہ پھر اسی قسم کی صورت حال ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! دوڑیں، پھر جب دوڑ لگائی تو اب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے، اور مسکرا کے فرمایا: حمیرا! "تلک بتلک" پہلے تم جیت گئی تھی اب میں جیت گیا، میں نے تمہارا حساب برابر کردیا۔

تو دیکھو! بیوی کی دل لگی کے لئے ایسی باتیں ہیں۔

(ابوداؤد شریف باب فی السبق علی الرجال ۲۵۷۸ - مسند احمد ۲۶۲۷۷)

☆ ایک مرتبہ عید کا دن تھا، باہر کچھ حبشی نوجوان کھیل رہے تھے، دوڑ رہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: کہ عائشہ! کیا آپ یہ کھیل دیکھنا چاہو گی؟ فرمایا: جی دیکھنا چاہوں گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوگئے کہ عائشہ صدیقہؓ کو اپنی اوٹ میں لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو پر عائشہ صدیقہؓ نے اپنی تھوڑی رکھی اور اس طرح وہ کھیل دیکھنے لگیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے بعد پوچھتے کہ تم دیکھ رہی ہو؟ بس کریں! فرمایا: نہیں ابھی اور دیکھنا چاہتی ہوں، دو تین مرتبہ ایسا ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ کھیل بہت اچھا لگا۔

(ترمذی مناقب عمر ۴۰۵۵-السنن الکبری للنسائی ۸۹۰۸)

اب دیکھئے! کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (پردے کی آیت نازل ہونے سے پہلے) یہ کھیل خود اپنی بیوی کو دکھا رہے ہیں۔

☆ چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو عورتوں کی کہانی سنائی کہ کنویں پر پانی بھرنے کے لئے نو عورتیں اکٹھی ہوئیں، ایک نے کہا کہ تم بالکل آج کھری کھری بات سنا دو! تو ایک نے کہا: میرا خاوند ایسا ہے، ایسا ہے، دوسری نے کہا: میرا خاوند ایسا.... تیسری نے کہا ایسا.... اب دیکھو! اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کو ان عورتوں کی کہانی سنا رہے ہیں اور فرمایا کہ ان میں سے ایک عورت ''ام زرع'' تھیں، اس نے ابو زرع، کے بارے میں کہا کہ وہ مجھے اتنا محبت سے رکھتا ہے، وہ مجھے اتنا کھلاتا ہے، اس نے مجھے سونے سے لاد دیا، اس نے مجھے اتنی محبت دی، یہ باتیں سنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! ابو زرع، ام زرع سے جتنی محبت کرتا تھا میں اس سے زیادہ تم سے محبت کرتا ہوں۔

(بخاری ۵۱۸۹-شمائل ترمذی ۲۵۳-مسلم ۶۴۵۸-المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸۷۹۰)

اب بتائیں کہ خاوند اگر ایسی بات بیوی سے کریگا تو اس کی زندگی میں خوشیاں

آجائیں گی، اس کو تو اپنا گھر بستا نظر آجائیگا۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ایک دفعہ جارہی تھی، عائشہ صدیقہؓ دوسرے اونٹ پر سوار تھیں، (اللہ کی شان) وہ اونٹ بھاگ گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ وہ اونٹ بھاگ رہا ہے تو فرمایا: واعروساہ (ہائے میری دلہن)۔

(مسند احمد ۲۶۱۵۵-غایۃ المقصد ۲/ ۱۴۴۸)

اب اندازہ لگائیے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ شادی کا دن نہیں تھا، سالوں گزر گئے تھے شادی کو، اس وقت جب عائشہ صدیقہؓ کا اونٹ بھاگا تیزی کے ساتھ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: واعروساہ (ہائے میری دلہن) تو جب خاوند اس طرح بیوی کے ساتھ پیار کرے تو بیوی کیوں نہیں گھر کو آباد کریگی۔

حضرت عائشہؓ کا برملا اظہار تعلق

ام المومنین سیدہ عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا برملا اظہار فرماتی تھیں چنانچہ بات چیت کے دوران ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! آپ مجھے مکھن اور کھجور کو ملا کر کھانے سے بھی زیادہ مرغوب ہو، عائشہؓ مسکرائیں اور فوراً جواب میں کہا: اے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے مکھن اور شہد کو ملا کر کھانے سے بھی زیادہ مرغوب ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا: عائشہ تیرا جواب بہت بہتر ہے، اب دیکھئے! خاوند نے جو بات کہی بیوی نے ایک قدم آگے بڑھ کر بات کی۔

(اللآلی المصنوعۃ ۱/۳۷۴)

اہل خانہ کے ساتھ تحمل مزاجی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر رحیم وکریم تھے۔
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اگر میں کبھی کسی بات پر غصے میں آجاتی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا کر میری طرف دیکھتے اور فرماتے: اے مُنّی سی عائشہ!''

عمر تھوڑی تھی اس لیے فرماتے ''اے مُنّی سی عائشہ!''۔ اب دیکھیے کہ اس ایک لفظ میں کتنے پیار کا میسج ہے جو بیوی کو پہنچ رہا ہے۔

......ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کسی بات پر نبی علیہ السلام سے گفتگو کر رہی تھیں، سیدنا صدیق اکبرؓ بھی تشریف لے آئے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ابوبکر! ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ انہوں نے کہا: بہت اچھا۔ معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! تم بتاؤ گی یا میں بتاؤں؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیں، مگر ٹھیک ٹھیک بتائیں۔ بیوی کا آخر ناز کا تعلق ہوتا ہے۔ جیسے ہی انہوں نے کہا کہ آپ ہی بتائیں مگر ٹھیک ٹھیک بتائیں، تو سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو غصہ آگیا۔ انہوں نے سیدہ عائشہؓ کو ایک تھپڑ لگانے کا ارادہ کیا اور کہا، تجھے تیری ماں روئے، کیا نبی علیہ السلام ٹھیک ٹھیک نہیں بتائیں گے؟ جب تھپڑ لگا تو سیدہ عائشہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے آکر چھپ گئیں تاکہ ابو سے دوسرا تھپڑ نہ پڑ جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابوبکر! ہم نے آپ سے فیصلہ کروانا تھا، کسی کو سزا تو نہیں دلوانی تھی۔ اچھا آپ جائیں ہم اپنا فیصلہ خود کر لیتے ہیں۔ صدیقِ اکبرؓ چلے گئے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ عائشہؓ کی طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا:

''دیکھا! تجھے میں نے بچایا ہے نا۔''

بس اتنی سی بات سے آپس کی بات ختم ہوگئی۔

(ابوداؤد ۴۹۹۹- موسوعۃ التخریج ۱/۱۲۴۸۵)

خاوند کی فرمانبرداری پر مغفرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں ایک میاں بیوی اوپر کی منزل

پر رہتے تھے اور نیچے کی منزل پر بیوی کے ماں باپ رہتے تھے، خاوند کہیں سفر پر گیا اور اس نے بیوی کو کہہ دیا کہ تمہارے پاس ضرورت کی ہر چیز ہے، تم نے نیچے نہیں اترنا، چنانچہ یہ کہہ کر خاوند چلا گیا، اللہ کی شان دیکھیں کہ والد صاحب بیمار ہو گئے، وہ صحابیہ عورت سمجھتی تھی کہ خاوند کی اجازت کی شریعت میں کتنی اہمیت ہے، اب یہ نہیں کہ اس نے سنا کہ والد بیمار ہیں تو وہ نیچے آ گئی، نہیں، اس نے اپنے خاوند کی بات کی قدر کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ میرے خاوند نے مجھے گھر سے نکلتے ہوئے منع کر دیا تھا (اس سے رابطہ بھی ممکن نہیں تھا اس زمانے میں کوئی سیل فون بھی نہیں ہوتے تھے کہ دوبارہ پوچھ لیا جاتا) تو اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اب مجھے نیچے جانا چاہیئے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، آپ کے خاوند نے چونکہ آپ کو منع کر دیا تو آپ نیچے نہ آئیں، اب ذرا غور کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی یہ بات فرما رہے ہیں کہ آپ خاوند کی اجازت کے بغیر نیچے مت آئیں، چنانچہ وہ نیچے نہیں آئی، اللہ کی شان کہ اس کے والد کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی حتیٰ کی والد کی وفات ہو گئی، جب والد کی وفات ہو گئی تو اس صحابیہ نے پھر پیغام بھجوایا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اپنے باپ کا چہرہ آخری مرتبہ دیکھ سکتی ہوں، میرے والد دنیا سے چلے گئے، میرے لئے کتنا بڑا صدمہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: چونکہ تمہارے خاوند نے تمہیں روک دیا تھا اس لئے تم اوپر ہی رہو اور اپنے والد کا چہرہ دیکھنے کے لئے نیچے آنا ضروری نہیں، وہ صحابیہ اوپر ہی رہی، سوچیئے اسکے دل پر کیا گزری ہوگی، کتنا صدمہ اس کے دل پر ہوا ہوگا! اس کے والد کا جنازہ پڑھایا گیا، اس کو دفن کر دیا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیٹی کی طرف پیغام پہنچایا، کہ "اللہ رب العزت نے تمہارا اپنے خاوند کا لحاظ کرنے کی وجہ سے تمہارے باپ کے سب گناہوں کو معاف فرما دیا"

تو معلوم ہوا کہ آپ اپنے گھر میں جو کام بھی کریں خاوند سے اجازت لے لیں۔

ایک خاتون کا صبر و تحمل

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بہن رملہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی۔ ایک موقع پر خاوند غصے میں آ گیا۔ وہ بولتا رہا، بولتا رہا، اور یہ چپ کر کے بیٹھی رہیں، سنتی ہی رہیں۔ خیر، اس نے جو اپنا جلال دکھانا تھا وہ دکھا دیا، کچھ دیر بعد بندہ خود ہی تھک جاتا ہے۔ جب وہ تھک کر چپ ہو گیا اور نارمل ہوا تو بیوی کو اندازہ ہو گیا کہ اب یہ نارمل بات کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خاوند کی طرف مسکرا کر دیکھا، ان کو مسکراتے دیکھ کر خاوند بھی مسکرایا۔ اس کو مسکراتا دیکھ کر فرمانے لگیں: مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تمہارا علاج مسکراہٹ کی ایک نظر ہے، میں نے تمہارے غصے کو برداشت کر لیا اور میری ایک ہی مسکراہٹ تمہارے کام آ گئی۔ جھگڑا ہی ختم ہو گیا...... عورتوں میں بھی ایسی قوت برداشت تھی۔ یہ قوت برداشت تو بہت ضروری ہے، ورنہ انسان دنیا میں بھی کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔

ایک دلچسپ صلح

قاضی موسیٰ بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں ایک میاں بیوی کا جھگڑا پیش ہوا جھگڑا کیا تھا؟ میاں بیوی ایک دوسرے سے ذرا خفا تھے۔ بیوی چاہتی تھی کہ یہ مجھے طلاق دے دے اور میرا مہر مجھے دے دے۔ مہر کی رقم بہت زیادہ تھی اس لیے خاوند کہتا تھا کہ میں طلاق تو دے سکتا ہوں مگر مہر نہیں دوں گا۔

مقدمے کے گواہوں میں سے کسی نے کہا: جی مجھے کیا پتہ کہ پردے میں لپٹی کون عورت ہے؟ اگر یہ اپنا چہرہ کھول دے تو پہچان کر تصدیق کر سکتا ہوں کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ وہ کوئی قریبی غیر محرم بندہ ہو گا۔ تو قاضی نے کہا: ہاں ایسے موقع پر گواہ اگر کہیں تو شرعاً وہ دیکھ سکتے ہیں ﴿اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا﴾ کا یہی معنیٰ ہے کہ ضرورت کے وقت ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اب خاوند نہیں چاہتا تھا کہ میری بیوی کسی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولے۔ قاضی نے تو کہہ دیا کہ

اگر گواہ مطالبہ کریں گے تو اس کو اپنی شناخت ثابت کرنا پڑے گی۔ خاوند نے جیسے ہی بات سنی، وہ کہنے لگا: قاضی صاحب! آپ میری بیوی کو چہرہ کھولنے کے لیے مت کہیں، میں اس کا پورا مہر پانچ سو دینار دینے کے لیے تیار ہوں۔ جب خاوند نے یہ بات کہی کہ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ یہ غیر کے سامنے چہرہ کھولے، میں پانچ سو دینار دے کر اس کی بات مان لیتا ہوں، تو بیوی کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہوا کہ جب میرا خاوند میرے بارے میں اتنا غیرت مند ہے تو پھر میں بھی اس ارادے سے باز آجاؤں۔ چنانچہ وہ کہنے لگی، قاضی صاحب! نہ میں خاوند سے طلاق چاہتی ہوں اور نہ ہی حق مہر مانگتی ہوں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے دونوں کو ہنسی خوشی واپس گھر بھیج دیا۔ (تاریخ بغداد ۵۲/۱۳ - الانساب للسمعانی ۳۸۴/۲)

ایک خاوند کی ناگفتہ بہ حالت

ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو بیوی کو ماں باپ سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے نو سال تک اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر نہیں جانے دیا۔ خود سال میں دو مرتبہ اپنے والدین کو ملنے کے لیے جاتا تھا، لڑکی کے والد حج کے موقع پر مجھے ملے، ان کی آنکھوں سے اتنے موٹے موٹے آنسو ٹپک رہے تھے، وہ کہنے لگے کہ نو سال سے ہم اپنی بیٹی کی شکل دیکھنے کو ترس رہے ہیں۔

جب ان سے پوچھا: کیوں نہیں جانے دیتے؟ تو جواب دیا کہ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ یہیں رہے۔ اس کو اس طرح باندھ کے رکھنے کا کوئی شرعی حق ہے تمہارا؟ خود سال میں ماں باپ کا خیال کرنے کے لیے دو چکر اور بیوی کو نو سال میں ایک دفعہ بھی نہیں جانے دیا، خود ہر تیسرے دن ماں باپ کو فون کرتے ہیں اور بیوی کو نو سال میں ایک مرتبہ بھی فون نہیں کرنے دیا۔ یہ دین دار لوگوں کا حال ہے، ہم فاسق و فاجر کی کیا بات کریں!؟ صوفی صاحب کی زندگی کا یہ حال ہے، کیا یہ عورت قیامت کے دن اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرے گی؟ پھر سمجھ لگ جائیگی، بعض لوگ تو ایسے خاوند کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بڑا اچھا خاوند ہے

جو بیوی پر حاوی ہے، نہیں یہ تو سراسر ظلم ہے۔

بیوی پر زیادتی کا انجام

ہم نے ایک آدمی کو دیکھا اپنی زندگی میں بڑا افسر تھا، اس نے ساری زندگی اپنی بیوی کو بہت دبا کر رکھا، بچے اس کے پڑھ لکھ کر بڑے افسر بن گئے، انہوں نے ماں کو دیکھا کہ اس نے بہت مظلومیت کا وقت گزارا ہے، وہ سارے ماں کے ساتھ ہو گئے، اب ادھر یہ صاحب بوڑھے ہو گئے، تو ایک دن بیوی نے کہا کہ جناب گھر پر سے چھٹی، بیٹوں نے بھی کہہ دیا جو امی کہہ رہی ہیں، وہی ہوگا، اب تک آپ نے جو مرضی آئی وہ کیا، اب امی کی مرضی چلے گی، گھر سے اسکو نکال دیا گیا، کچھ دن وہ مسجد میں رہا نہ کوئی اس کا کھانا پکانے والا؟ نہ کوئی اسکو پاس بٹھانے والا، اتنا اس کا بڑھاپا خراب ہوتے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہم کانپا کرتے تھے، اسے دیکھ کر، دھکے کھاتا تھا، روتا تھا بیٹھ بیٹھ کر، گناہ جوانی میں کیۓ اللہ تعالیٰ نے اسکی سزا بڑھاپے میں دی۔

غلط نخرے کا انجام

چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک غریب گھر کی لڑکی تھی جو کہ خوبصورت تھی، ایک نیک امیر گھرانے کے بچے نے اس کی طرف شادی کی آفر بھیجی .....شادی ہوگئی، ماں باپ بھی خوش تھے کہ بچی کی شادی اچھی جگہ ہوگئی ہے، اس کے بھائیوں کے لئے بھی کوئی روزگار کی صورت نکل آئیگی اور بچی خود بھی خوش رہے گی، جب یہ گھر پہنچی تو خاوند نے اس کے ساتھ بہت زیادہ محبت کا اظہار کیا، یہ اس محبت کو دیکھ کر نخرے میں آ گئی، خاوند جتنا زیادہ محبت کا اظہار کرتا یہ اتنا اس کی طرف سے سرد مہری کا ثبوت دیتی، خاوند بہت زیادہ اس کی دلجوئی کرتا، صبح شام اس کی رٹ لگی تھی تم میرے گھر کی ملکہ ہو، تم نے میرے گھر کو جنت بنا دیا، میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی اچھی خوبصورت بیوی مجھے مل جائیگی، یہ جتنا زیادہ اپنی تعریفیں

سنتیں اتنی زیادہ نخرے میں آتی، خیر کچھ دن گزرے، ایک دن روتی دھوتی اپنے گھر واپس آ گئی، خاوند اس کو میکے چھوڑ کر چلا گیا، ماں نے پوچھا: بیٹی کیا ہوا؟ کہنے لگی خاوند بہت زیادہ محبت کے موڈ میں تھا، مجھے پیار کر رہا تھا کہ میں اس کے ساتھ محبت کا اظہار کروں اور میں ایسے گم صم تھی جیسے مجھ پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا، بالآخر تنگ آ کر اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں اس قدر تم سے محبت کرتا ہوں کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ کہنے لگی کہ پتہ نہیں کہ کیا میرے دماغ پر پردہ پڑا کہ میں نے اس وقت نخرے میں آ کر کہہ دیا کہ نہیں مجھے تم سے محبت نہیں ہے، بس یہ لفظ کہنے تھے کہ خاوند غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ جب تمہیں مجھ سے محبت ہی نہیں تو جاؤ! جہاں محبت ہو وہیں زندگی گزارنا، میری طرف سے تمہیں تین طلاق ہے، اب جب شادی کے ایک مہینے بعد اسکو طلاق ہوگئی اور پھر ماں باپ کے گھر میں اس کو رہنا پڑا تب اس کی آنکھیں کھلیں۔

”لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی“

پھر اس کے بعد اس کی دوسری شادی نہ ہو سکی، اس لئے کہ جو اچھے رشتے تھے کنواری لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے اور اسکے نام پر تو شادی کا دھبہ لگ چکا تھا، اور جو رشتے آتے تھے وہ بہت بوڑھے شادی شدہ لوگوں کے آتے تھے، ان سے شادی کرتے ہوئے یہ گھبراتی تھی، تو اس نوجوان، خوبصورت لڑکی کی زندگی روتے دھوتے ہی گزر گئی۔

حضرت احمد علی لاہوریؒ کی زوجہ کا جواب

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سکھ گھرانے سے تھے، اسلام قبول کر لیا، دار العلوم دیوبند میں پڑھنے آ گئے، یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے سسر بڑے سمجھ دار آدمی تھے، انہوں نے احمد علی کو اس وقت پہچانا جبکہ احمد علی احمد علی نہیں تھا، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ یہ ولایت کبریٰ کے مقام کے لوگوں میں سے تھے، مستجاب الدعوات بزرگوں میں سے تھے، ان

کا درس قرآن بہت مقبول تھا، بہت مانی ہوئی غیر متنازع شخصیت تھی، اپنی شادی کا واقعہ سناتے ہیں، ذرا شوق وتوجہ سے سنیں، فرماتے ہیں کہ میرے سسر کو بیوی نے اطلاع دی کہ میری بیٹی کی عمر پوری ہوگئی کوئی مناسب رشتہ ہوتو اس کا فرض نبھائیں، تو میرے سسر پنجاب کے مدارس میں اپنی بیٹی کے لئے مناسب بچہ ڈھونڈھنے کے لئے نکلے، مدارس میں راؤنڈ کرتے کرتے بالآخر دارالعلوم میں پہنچے، شیخ الہندؒ کے خصوصی دوست تھے، ان سے ملاقات ہوئی تو دورۂ حدیث کے طلباء پر نظر ڈالی، فوراً ان کی نظر میرے اوپر ٹک گئی، انہوں نے شیخ الہندؒ سے پوچھا کہ یہ بچہ شادی شدہ ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں اسے کون لڑکی دے گا، یہ سکھ گھرانے کا لڑکا ہے اور یہاں کئی دفعہ بیٹھا ہوتا ہے، پڑھنے کے لئے تو اسکی ماں جو سکھ ہے وہ آتی ہے اسے گالیاں نکال کر چلی جاتی ہے، چپ رہتا ہے بے چارہ، اس درویش کو کون بیٹی دے گا؟ انہوں نے کہا کہ اچھا آپ ان سے پوچھیں اگر یہ تیار ہوں، تو میں اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کردوں گا؟ فرمایا پوچھ لیتے ہیں، شیخ الہندؒ نے پوچھا تو کہنے لگے کہ حضرت میں بے یارومددگار سابندہ ہوں، اگر کوئی مجھے اپنا بیٹا بنائے اور اپنی بیٹی کا رشتہ دے تو میں تو اس سنت پر عمل کرلوں گا اور اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے؟ انہوں نے بتادیا، چنانچہ سسر نے کہا کہ کل عصر کے بعد ہم ان کا نکاح پڑھ دیں گے، فرمانے لگے کہ میں کمرے میں آگیا، اب میں نے اپنے دوستوں کو بتادیا کہ بھئی کل میرا نکاح ہونا ہے، لہٰذا یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سب لڑکوں میں پھیل گئی، اب لڑکے آنے شروع ہوگئے، جناب کوئی کچھ کہہ رہا ہے، ایک نے کہا بھئی بات یہ ہے کہ یہ جو تم نے کپڑے پہنے ہوئے ہیں یہ تو بہت میلے کچیلے پرانے ہیں، تم کسی سے ادھار لے کر دوسرے پہن لو، میں نے کہہ دیا بھائی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی سے ادھار نہیں مانگا، جو ہیں میرے اپنے ہیں، میں کسی سے لے کر نہیں پہنتا، ساتھی نے کہا اچھا اگر آپ کسی سے ادھار نہیں مانگ سکتے تو مت مانگئے، ایسا کرے کہ

کل ان کپڑوں کو آپ دھو کر صاف کر کے پھر پہن لینا، مجمع میں کم از کم صاف کپڑوں میں تو بیٹھو گے، فرمانے لگے میری بدبختی آ گئی کہ میں نے ہاں بھرلی، اگلے دن سبق ختم ہوا تو میں نے دھوتی سی باندھی اور کپڑے اتارے اور ان کو دھو ڈالا، اللہ کی شان سردیوں کا موسم اوپر سے بادل آ گئے، اب ظہر کا وقت بھی قریب آ گیا، میرے کپڑے گیلے میں مسجد کے پیچھے جا کر کپڑوں کو لہرا رہا ہوں اور اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں، اللہ میرے کپڑے خشک کر دے، وہ تو نہ ہونے تھے نہ ہوئے اور ظہر کی اذان ہو گئی، اب مجھے مجبوراً گیلے کپڑے پہن کر سردی کے موسم میں مجمع میں بیٹھنا پڑا، اب سب کہیں کہ جی دولہا کون ہے؟ اب سب کی نظر مجھ پر پڑے اور پتہ چلے گیلے کپڑے سردی میں پہن کے بیٹھا ہے، فرمانے لگے میرے سسر کو اللہ نے وہ سونے کا دل دیا تھا انہوں نے دیکھا کہ کل یہی کپڑے تھے اور میلے تھے، آج یہی ہیں اور گیلے ہیں، اس کا مطلب یہ کہ اس بچے کے پاس دوسرا جوڑا ابھی نہیں ہے، ان کے دل پر اس بات کا کوئی اثر ہی نہ ہوا وہ تو میری پیشانی کے نور کو دیکھ رہا تھے۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

تو کہنے لگے انہوں نے میرا نکاح پڑھ دیا، جب میں فارغ ہو گیا، دورۂ حدیث سے اور رخصتی ہو گئی تو جب میں بیوی کو لے آیا تو ابتدائی ایک دو مہینہ میرے پاس رہی، ان میں بھی اسے فاقہ کرنا پڑا، کیوں کہ میرے پاس تو کچھ ہوتا نہیں تھا، جو ملتا ہم دونوں کھا لیتے ورنہ فاقہ سے دن گزارتے۔

مہینہ کے بعد وہ اپنے میکے گئی جیسے بچیاں جاتی ہیں شادی کے بعد، تو فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنے گھر گئی تو اسکی ماں نے پوچھا بیٹی تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ فرمانے لگی، اتنی تقیہ نقیہ پاکباز وہ بچی تھی اپنی ماں سے کہنے لگی کہ امی میں تو سنتی تھی کہ مر کر جنت میں جائیں گے اور میں تو جیتے جاگتے جنت میں پہنچ گئی ہوں، اللہ اکبر کبیرا! اتنی صابرہ شاکرہ تھی

کہنے لگے بس پھر اللہ تعالیٰ نے میرے گھر میں برکتیں دینی شروع کر دیں، جب خاوند ایسا ہو اور بیوی ایسی ہو تو پھر برکتیں کیوں نہ ہونگی، چنانچہ حضرت فرمانے لگے ایک وہ وقت تھا کہ کھانے کو نہیں ملتا تھا اور ایک آج احمد علی پر وہ وقت ہے کہ میرے کھانے کے لئے طائف سے پھل آتے ہیں اور پھر انہوں نے فرمایا کہ سرگودھا کے علاقہ کے بڑے بڑے لوگ جو سرگودھا کے کلیار ہیں، ان کی بیویاں آج میرے گھر میں آکر برکت کے لئے جھاڑو دے کر جاتی ہیں، اتنے بڑے لین لارڈوں کی بیویاں برکت کے لئے میرے گھر میں آکر جھاڑو دے رہی ہیں، آج اللہ کا مجھ پر اتنا کرم ہے۔

تو کتنی عجیب بات ہے کہ سکھ گھرانے کا بچہ جس کا کوئی اپنا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اسکو دنیا میں ایسی عزتیں عطا فرما دیں، چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ اپنی وفات کے بعد وہ علماء میں سے کسی بڑے عالم کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا حضرت آگے کیا بنا تو حضرت کثیر البکاء تھے (کثرت سے روتے تھے) خوف خدا ہر وقت دل پر رہتا تھا، فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوئی تو پروردگار نے فرمایا احمد علی تو اتنا روتا کیوں تھا؟ کہنے لگے جب مجھ سے پوچھا تو مجھے خیال آیا کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے "من نوقش الحساب فقد عذب" جس سے حساب کتاب میں پوچھ شروع ہوگئی وہ نہیں بچے گا، تو میں ڈر گیا اور جب میں ڈرا تو پروردگار نے فرمایا احمد علی اب بھی ڈر رہے ہو، آج تمہارے ڈرنے کا نہیں خوش ہونے کا دن ہے، ہم نے تمہیں معاف کر دیا اور جس قبرستان میں تمہیں دفن کیا وہاں کے سب گنہگاروں کو بھی ہم نے معاف کر دیا، چنانچہ ان کی قبر کی مٹی سے خوشبو آیا کرتی تھی، ہزاروں انسانوں نے ان کی قبر کی مٹی اٹھا کر گھر لے جانا شروع کر دیا تھا، تو علماء متوجہ ہوئے، پھر انہوں نے مل کر مستقل دعا مانگی اے اللہ! بس جو چیز ظاہر ہو رہی ہے، اس ظہور کو ختم کر دے، ورنہ لوگ مٹی ہی نہیں چھوڑیں گے، اللہ تعالیٰ نے اتنے صلحاء کی دعا کو قبول کر لیا، تب جا کر ان کی قبر سے خوشبو آنی بند ہوگئی، اللہ تعالیٰ عزتیں عطا فرما دیتے ہیں، جس کا اپنا کوئی نہیں ہوتا ساری دنیا پھر اس کی بن جاتی

ہے، جسکو کھانے کے لئے روٹی نہیں ملتی، اسکو کھانے کے لئے پھر طائف سے پھل آیا کرتے ہیں، ماشاء اللہ میرے دوستو آج کے زمانے میں تو یہ آسان ہے، جب بحری جہاز آتے جاتے تھے اس زمانہ میں طائف سے پھل آنا کوئی آسان کام نہیں تھا، تو اللہ رب العزت دنیا میں عزتیں عطا فرماتے ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو یہ مقام کیسے ملا؟

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ بہت ہی زیادہ نازک مزاج تھے ان کے تو واقعات بہت ہی زیادہ ہیں مگر روحانی مقام اتنا تھا کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے تھے: اللہ رب العزت نے مجھے ایسا کشف دیا کہ میں پوری دنیا کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے ہتھیلی پر پڑے ہوئے کسی دانے کو دیکھتا ہوں، یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کشف کے حاصل ہونے کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ اس وقت پوری دنیا میں مرزا مظہر جان جاناں جیسا دوسرا کوئی بزرگ موجود نہیں، تو جن کے بارے میں ایک محدث، ایک مفسر یہ کہہ رہا ہو اس مرزا مظہر جان جاناںؒ کو جو یہ مقام ملا، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کی بیوی ذرا تیز زبان تھی، بات بات پر ذرا سخت لفظ بول دیتی تھی، تو انہوں نے اپنی بیوی کی اس ایذاء پر صبر کیا اللہ نے ان کو ولایت کا اتنا اونچا مقام عطا فرمایا۔

(حقوق النساء- ارواح ثلثہ ۳۵)

حضرت مرشد عالم کا حسن سلوک

ہمارے حضرت مرشد عالم حضرت غلام حبیب نقشبندیؒ نے اپنا واقعہ سنایا، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وضو کر رہا تھا اور اہلیہ صاحبہ وضو کروا رہی تھیں .... بیویاں بوڑھاپے میں لاٹھی کی مانند ہوتی ہیں .... حضرت نے فرمایا کہ اس دوران مجھے کچھ غلط فہمی ہوئی، یعنی اہلیہ صاحبہ اس طرح پانی نہ ڈالا جیسے میں ڈالنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے ان کو جھڑک دیا، اہلیہ صاحبہ

صبر والی تھی لہذا وہ جھڑک سن کر خاموش ہوگئیں، پھر جب میں وضو کر کے مسجد کی طرف چلا تو مجھے ایک حدیث پاک یاد آ گئی کہ جو کسی کا دل دکھائے بغیر مسجد میں آئے، اللہ تعالی اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اور میں تو بیوی کا دل دکھا کر آ رہا ہوں، فرماتے ہیں کہ جماعت کا وقت ہو چکا تھا میں مسجد کے صحن سے واپس اپنے گھر گیا اور جا کر اپنی اہلیہ صاحبہ سے معذرت کر لی اور انہیں خوش کر کے مسجد میں گیا اور پھر سوچا کہ اب میرا اللہ میری اس عبادت سے خوش ہوگا اور اسے قبول فرمائے گا۔

معمولی عمل کی وجہ سے مغفرت

دارالعلوم دیوبند کے جو پہلے معلم تھے ان کا نام تھا ملاّ محمود، اور جو پہلے طالب علم تھے ان کا نام تھا محمود حسن، جو بعد میں شیخ الہند بنے۔ تو پڑھانے والا بھی محمود اور پڑھنے والا بھی محمود، ملا محمود کی وفات ہوگئی۔ کسی کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا کہ حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمایا: ایک ایسے عمل کی وجہ سے مغفرت ہوگئی جو مجھے یاد بھی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا: جی کونسا عمل تھا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ بیوی روٹی پکاتے ہوئے آٹے میں نمک ڈالنا بھول گئی۔ میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو محسوس بھی ہوا مگر میں نے جتلانا مناسب نہ سمجھا، برداشت کر لیا کہ آخر انسان ہے، بھول ہو ہی جاتی ہے۔ میرے اس برداشت کے عمل کو اللہ نے قبول کر کے میرے گناہوں کی مغفرت کر دی...... اللہ اکبر!!!

ایک بزرگ کی تحمل مزاجی

ایک بزرگ تھے۔ ان کو بیوی نے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا اور کہتی تھی کہ بس مجھے جدا کر دو۔ کسی قریبی رشتہ دار کو پتہ چلا۔ اس نے آ کر کہا کہ حضرت! سنا ہے کہ آپ کی بیوی آپ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے۔ فرمانے لگے: ہاں میں کیسے غیبت کروں، وہ میری بیوی جو ہے؟ وہ چپ ہو گیا۔ بیوی کے اصرار پر

بالآخر انہوں نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے بعد وہ رشتہ دار پھر آیا۔ کہنے لگا: سنا ہے کہ آپ نے طلاق دے دی ہے، مجھے اب تو ذرا تفصیل بتا دیں۔ فرمانے لگے: جب وہ میری بیوی تھی، تب تو میں نے اس کی غیبت کرنا گوارا نہیں کی تھی، اب تو وہ میرے لیے اجنبیہ ہو چکی ہے، میں اجنبیہ کی غیبت کیسے کروں؟......قوت برداشت دیکھئے۔

جاہل ان پڑھ کا عفو و درگزر

ہمارے قریب کے دیہات کا ایک واقعہ ہے۔ ایک نوجوان جس کی تعلیم بھی نہیں تھی اور شکل بھی عام سی تھی۔ یعنی شکل بھی عام سی، عقل بھی عام سی اور تعلیم بھی نہیں تھی۔ اس کی ایک خوبصورت کزن تھی۔ اس نوجوان نے کہا: میں اپنی اسی کزن سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ماں باپ نے بھی ادھر زور دیا۔ لڑکی والوں نے لڑکی سے پوچھا تو لڑکی نے تو شروع میں ہاں کر دی۔ نکاح ہو گیا۔ رخصتی بھی ہو گئی۔ لیکن جب وہ آ کر اس کے پاس رہی تو اب اسے پتہ چلا کہ یہ تو پکا جاہل ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گئی کہ نہ عقل ہے نہ شکل ہے، زندگی کیسے گزرے گی؟ چنانچہ اس لڑکی نے دل ہی میں اس نوجوان کو ناپسند کرنا شروع کر دیا۔ مگر خاموش رہی۔

شادی کے تین چار دن بعد عام طور پر دلہنیں اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہیں۔ یہ لڑکی بھی گھر گئی۔ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اب میں دوبارہ اس گھر میں کبھی نہ آؤں تو زیادہ اچھی بات ہو گی۔ مگر اسے ماں باپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ ایک تو قریب کا رشتہ تھا اور دوسرا شروع میں ہاں بھی کر چکی تھی۔

دو چار دن بعد خاوند لینے کے لیے آ گیا۔ ماں باپ نے کہا کہ بیٹی! تیاری کرو، تمہارا میاں تمہیں لینے آیا ہے، جاؤ اس کے ساتھ۔ چنانچہ اس نے اپنا سامان باندھا

اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

انہیں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جانا تھا۔ راستے میں اس نے خاوند سے کہا: مجھے پیاس لگی ہے۔ قریب ہی ایک کنواں تھا۔ خاوند نے جا کر ایک طرف گٹھڑی رکھی اور کنویں کے ڈول کے ذریعے پانی بھرنے لگا۔ بیوی کے دل میں شیطان نے ایک ایسی بات ڈالی کہ اس نے پیچھے سے اپنے خاوند کو کنویں میں دھکا دے دیا۔ جب دھکا دیا تو خاوند کنویں میں جا گرا۔ اس نے دل میں سوچا کہ اب یہ مر کھپ جائے گا اور ہمیشہ کے لیے اس سے جان چھوٹ جائے گی۔

اب وہ واپس ماں باپ کے گھر چلی گئی اور اس نے ان کے پاس جا کر عورتوں والا مکر کیا۔ عورتیں مکر میں تو مشہور ہوتیں ہیں ﴿وَ جَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ﴾ جیسے اخوان یوسف نے مکر کیا تھا ویسے ہی اس نے بھی مکر کیا۔ وہ روتی ہوئی گھر پہنچی۔ ماں باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ خاوند مجھے بٹھا کر کہیں چلا گیا۔ میں اتنی دیر تک اس کا انتظار کرتی رہی۔ میں اکیلی تھی، مجھے ڈر لگنے لگا، کوئی غیر مرد آ جاتا تو میرا کیا ہوتا؟ مجھے جان کا بھی خطرہ تھا اور عزت کا بھی خطرہ تھا، وہ تو بڑا بے پروا سا آدمی ہے۔ اس لیے میں واپس آ گئی ہوں۔ یہ سن کر ماں باپ کو بھی بڑا غصہ آیا کہ اس نے ہماری بیٹی کو اس طرح لاوارث چھوڑ دیا اور خود کہیں چلا گیا، یہ ایسا بے وقوف انسان ہے۔

اب ادھر کی بات سنیں، جب خاوند پانی میں گرا تو جان بچانے کے لیے اس نے ہاتھ پاؤں مارے تو اس کا ہاتھ اس رسے پر پڑ گیا جس کے ساتھ ڈول بندھے ہوتے تھے۔ اس نے اس رسے کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ڈوبنے سے بچ گیا، کافی دیر کے بعد اس نے ہمت کی اور آہستہ آہستہ رسے پر چڑھتے چڑھتے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر اس نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ اس نے دل ہی دل میں کہا کہ مجھے توقع نہیں تھی کہ میری

بیوی میرے ساتھ ایسا معاملہ کرے گی، کوئی بات نہیں، میں دوبارہ چلا جاتا ہوں۔

چنانچہ اب وہ دوبارہ سسرال کے گھر آیا۔ اتنے میں کپڑے بھی خشک ہو گئے تھے۔ جیسے ہی وہ سسرال کے گھر میں داخل ہوا تو لڑکی کے والدین نے اس کو بہت جلی کٹی سنائیں۔ کہنے لگے: تو کیسا بے عقل انسان ہے کہ تو ہماری بیٹی کو اکیلے چھوڑ کر چلا گیا! تو بڑا بے پرواہ ہے، تجھے اس کا ذرا خیال نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا، اس نے خاموشی سے سنا اور آخر میں صرف اتنا کہا کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ بہرحال آپ اپنی بیٹی کو بھیج دیں، ہمیں گھر جانے میں دیر ہو رہی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ بہت شرمندگی کا اظہار کر رہا ہے تو انہوں نے پھر بیٹی سے کہا، کوئی بات نہیں اب تم چلی جاؤ۔

اب بیٹی تو چل پڑی لیکن اس کے دل میں ایک بات بار بار آنے لگی کہ اگرچہ یہ ان پڑھ تھا، اگرچہ یہ بے عقل تھا، شکل اچھی نہیں تھی۔ مگر اس نے میرے ماں باپ کے سامنے میرا عیب تو چھپایا ہے، اس کا دل بڑا ہے نا! اگر یہ میرے ماں باپ کے سامنے میری حرکت کھول دیتا تو میں تو ماں باپ کو چہرہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہتی۔ اس ایک بات پر اس لڑکی کے دل میں خاوند کی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ اس نے اپنی بقیہ پوری زندگی اپنے خاوند کی محبت میں گزار دی۔

بیوی کی تلخی برداشت کرنے کی وجہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے ان کی بیوی تیز مزاج کی تھی...... اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ جو کمزور ہوتا ہے اس کی زبان زیادہ چلتی ہے اور جو طاقتور ہوتا ہے اس کا ہاتھ زیادہ چلتا ہے۔ اس لیے عورت کی زبان زیادہ چلتی ہے اور مرد کا ہاتھ زیادہ چلتا ہے...... ان صحابی رضی اللہ عنہ نے سوچا اب میں کیا کروں۔ پھر خیال آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت مزاج ہیں ہر کسی کو سیدھا کر کے رکھتے ہیں، درہ ہر وقت ان

کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ سیدھا کر دیتے ہیں، ان سے جا کر مشورہ کرتا ہوں۔ میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اونچی آواز سے باتیں کر رہی تھی، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی بات پر جھگڑا کر رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے تحمل سے سن رہے تھے۔ جب ان صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر والوں سے ایسی باتیں سن رہے ہیں۔تو واپس جانے کی سوچی، اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر آئے، فرمایا: السلام علیکم، انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا اور کہا کہ میں واپس جاتا ہوں۔ پوچھا: واپس کیوں جاتے ہو؟ کہنے لگے: آیا تو اس لیے تھا کہ آپ کی طبیعت کے اندر سختی اور نظم و ضبط ہے۔اس لیے آپ مجھے اجازت دے دیں گے کہ اچھا اگر یہ معاملہ ہے تو پھر یہ کرو اور وہ کرو۔لیکن آپ تو یہاں اس سے بھی زیادہ سن رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بٹھایا اور فرمایا: یہ میری بیوی بھی ہے......

یہ میری دھوبن بھی ہے۔

یہ میری باورچن بھی ہے۔

یہ میرے گھر کی بھنگن بھی ہے۔

یہ میرے بچوں کو پالنے والی بھی ہے۔

جب میری خاطر وہ یہ تمام کام کر رہی ہے تو کیا میں اس کے سخت الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا؟

(عشرۃ النساء وللنسائی ۲۸-الزواجر علی اقتراف الکبائر ۲/۳۴۲-الکبائر للذہبی ۱۷۲)

ایک خاتون کا انوکھا انداز شکایت

سیدنا عمرؓ کے پاس کعب اسدی تشریف فرما تھے، ایک خاتون آئی اور آکر کہنے لگی:

امیر المومنین! میرا خاوند بہت نیک ہے، ساری رات تہجد پڑھتا رہتا ہے، اور سارا دن روزہ

رکھتا ہے، اور یہ کہہ کر خاموش ہوگئی، عمرؓ بڑے حیران کہ خاتون کیا کہنے آئی ہے؟ اس نے پھر یہی بات دہرائی کہ میرا خاوند بہت نیک ہے، ساری رات تہجد میں گزار دیتا ہے اور سارا دن روزہ رکھتا ہے، اس پر کعبؓ بولے: اے امیر المومنین! اس نے اپنے خاوند کی بڑے اچھے انداز میں شکایت کی ہے، کیسے شکایت کی؟ امیر المومنین! جب وہ ساری رات تہجد پڑھتا رہیگا اور سارا دن روزہ رکھے گا تو پھر بیوی کو وقت کب دیگا؟ تو کہنے آئی ہے کہ میرا خاوند نیک تو ہے مگر مجھے وقت نہیں دیتا۔

چنانچہ عمرؓ نے اس کے خاوند کو بلایا تو اس نے کہا: ہاں میں مجاہدہ کرتا ہوں، یہ کرتا ہوں، وہ کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا کہ آپ فیصلہ کریں، حضرت کعبؓ نے ان صاحب سے کہا کہ دیکھو! شرعاً تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارو، ہنسی خوشی اس کے ساتھ رہو، اور کم از کم ہر تین دن کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرو، خیر وہ میاں بیوی تو چلے گئے، تو عمرؓ نے ابی بن کعب سے پوچھا: آپ نے یہ شرط کیوں لگائی کہ ہر تین دن کے بعد بیوی سے ملاپ کرو؟ انہوں نے کہا: دیکھیں! اللہ رب العزت نے مرد کو زیادہ سے زیادہ چار شادیوں کی اجازت دی، چنانچہ اگر چار شادیاں بھی کسی کی ہوں تو تین دن کے بعد پھر بیوی کا نمبر آتا ہے، تو میں نے اس سے کہا کہ تم زیادہ سے زیادہ تین دن عبادت کر سکتے ہو تین دن کے بعد ایک دن رات تمہاری بیوی کا حق ہے، تمہیں گزارنا پڑیگا، تو دیکھو شریعت انسان کو کیا خوبصورت باتیں بتاتی ہے۔

(تفسیر القرطبی سورۃ النساء ۵/۱۹- بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ۲/۴۵۴)

عفو و درگزر

دندان مبارک شہید ہونے پر بھی دعائیں

غزوۂ احد میں جب کفار نے زور کیا، اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دانت مبارک بھی شہید ہوئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ صحابہ کرام موجود تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا اور ایک صحابیؓ نے بڑھ کر کہا کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں کے لیے بددعا ہی کر دیجیے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔''

پھر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

(اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں)

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

(عیون الاثر ۲/ ۴۲۱- الشفا/ ۱۰۵)

وحشی کی معافی کا معاملہ

اس سے بھی بڑھ کر یہ بات دیکھیے کہ وہ وحشی جس نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ پہلے تو اس نے بھی بھاگنے کی سوچی، پھر کہنے لگا: نہیں جاتا، بلکہ سیدھا نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ سامنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب سے آئے اور اونچی آواز سے کلمہ پڑھ دیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیچھے مڑکر دیکھا تو وحشی نظر آئے۔ اب تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکے تھے، نبی علیہ السلام نے ان کے کلمہ پڑھنے کو قبول کر کے ان کو معاف بھی کر دیا۔ البتہ اتنا فرما دیا: وحشی! اتنا زیادہ سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا یاد آجاتے ہیں...... تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں عفو ودرگزر کی ہزاروں مثالیں آپ کو ملیں گیں۔ تاریخِ انسانیت میں کوئی دوسری ایسی مثال نہیں کہ کسی نے اپنے دشمنوں کو اتنا معاف کیا ہو۔

(سبل الہدیٰ ۴/ ۲۱۷- سیر الصحابہ- سیرۃ ابن ہشام ۳/ ۷۲)

زہر کھلانے والی عورت کی معافی

جب خیبر فتح ہوا تو ایک یہودیہ عورت نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کھانا بھجوایا جس میں زہر تھی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی لقمہ منہ میں ڈالا کہ فوراً پہچان لیا، لیکن زہر نے اپنا اثر کر دیا۔ یہودیہ عورت کو پکڑا گیا اور اس نے اپنا جرم تسلیم بھی کر لیا، لیکن اس نے معافی مانگ لی۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودیہ عورت کو بھی معاف فرما دیا۔

(جمع الوسائل ۱/ ۲۱۴- الرحیق المختوم ۳۴۷- الروض الانف ۴/ ۸۱)

ابو جہل کے بیٹے کی معافی

جب مکہ فتح ہوا تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو بہت ڈر تھا کہ میرے والد نے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا اب اس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ یہ فتح مکہ کے دن وہاں سے بھاگ گئے۔ ان کی بیوی حضرت ام حکیمؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کلمہ پڑھ لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد کہنے لگیں، جی آپ میرے خاوند کو بھی معاف فرما دیجئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی معاف کر دیا۔

اب ام حکیمؓ اپنے خاوند کو تلاش کرنے کے لیے نکلیں۔ جب ایک جگہ دریا کے کنارے پر پہنچیں تو پتہ چلا کہ خاوند کشتی کے ذریعے ابھی یہاں سے روانہ ہوا ہے۔ انہوں نے بھی کشتی کرایہ پر لے لی اور ملاح سے کہا کہ ذرا جلدی چلو کہ مجھے اگلی کشتی میں سوار ایک آدمی سے ملنا ہے۔ چنانچہ دریا میں کشتی کے سامنے کشتی لائی گئی اور انہوں نے اپنے خاوند سے پوچھا: جی آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ کہا کہ میں آپ کی جان کی امان لے کر آئی ہوں، چلیں اپنے گھر چلتے ہیں۔ وہیں زندگی گزاریں گے۔

چنانچہ عکرمہ واپس آ گئے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آئے۔ ابھی دور ہی تھے کہ ایک صحابی کی نظر پڑی تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کو بتائیں کہ ابو جہل کا بیٹا آیا ہے۔ وہ اتنا بڑا دشمن ہے۔ نبی علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے۔ جیسے ہی ان صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی عکرمہ آئے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام جلدی سے اٹھے، سر پر عمامہ رکھنے کا وقت بھی نہ ملا اور فوراً باہر نکل کر فرمایا:

''اے مہاجر سوار! تیرا آنا مبارک ہو۔''

ابو جہل وہی تھا جس نے نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی پلاننگ کی تھی۔ اس کے

بیٹے کے ساتھ بھی ایسا عفو و درگزر کا معاملہ......!!!

(نور الیقین ۱۶۶- السیرۃ الحلبیہ ۳/ ۳۹- الروض الانف ۴/ ۱۶۷)

ابوسفیانؓ کی معافی کا اعلان

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجیے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کے مشورے میں بھی وہ موجود تھے۔ اور غزوۂ خندق کے موقع پر تو وہ کافروں کے بہت بڑے لیڈر بن کر آئے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے ان کو بھی معاف کر دیا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا:

من دخل دار ابی سفیان فھو آمن

(جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ بھی امان پا گیا)

(مسلم شریف ۲/ ۱۰۴ فتح مکہ- سیرت حلبیہ ۲/ ۳۴۳)

ہندہ کے ساتھ عفو و درگزر

ابوسفیان کی بیوی کا نام "ہندہ" تھا۔ یہ بہت ہی زیادہ جابر عورت تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام وحشی کے ذریعے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں شہید کروایا تھا۔ اس نے منت مانی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو یہ آئی، اس نے خنجر سے آپ کے سینہ کو چیرا، جسم سے دل بھی نکال دیا اور کلیجے کو چبایا، پھر کان کاٹے، پھر آنکھیں نکالیں۔ گویا لاش کو مسخ کر کے رکھ دیا۔

جب نبی علیہ السلام نے اپنے چچا کی لاش کو دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کی لاش دیکھنے سے منع کر دیا تھا اور فرمایا کہ اس کی لاش دیکھنے نہ آنا، تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے چچا کی اس المناک شہادت پر بہت صدمہ ہوا کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین قسم کا رشتہ تھا۔

...... حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے چچا بھی تھے۔

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوست بھی تھے۔ اور

...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دودھ شریک (رضائی) بھائی بھی تھے، کیونکہ ایک باندی نے دونوں کو بچپن میں دودھ بھی پلایا تھا۔

سوچئے اس المناک واقعہ کی وجہ سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر کتنا گہرا زخم لگا ہوگا۔

جب مکہ فتح ہوا تو وہ ہندہ جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے ساتھ یہ سارا معاملہ کیا تھا وہ آئی، اس نے کلمہ پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے پر اس کی اس غلطی کو معاف فرما دیا۔

(اخلاق رسول اکرم ۲/ ۱۲۷- سبل الہدیٰ ۵/ ۲۵۴)

صفوان بن امیہ کے ساتھ عفو و درگزر

مکہ مکرمہ میں ایک اسلحہ ڈیلر تھا۔ اس کا نام صفوان بن امیہ تھا۔ یہ اس زمانے میں اتنا بڑا اسلحہ ڈیلر تھا کہ اس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں نیزے اور تلواریں سٹاک میں موجود رہتی تھی، جب قبیلے آپس میں لڑتے تھے تو اس سے ہتھیار کرایہ پر لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جب غزوۂ حنین کے لیے نبی علیہ السلام تشریف لے جانے لگے تو خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے تلواریں اور نیزے ادھار لیے تھے۔

اس نے ایک آدمی کو تیار کیا جس کا نام عمیر بن وہب تھا۔ اس سے کہا کہ دیکھو، تمہارے اہلِ خانہ کے خرچہ کی ساری ذمہ داری میں لیتا ہوں، پوری زندگی ان کو میں خرچہ دوں گا۔ یہ تلوار میں آپ کو دے رہا ہوں، یہ زہر میں بجھی ہوئی ہے۔ اس کو لے کر مدینہ منورہ جاؤ اور مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام پر حملہ کرو۔ اس کو پکا یقین تھا کہ اگر اس تلوار کی خراش بھی لگ گئی تو وہ دوسرے بندے کے مرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ وہ زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ عمیر اس کے لئے تیار ہو گیا۔

چنانچہ وہ مدینہ طیبہ آیا۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ ایک صحابیؓ نے اسے دیکھا تو انہیں احساس ہوا کہ...... ''بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں''...... چنانچہ انہیں نے عمیر کو گرفتار کر لیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے صفوان بن امیہ نے اس مشن کے لیے روانہ کیا تھا۔ اب آپ مجھے معاف فرما دیں کیونکہ میں غربت سے تنگ ہو کر یہ کام کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر بن وھب کو بھی معاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ واپس مکہ مکرمہ چلا گیا۔

الروض الانف ۳/۱۱۴- السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۳/۲۱۲- دلائل النبوۃ لابی نعیم ۴۰۰

کچھ عرصہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو عمیر بن وہب نے تو آ کر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ لیکن صفوان بن امیہ کو پکا پتہ تھا کہ میرے تو قتل کے احکام جاری ہو جائیں گے، چنانچہ وہ جان بچا کر بھاگا۔ وہ چاہتا تھا کہ یمن چلا جائے لیکن عمیر بن وھب نے جب اسلام قبول کیا تو اس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) صفوان بن امیہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ گیا ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس کی جان کو امان دے دیں، بخش دیں۔ نبی علیہ السلام نے معاف فرما دیا۔

عمیر کہنے لگا کہ اگر میں صفوان کو آپ کی طرف سے معافی کا بتاؤں گا بھی، تو وہ میری بات کا یقین نہیں کرے گا، لہٰذا آپ کوئی نشانی دے دیں تاکہ اس کو یقین آ جائے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مبارک عمامہ اتار کر دے دیا اور فرمایا کہ میرا عمامہ اس کے پاس لے جاؤ، یہ نشانی کے طور پر اسے دکھا دینا۔

اب عمیر بن وہب چلے۔ راستے میں صفوان ملے اور کہا کہ صفوان! آئیں واپس

چلیں۔ اس نے کہا کہ مجھے جان کا خطرہ ہے۔ عمیر نے کہا: میں ان سے جان بخشی کا وعدہ لے چکا ہوں۔ اس نے پوچھا: تیرے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ عمیر کہنے لگے: دیکھو وہ اتنے رحیم و کریم ہیں کہ انہوں نے اپنا عمامہ بطور نشانی عطا فرما دیا ہے۔ جب صفوان نے عمامہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ چنانچہ وہ واپس آیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا، میں نے سنا ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں۔ کہنے لگا کہ میں نے تو ابھی اسلام لانے کا ارادہ نہیں کیا۔ آپ مجھے دو مہینے کی مہلت دے دیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دو مہینے کی بجائے چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں، جب تمہارا جی چاہے اس وقت کلمہ پڑھ لینا۔ اللہ رب العزت نے صفوان کے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ چار مہینے گزرنے سے پہلے اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اسد الغابۃ ۲/۲۰۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۴۹۲

بیٹی کے قاتل کو معافی کا پروانہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کی شادی اپنے کزن ابوالعاص سے ہوئی۔ ایک موقع پر ابوالعاص نے ان کو اجازت دی کہ اگر آپ چاہیں تو میرے پاس مکہ مکرمہ میں رہیں اور اگر چاہیں تو مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی کنانہ سے کہا کہ تم ان کو مدینہ میں چھوڑ آؤ۔ ادھر سے نبی علیہ السلام نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا تھا جو مکہ سے تھوڑے فاصلے پر انتظار میں تھے۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ جانے کے لیے [illegible] ہوئیں

جب مکہ سے باہر نکلنے لگیں تو کافروں کو پتہ چل گیا۔ ابوسفیان سب سے زیادہ خفا تھا کہ یہ تو قریشِ مکہ کی بڑی بے عزتی ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام کی بیٹی دن دہاڑے اتنی جرأت کے ساتھ چلی جائے اور ہم اس کا راستہ نہ روک سکیں، چنانچہ وہ آیا اور کہنے لگا: ہم اس کو جانے نہیں دیں گے۔

اس موقع پر ایک نوجوان ھبار بن الاسود بھی موجود تھا جو حضرت زینبؓ کا رشتے میں کزن لگتا تھا...... بعض اوقات قریبی رشتہ دار ہی وقت آنے پر زیادہ تکلیف کا باعث بنتے ہیں...... اس نے آکر حضرت زینبؓ کی سواری کی ٹانگ پر وار کیا۔ جب اونٹنی پر وار ہوا تو وہ اونٹنی بدکی اور سیدہ زینبؓ نیچے گر پڑیں۔ اس وقت وہ امید سے بھی تھیں۔ نیچے پتھریلی زمین تھی، چنانچہ حمل کی حالت میں اونٹ کی بلندی سے عورت گرے تو کیا ہوتا ہے؟ وہی ہوا کہ بالآخر حمل ضائع ہو گیا، اس قریبی رشتہ دار کی وجہ سے اتنی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

خیر، ابوسفیان نے کہا کہ آج تم ان کو واپس لے جاؤ اور کل چپکے سے اس کو یہاں سے نکال لینا، ہم پھر اس کا راستہ نہیں روکیں گے، بات کرنے والوں کو ہم اتنا تو کہہ دیں گے کہ ہاں ہم نے ایک مرتبہ ان کا راستہ روکا تھا۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کو اسی تکلیف کی حالت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا پڑا۔ اس زمانے میں سواری پر اس سفر کے لیے پندرہ دن لگتے تھے۔ سوچیں کہ ایسی تکلیف اور پھر مشقت بھرا سفر۔

جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچیں تو تکلیف کی وجہ سے ان کی حالت بہت بری ہو چکی تھی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے جگر گوشہ کو اس حالت میں دیکھا تو مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور فرمایا کہ میری اس بیٹی کو دین کی خاطر جتنا ستایا گیا اتنا کسی دوسرے کو نہیں ستایا گیا۔ اور یہی زخم بالآخر بعد میں وفات کا سبب بھی بنا۔

اب سوچئے کہ جو بندہ ایسا زخم لگائے کہ بیٹی کی موت ہی واقع ہو جائے وہ کتنا بڑا

دشمن ہوتا ہے! بندے کا بس چلے تو اس کا گلا ہی گھونٹ دے، اور اس کی گردن جسم سے جدا کر دے......لیکن ہوا کیا؟...... جب مکہ فتح ہوا تو ھبار بن الاسود کو بھی اپنے کیے کا پتہ تھا۔ وہ جدہ کی طرف بھاگا کہ میں کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔ راستے میں خیال آیا کہ میں نے جو کیا سو کیا، مگر سنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السلام تو بہت معاف کرنے والے ہیں، چلو آزما ہی لیتا ہوں۔

چنانچہ وہ واپس آیا اور آتے ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کہنے لگا: جی آپ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے واقعی بہت برا کام کیا تھا۔ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے اس قاتل کے گناہ کو بھی معاف کر دیا......ہم لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو معاف نہیں کر سکتے۔ او جی فلاں نے محفل میں یوں کہا! فلاں نے میرے بارے میں یوں کہا! ہم ان کو معاف نہیں کر سکتے، اور ایسے شخص کو معاف کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

السیرۃ الحلبیہ ۳/ ۳۸۔ مختصر تاریخ دمشق ۱۳۲/۸

عثمان بن ابی طلحہ کے ساتھ تحمل مزاجی کا مظاہرہ

جب مکہ فتح ہوا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان بن طلحہ کو بلوایا، یہ وہ شخص تھا جس کے پاس بیت اللہ شریف کی کنجی تھی، جب وہ آئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''بیت اللہ کی کنجی دو'' اس نے کنجی دے دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا، اندر تشریف لے گئے، صحابہ کرامؓ بھی ساتھ تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے اندر عبادت کر لی اور پھر دعا بھی مانگ لی اور باہر نکلنے لگے تو جو جلیل القدر صحابہؓ ساتھ تھے ان میں سے ہر ایک کے دل کی تمنا تھی کہ یہ کنجی ہمیں ملے...... دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ جب کسی کو حکومت ملتی ہے تو وہ اس کو نوازتا

ہے جو اس کا اپنا ہوتا ہے اور جو مخالف ہو اس کے منہ سے تو لقمہ بھی چھیننے کی کوشش کی جاتی ہے...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، سب جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے اور ہر ایک کے دل کی تمنا یہ تھی کہ بیت اللہ کی کنجی ہمیں دی جائے۔ اور کنجی بردار بننے کی سعادت ہمیں نصیب ہو جائے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کا دروازہ بند کروایا، باہر تشریف لائے، عثمان بن طلحہ کھڑا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے بلا کر فرمایا:

''عثمان! کیا تجھے وہ ہجرت والا دن یاد ہے جب میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانا چاہتا تھا اور میرے دل کی بڑی تمنا تھی کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر اپنے رب کی عبادت کروں؟ اس وقت میں نے تمہیں کہا تھا کہ بیت اللہ کا دروازہ کھولو اور تم نے کھولنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت میں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ جس حیثیت سے آج تم کھڑے ہو اس حیثیت میں میں ہوں گا اور جس حیثیت میں میں کھڑا ہوں اس حیثیت میں تم ہو گے۔ عثمان! میرے اللہ نے میری بات کو پورا فرما دیا۔ آج تیرے ہاتھ خالی ہیں اور بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے، لیکن عثمان! میں تیرے ساتھ وہ نہیں کروں گا جو تو نے میرے ساتھ کیا تھا، میں یہ بیت اللہ کی کنجی تمہیں ہی واپس دیتا ہوں۔ یہ قیامت تک تمہاری نسل میں باقی رہے گی''...... اللہ اکبر کبیراً

(ابن کثیر ۱/۵۱۶ سورۃ النساء - امتاع الاسماع ۱۳/۳۸۴)

حضرت عمرؓ کا معافی مانگنا

ایک مرتبہ سیدنا بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے، کوئی بات چلی تو عمرؓ نے کوئی سخت لفظ استعمال کر دیا، جب عمرؓ نے سخت لفظ استعمال کیا تو بلالؓ کا دل جیسے ایک دم بجھ جاتا ہے اس

طرح سے ہوگیا اور وہ خاموش ہوکر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، جیسے ہی وہ اٹھ کر گئے، عمرؓ نے محسوس کرلیا کہ انہیں میری اس بات سے صدمہ پہنچا ہے، چنانچہ عمرؓ اسی وقت اٹھے، بلالؓ کو آکر ملے، کہنے لگے: اے بھائی! میں نے ایک سخت لفظ استعمال کرلیا، آپ مجھے اس کے لئے معاف کردیں، انہوں نے کہا: جی جی، مگر عمرؓ کو تسلی نہیں ہورہی تھی اس لئے کہ وہ ذرا خاموش خاموش تھے، دل جو دکھا تھا، تو جب عمرؓ نے دیکھا کہ بلال کا دل خوش نہیں ہورہا تو بات کرنے کے بعد بلالؓ کے سامنے زمین پر لیٹ گئے اور کہا: بھائی! میرے سینے پر اپنے قدم رکھ دو! میری غلطی کو اللہ کے لئے معاف کردو! بلالؓ کی آنکھوں سے آنسو آگئے، امیر المومنین! میں ایسی حرکت کیسے کرسکتا ہوں؟ جو بڑے حضرات تھے اپنی زندگی کے معاملے کو ایسے سمیٹا کرتے تھے۔

معاف کرانے سے پہلے معاف کردیا

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حج پر گئے ہوئے تھے ایک جگہ جارہے تھے ان کا تھیلا ان کے ہاتھ میں تھا ایک نوجوان آیا اور ان سے ان کا تھیلا چھینا اور بھاگ گیا ذرا آگے گیا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا جیسے بینائی چلی گئی، اس نے رونا شروع کردیا، لوگوں نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا: میں نے فلاں جگہ پر ایک بوڑھے میاں کا تھیلا چھینا ہے اور مجھے لگتا ہے وہ کوئی مقبول بندے تھے کہ میری بینائی چلی گئی، مجھے ان کے پاس لے چلو، میں ان سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ لوگ اس کو اس جگہ پر لے گئے، وہاں وہ بڑے میاں نہیں تھے، قریب ہی ایک حجام تھا، اس سے پوچھا: تو کہا کہ وہ نماز پڑھنے آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں، آپ اگلی نماز تک انتظار کریں، میں نشاندہی کردوں گا۔

اگلی نماز تک وہ بزرگ آگئے، اس حجام نے ان کی نشاندہی کردی، اب وہ نوجوان ان سے معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا: حضرت! آپ مجھے معاف کردیں، مجھ سے غلطی ہوگئی،

میں بڑا شرمندہ ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اب وہ فرمانے لگے کہ میں نے تو آپ کو اسی وقت معاف کر دیا تھا، جب بار بار اس نے معافی مانگی اور بار بار انہوں نے کہا کہ میں نے تو اسی وقت آپ کو معاف کر دیا تھا تو لوگ بڑے حیران ہو گئے، کسی نے پوچھا: حضرت! اس نے آپ کا تھیلا چھینا اور آپ کہتے ہیں کہ میں نے اسی وقت معاف کر دیا تھا! وہ بزرگ کہنے لگے: ہاں مجھے ایک خیال آ گیا تھا جس کی وجہ سے میں نے معاف کر دیا تھا، پوچھا! کیا خیال آ گیا تھا؟

اس نے کہا کہ میں نے علماء سے مسئلہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کو حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائیگا، جب تک پوری امت کا حساب و کتاب پورا نہ ہو جائیگا میں اس وقت تک جنت میں قدم نہیں رکھوں گا،، میرے دل میں خیال آیا کہ اس نے میرا تھیلا چھینا، اگر میں نے معاف نہ کیا تو قیامت کے دن میرا یہ مقدمہ پیش ہوگا، اور جتنی دیر اس مقدمے کے فیصلے میں لگے گی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جانے میں اتنی دیر ہو جائیگی، میں نے معاف کر دیا، کہ نہ مقدمہ پیش ہوگا اور نہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں جانے میں دیر لگے گی۔

کاش! ہمیں بھی اس نسبت کا لحاظ ہوتا اور ہم بھی اپنے جھگڑے سمیٹ لیتے، ہم نے آج زندگی کے اندر کتنے معاملات کو بکھیرا ہوا ہے! ہم بھی اس نسبت کی لاج رکھیں یہ نسبت بڑی عجیب ہے۔

(ملفوظات فقیہ الامت قسط اول ص:۹۲)

حسن اخلاق

دشمنوں کے دل کیسے جیتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عظیمہ کا یہ عالم کہ آپ ہجرت فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی چاہتا تھا کہ روانگی سے پہلے میں بیت اللہ شریف کے اندر جاؤں اور اندر جا کر دو رکعت نفل پڑھوں اور اللہ رب العزت کے سامنے دعا کروں، سجدہ ریز ہو جاؤں۔ آپ نے اس بندے کو بلایا جس کا نام عثمان تھا اور وہ بنی شیبہ میں سے تھا، اس کے پاس بیت اللہ شریف کی چابی ہوتی تھی۔ اس سے کہا کہ بھئی! ذرا بیت اللہ کا دروازہ کھول دو تا کہ میں دو رکعت پڑھ لوں۔ اس نے آگے سے کہا کہ نہیں کھولتا، وہ مسلمان نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: بھئی! کھول دو۔ کہنے لگا کہ نہیں کھولنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بڑی تمنا تھی لیکن اس نے پوری نہ ہونے دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ نہیں مان رہا، اس وقت آپ نے فرمایا: عثمان! ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ جیسے تم چابی ہاتھ میں لے کر اس وقت کھڑے ہو، ایسے میں چابی ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوں گا۔ اور جیسے میں تم سے مانگ رہا ہوں، ایسے ہی تم میرے سامنے خالی ہاتھ کھڑے ہو گے۔ سوچو! اس وقت کیا ہو گا؟ جب آپ نے یوں فرمایا تو اس کو غصہ آگیا، وہ آگے سے بکواس کرنے لگا کہ شیخ چلی کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں چابی آئے۔ اس نے بہت ادھر ادھر کی باتیں کیں، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا ہونا تھا، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھ کر فرمایا:

''مکہ! دل نہیں چاہتا کہ تجھے چھوڑ دوں، مگر تیرے شہر کے بسنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے، اس لیے میں یہاں سے ہجرت کر کے جا رہا ہوں''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے ہجرت فرمائی۔ جب فتح مکہ کا وقت آیا تو نبی علیہ السلام فاتح بن کر داخل ہوئے۔ اس وقت مکہ کے لوگوں کی حالت عجیب تھی۔ سب عورتیں یہ سمجھتی تھیں کہ آج مسلمان ہم سے گن گن کر بدلہ لیں گے۔ بعض یہ سمجھتی تھیں کہ آج پورے مکہ میں کسی عورت کی عزت محفوظ نہیں رہے گی...... مال محفوظ نہیں رہے گا...... جان محفوظ نہیں رہے گی۔ مسلمانوں کو ہم نے اتنا تنگ کیا تھا کہ یہ ہم سے گن گن کر بدلہ لیں گے۔ اس لیے وہ ڈر سے گھروں میں چھپی ہوئی تھیں۔ آدھی رات کا وقت ہو گیا اور کوئی مسلمان کسی گھر میں داخل نہیں ہوا۔ اس پر عورتیں بڑی حیران ہوئیں۔ انہوں نے مردوں سے کہا جائیں پتہ کریں، مسلمان ہیں کہاں؟ یہ کوئی Planning تو نہیں کر رہے۔ جب مردوں نے آ کر دیکھا کہ مسلمان حرم کے اندر ہیں، کوئی سجدہ کر رہا ہے، کوئی بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر رو رہا ہے، کوئی مقام ابراہیم پر سجدے میں ہے، سب اللہ رب العزت کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔

چنانچہ جب اگلا دن ہوا تو نبی علیہ السلام نے عثمان کو بلایا، وہ چابی لے کر آیا۔ نبی علیہ السلام نے اس سے چابی لے لی، بیت اللہ کا دروازہ کھولا، بتوں کو توڑا، صاف کر دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا فرمائی۔ جب باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بیت اللہ کو تالہ لگا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو تالہ لگایا تو اس وقت وہاں پر عجیب منظر تھا...... کیونکہ مکہ مکرمہ والے سمجھ رہے تھے کہ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جس کے ہاتھ میں آج آپ چابی دیں گے۔ قریش کے لوگ بھی قریب ہو گئے، جو آپ کے خدام تھے وہ بھی قریب ہو گئے۔ ہر صحابی کے دل میں تمنا تھی کہ مجھے بیت اللہ کا چابی بردار بنا دیا جائے۔

جب کوئی فاتح بن کر داخل ہوتا ہے تو وہ دشمن کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے،

ساری دنیا کا دستور یہی ہے، مگر یہ تو ایک نرالا فاتح تھا، جس نے ساری دنیا کو اخلاق کا درس دینا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے جب تالہ لگا دیا تو اس وقت عثمان آپ کے سامنے تھا۔

آپ نے فرمایا: عثمان! اس وقت کو یاد کرو، جب میں نے تم سے چابی مانگی تھی اور تم نے دینے سے انکار کیا تھا۔ دیکھو! آج چابی میرے ہاتھ میں ہے، تم خالی ہاتھ میرے سامنے کھڑے ہو۔ اس وقت وہ کہنے لگا کہ جی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسا تو نے میرے ساتھ کیا تھا، میں تمہارے ساتھ ویسا نہیں کروں گا۔ میں یہ چابی تمہیں واپس دیتا ہوں۔ اگرچہ تم کافر ہو مگر بیت اللہ کی چابی کی ذمہ داری میں تمہیں سونپتا ہوں۔ جب آپ نے چابی اس کے ہاتھ میں دی تو وہ کہنے لگا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے چابی تو دے دی، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل کا تالہ بھی کھول دیجیے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چابی قیامت تک تمہارے خاندان میں چلتی رہے گی۔

ہم جیسا کوئی ہوتا تو بدلے لیتا کہ تم نے اس وقت یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا......تو دیکھیے! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا اخلاق تھے۔ اسی کو اخلاق عظیمہ کہتے ہیں اور یہ اخلاق ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

سبل الہدی والرشاد ۵/۲۴۴ - امتاع الاسماع ۱۳/۳۸۴ - التفسیر المظہری

دوستوں کے دل کیسے جیتے

نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تشریف لے جارہے تھے اور ایک صحابی ساتھ تھے۔ ایک جگہ رکے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک درخت سے دو مسواک بنائے، ان میں سے ایک مسواک سیدھی اور خوب صورت تھی اور ایک ذرا ٹیڑھی تھی، نبی علیہ السلام نے سیدھی مسواک

اس صحابی کو دے دیا اور ٹیڑھی مسواک اپنے پاس رکھ لی، اس صحابیؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سیدھی مسواک آپ کے پاس ہو۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ سیدھی اور خوبصورت مسواک آپ کے پاس ہو۔ دیکھا! کیسی تعلیمات دی ہیں!...... شریکِ سفر اگر کوئی ہے تو اس کا بھی حق بنا دیا۔ اگر زندگی کا چند قدموں کے لیے چلتے ہوئے کوئی شریک بن جاتا ہے تو اس کا حق ہے، تو جو ایک گھر میں پیدا ہوئے، ایک ماں باپ کے نورِ نظر ہیں، ان کا ایک دوسرے پر کتنا حق ہوگا؟

چھوٹوں کے دل کیسے جیتے؟

نبی علیہ السلام چھوٹے بچوں کو بھی پیار سے سمجھاتے تھے۔ ایک لڑکپن کی عمر کے صحابی تھے جسے ہم (Teen ager) کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عادت تھی کہ لوگوں کے درختوں سے جو پھل مجھے پسند آتا میں توڑ کے کھالیا کرتا تھا۔ اس وقت کا پھل کھجور ہی تھا۔ ایک دفعہ کھجور کے مالک نے مجھے پکڑ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ نبی علیہ السلام نے مجھے پاس بلایا، میرا گمان تھا کہ مجھے ڈانٹ پڑے گی، مجھے مار پڑے گی، لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ مگر نبی علیہ السلام نے مجھے کچھ کہنے کے بجائے مجھ سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ تم بغیر اجازت لوگوں کے پھل کیوں کھاتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اچھے لگتے ہیں، تو جس درخت کے پھل اچھے لگتے ہیں، وہ میں کھاتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے پیار سے فرمایا: دیکھو! جو پھل درخت پر لگے ہوتے ہیں، وہ ملکیت ہوتے ہیں اور جو پھل نیچے گر جاتے ہیں، اگر تم چاہو تو ان کو اٹھا کر کھالیا کرو۔ ایک اصول بتا دیا، جو جائز تھا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کی بھوک دور فرما دے۔ اور دعا دیتے ہوئے نبی علیہ السلام نے اسے قریب کیا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا۔ وہ صحابیؓ

فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا محبت بھرا ہاتھ جب میرے سر پر آیا تو نبی علیہ السلام کی بات ایسے میرے دل میں بیٹھ گئی کہ میں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ آج کے بعد بغیر اجازت کے کسی کے پھل نہیں کھایا کروں گا۔

اب ذرا آنکھ بند کر کے ہم اپنے بارے میں سوچیں کہ اگر ہمارے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو ہم کیا کرتے؟ یا تو زبان سے کچھ بول دیتے یا ہاتھ سے کچھ کر دیتے، معاملے کو بگاڑ بیٹھتے، وہ بچہ سدھرنے کی بجائے الٹا دشمن بنتا اور پہلے سے زیادہ اسی کام کو کرنے پر آمادہ ہوتا۔ یہی بنیادی فرق ہے، اگر اچھے اخلاق سے انسان بات کرے تو وہ دوسرے کے دل میں اتر جاتی ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی۔ ہر انسان اسی بات کا پابند ہے کہ وہ اچھے اخلاق اور اچھی عادات کو اپنائے۔ جو بندہ بھی دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے گا، دوسروں کے بارے میں مثبت سوچ رکھے گا، دوسروں کو فائدہ دینے کی نیت رکھے گا، یقیناً وہ ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے گا۔ ایسا انسان اللہ رب العزت کی نظر میں قیمتی ہے۔

(المستدرک ۵۸۷۵-سنن الترمذی ۱۳۳۵-المعجم الکبیر ۴۳۳۲-سنن البیہقی ۱۹۴۴۶)

دیہاتیوں کے دل کیسے جیتے

ایک شخص دیہات سے آئے، مسلمان ہوئے، محفل میں بیٹھے۔ کافی دیر بیٹھنے کے بعد جب مجلس برخاست ہوئی تو ان کو پیشاب کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ جو اٹھے اور مسجد نبوی کے ساتھ خالی جگہ پر، جو کہ مسجد ہی کا حصہ تھا، پیشاب کرنے بیٹھ گئے۔ عام طور پر باہر دیہاتوں میں لوگ ایسا ہی کرتے ہیں، صحابہؓ نے دیکھا تو انہوں نے اس کو منع کرنے کی کوشش کی مگر نبی علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے ان کو بلایا اور محبت کے ساتھ پاس بٹھا کر فرمایا: دیکھو! مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں، بڑے ہیں، اس کے گھر کو

پاک رکھنا چاہیے اور گندگی سے بچانا چاہیے۔

اتنے پیارے انداز سے سمجھایا کہ اس کے خانے میں بات بیٹھ گئی۔ وہ صحابیؓ بڑے خوش ہوئے اور حیران بھی ہوئے کہ مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہوئی لیکن انہوں نے نہ مجھے طعنہ دیا، نہ شرمندہ کیا اور نہ انہوں نے مجھے ڈانٹا بلکہ مجھے اچھے اخلاق سے بات سمجھائی، جب وہ جانے لگے تو نبی علیہ السلام نے ان کو کچھ کپڑے ہدیہ اور تحفہ میں دے دیے، جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ پیدل جا رہے ہیں تو آپ کے پاس ایک سواری تھی، وہ سواری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدیہ میں دے دی، جب انہیں کپڑے بھی مل گئے اور سواری بھی مل گئی تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے کپڑے پہن لیے اور سواری پر بیٹھ گئے اور اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب وہ اپنی بستی میں داخل ہونے لگے تو دور سے ہی اونچی اونچی آواز سے پکارنے لگے...... اے میرے چچا!...... اے میرے ماموں!...... اے فلاں، اے فلاں، لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اتنی اونچی اونچی چیخ لگا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ میں ایک ایسے معلم کو دیکھ کر آیا ہوں کہ میں نے تو زندگی میں کبھی ایسی شخصیت نہیں دیکھی۔ میں نے اتنی بڑی غلطی کی لیکن انہوں نے میرے ساتھ اتنا پیار کا سلوک کیا...... مجھے معاف بھی کر دیا، کپڑے بھی دیے اور سواری بھی دی۔ دیکھو! کیسے اخلاق تھے ان کے! جب بستی والوں نے یہ سنا تو کہنے لگے: اچھا! اگر اتنے اچھے اخلاق والے ہیں تو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔ اس بستی سے تین سو آدمی ان کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے آ کر کلمہ پڑھ لیا۔ یوں نبی علیہ السلام نے دل جیتے تھے...... اور یوں اسلام پھیلا۔

یہودی کے ساتھ حسن معاملہ

یہودیوں کا ایک عالم تھا، ان کا نام زید بن سعنہ تھا، ان کا قصہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

زید بن سعنہ یہودی کے علماء میں سے ایک عالم تھے اور ان کے پاس مال بھی تھا،

وہ اسلام لائے اور ان کا اسلام بہت اچھا تھا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی غزوات میں حصہ بھی لیا، جب وہ تبوک سے مدینہ کی طرف آرہے تھے تو راستے میں ان کی وفات ہوگئی۔

ان سے عبداللہ بن سلام نے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کی تمام علامات دیکھ لیں، سوائے دو کے جن کا مجھے پتہ نہ چل سکا۔

وہ صفتیں کون سی تھیں؟ تورات میں لکھا ہوا تھا،، آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم ان کے غصے کا پر غالب ہوگا، اور اگر اسکے ساتھ کوئی جہالت کا برتاؤ کریگا تو ان کا حلم اور زیادہ بڑھ جائیگا۔

فرماتے ہیں: یہ دو علامت ایسی تھی جو مجھے ڈھونڈھنی تھیں، چنانچہ فرماتے ہیں: اب میں پلاننگ کر رہا تھا تا کہ مجھے کوئی موقع ملے اور میں ان کے ساتھ میل جول کرسکوں کہ (معلوم ہو) ان کا حلم کتنا ہے۔

کہتے ہیں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے حجرات میں سے نکلے اور حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک آدمی اپنی سواری پر آیا، جیسے دیہاتی ہوتا ہے وہ کہنے لگا: اے اللہ کے پیارے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں قریہ کے لوگ ایمان لے آئے، اگر آپ ان کو کوئی مدد بھجوانا چاہیں تو آپ ان کو بھیج سکتے ہیں، انکو قحط آ گیا، اس وقت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز نہیں تھی، زید کہتے ہیں: میں ذرا قریب ہوا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کہتے ہیں تو فلاں باغ کی اتنی کھجوریں آپ مجھے بیچ دیں۔

مقصد یہ تھا کہ میں ابھی دیتا ہوں، آپ مجھے کھجوریں دے دینا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں کھجوروں کا اتنا وزن دوں گا ... غ کی کھجوروں کی شرط نہیں (یہ بیع

سلم کہلاتی ہے) میں نے کہا: چلو ٹھیک ہے، پس سودا ہو گیا اور میں نے آپ کو اسی (۸۰) دینار دے دیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اسی (۸۰) دینار اس بندے کو دے دیے، اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لئے لے جاؤ، زید کہتے ہیں: ابھی مقررہ دن سے دو تین دن باقی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے جنازے کے لئے تشریف لائے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ بھی تھے، جب جنازہ پڑھ لیا تو میں آیا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور تہبند کے جوڑے پکڑ لیا اور بڑے غصے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

پھر میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم میرا حق نہیں دو گے؟ اللہ کی قسم! یہ عبدالمطلب کی اولاد کے لوگ قرض کی ادائیگی میں بہت برے ہیں۔

یعنی ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں، اس نے جان بوجھ کر غصہ دلانے والی بات کی۔

کہتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کی طرف دیکھا اور ان کی آنکھیں میری طرف لگ گئیں۔

پھر عمرؓ نے یہ فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ رہا ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر مجھے اس حق کے فوت ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیرا سر اڑا کے رکھ دیتا۔

اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو بڑے سکون کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے دیکھا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! میں اور وہ تیرے ایسے رویے کے محتاج نہیں، یعنی تیرا رویہ اور ہونا چاہئے تھا۔

وہ یہ کہ تو اس سے کہتا کہ تو اچھی طرح سے اپنا قرضہ مانگ اور مجھے کہتا کہ جی آپ قرضے کی ادائیگی میں جلدی کریں۔

پھر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جاؤ اور اسے اس کی کھجوریں دے دو اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دینا، اسلئے کہ تو نے اس کو دھمکی دی ہے۔

زید فرماتے ہیں کہ عمرؓ میرے ساتھ گئے، انہوں نے مجھے کھجوریں دیں اور انہوں نے بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں، پھر میں نے اسلام قبول کرلیا۔

اللہ اکبر کبیرا!.... اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کفار کے ساتھ معاملات کا یہ سبق فرمادیا۔

(اخلاق النبی اصبہانی ۱/۴۷۵- امتاع الاسماع ۲/۲۳۶- المعرفۃ والتاریخ ۱/۲۳۹- اسد الغابۃ ۱/۴۰۰)

کافر بچی کے سر پر نبی کی چادر

جب قبیلہ طے کا قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس وقت ایک نوجوان لڑکی کا بچہ گم ہوگیا، وہ ماں تھی اور وہ بھاگتی پھر رہی تھی کہ میرا بیٹا کہاں ہے، اس حالت میں اس کے سر سے چادر بھی اتر گئی۔

وہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ایک صحابیؓ کو دے کر فرمایا کہ اس لڑکی کو دے دو تا کہ وہ سر ڈھانپ لے، وہ صحابی کہتے ہیں: اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ تو ایک کافر کی بیٹی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ کافر کی بیٹی ہے، مگر بیٹی تو ہے، آج اگر تو اس کے سر کو ڈھانپے گا تو کل اللہ تعالی قیامت کے دن تیرے عیبوں پر رحمت کی چادر عطا فرمادیں گے۔

احترام انسانیت کا یہ درس اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا۔

حاتم طائی کی بیٹی سے حسن اخلاق

حاتم طائی کی بیٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی، اس وقت وہ کافرہ تھی، مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کیا،

چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے، اصابت خیل رسول ﷺ ابنة حاتم، فقدم بها على رسول اللّٰه ﷺ فی سبايا طيّ فجعلت ابنة حاتم فی حظيرة بباب المسجد فمر بها رسول اللّٰه ﷺ فقامت اليه وكانت امراة جزلة، فقالت: يارسول اللّٰه ﷺ! هلك الوالد وغاب الوافد، فامنن علی من اللّٰه عليک، قال من وافدک، قالت عدی بن حاتم قال الفار من اللّٰه ورسوله ثم مضى رسول اللّٰه ﷺ وتركنی حتی مر بی ثلاثا فاشار الی رجل من خلفه ان قومی فكلميه، فقمت فقلت: يارسول اللّٰه ﷺ! هلك الوالد وغاب الوافد، فامنن علی من اللّٰه عليک قال: قد فعلت، فلا تعجلی حتی تجدی ثقة يبلغک بلادک ثم آذنينی فسئالت عن الرجل الذی اشار الی فقيل علی ابن ابی طالب وقدم ركب من بلی فاتيت رسول اللّٰه ﷺ فقلت: قدم رهط من قومی قالت: فكسانی رسول اللّٰه ﷺ وحملنی، واعطانی نفقة فخرجت حتی قدمت الشام علی اخی عدی بن حاتم فقال لها عدی ماترين فی امر هذا الرجل، قالت اری ان تلحق به.

جب قبیلہ طے کے لوگ گرفتار ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے تو ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی، مسجد کے دروازے کے سامنے ایک جگہ تھی وہاں حاتم طائی کی بیٹی کو الگ رکھا گیا، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب سے گزرے تو وہ کھڑی ہوگئی، وہ بڑی سمجھدار عورت تھی، وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد فوت ہوگئے ہیں اور میرا محافظ بھائی بھی قریب نہیں ہے، میرے اوپر احسان کیجئے، اللہ آپ پر احسان کرے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تیرا محافظ کون ہے ؟ کہنے لگی: (میرے بھائی) عدی بن حاتم۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے فرار ہونے والا"

چونکہ عدی بن حاتم اس مقابلے سے پہلے ہی فرار ہوگیا تھا اس لئے اللہ کے حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

وہ کہتی ہے: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ تین مرتبہ ایسا ہوا، میں نے تین مرتبہ درخواست کی، مگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر چلے جاتے تھے، پیچھے ایک بندہ تھا اس نے مجھے اشارہ کیا کہ کھڑی ہو اور پھر بات کر لے، میں پھر کھڑی ہوگئی اور (چوتھی مرتبہ) کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور میرا محافظ بھائی قریب نہیں ہے میرے اوپر احسان کیجئے، اللہ آپ پر احسان کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے تیرا کام کر دیا ہے، جلدی نہ کر، کوئی ایسا بندہ ڈھونڈھ جو تجھے تیرے گھر حفاظت سے پہنچا دے، یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجہ سے خاموش تھے کہ کوئی ایسا بندہ نہیں مل پا رہا تھا، کیونکہ وہ ایک عورت تھی اس کو بھیجنا بڑی ذمہ داری کا کام تھا، اس کی جان، اس کے مال اور اس کی عزت کی حفاظت ضروری تھی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تمہیں کوئی ایسا بندہ مل جائے تو پھر تم مجھے بتا دینا۔

پھر میں نے ارشاد کرنے والے آدمی کے بارے میں پوچھا: بتایا گیا کہ وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

آخر سواروں کا ایک وفد بھی گرفتار ہو کر پیش ہوا۔

چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میری قوم کے کچھ بے اعتماد بندے آ گئے ہیں۔

وہ کہنے لگے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کپڑے بھی دیئے مجھے سواری بھی دی اور جانے کا خرچ بھی دیا، پھر میں وہاں سے نکلی، حتیٰ کہ میں شام میں عدی بن حاتم کے پاس پہنچ گئی، تو عدی نے اس سے پوچھا کہ اس بندے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

کہنے لگیں: میں چاہتی ہوں کہ تو بھی اسکے غلاموں میں شامل ہو جا۔

چنانچہ عدی بن حاتم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۷/۱۰۷-اسد الغابۃ ۱/۱۳۶۵)

احترام انسانیت کا نبوی نمونہ

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ یمامہ میں رہتے تھے، ان کی طرف سے مکہ والوں کو گندم آیا کرتی تھی، جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کو پتہ چلا کہ مکہ والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ آج کے بعد گندم کا ایک بھی دانہ ادھر سے مکہ کو نہیں پہنچے گا، چنانچہ مکہ والے مصیبت میں پڑ گئے۔

حدیث پاک میں ہے، جب ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے تو کہہ دیا کہ جب تک میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے یمامہ سے گندم کا ایک بھی دانہ نہیں آئیگا۔

پھر کیا ہوا؟ مکہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک رقعہ لکھا، آپ تو رشتہ داریوں کو جوڑنے کا حکم دیتے ہیں، ہماری گندم بند ہوگئی اور ہم بھوک کی وجہ سے مرنے لگے ہیں، آپ رحم فرمائیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا کہ اے ثمامہ رضی اللہ عنہ! ان کی گندم نہ روکو، چنانچہ اللہ تعالی کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر مکہ والوں کی گندم دوبارہ شروع ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ Respect of Humanity (احترام انسانیت) کی وجہ سے۔

(ابوداؤد ۳۶۸)

ایثار کا نادر واقعہ

ابوالحسن نوریؒ سے بادشاہ وقت نے اپنی مرضی کا کوئی فتوی مانگا، مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ بادشاہ نے تین علماء کو گرفتار کروایا، وہ چاہتا تھا کہ ان کو سزا دی جائے، لہٰذا غصے میں آکر اس نے ان کے قتل کے احکام جاری کر دئے۔

جب جلاد قتل کرنے لگا تو بادشاہ نے دیکھا کہ ابوالحسن نوریؒ سب سے آگے کھڑے ہیں، اسے ان کے ساتھ عقیدت بھی تھی، وہ چاہتا تھا کہ باقی دو کو تو قتل کر دیا جائے اور ان کو میں کسی بہانے سے معاف کر دوں، اس لئے وہ کہنے لگا کہ یہ جگہ ٹھیک نہیں ان کو فلاں جگہ پر قتل کرو، اس کا مقصد تھا کہ ان کی ترتیب بدل جائیگی، جب دوسری جگہ پر ان کو دیکھا تو ابوالحسن نوریؒ پھر آگے کھڑے تھے، وہ بڑا حیران ہوا اور اس نے ان کو قریب بلایا اور کہا کہ یہاں ان کو قتل کرو، تیسری جگہ پھر ابوالحسن نوریؒ آگے کھڑے ہو گئے، بادشاہ نے حیران ہو کر اب ان کو اپنے قریب بلا لیا، اور حقیقت بتا دی کہ میں چاہتا ہوں کہ پہلے دوسروں کو قتل کر دیا جائے، مگر ہر دفعہ آپ ہی آگے کھڑے نظر آئے، آخر کیا وجہ ہے؟ ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جب میں آگے کھڑا ہوں تو جتنی دیر اس جلاد کو مجھے قتل کرنے میں لگے گی میرے ان بھائیوں کو اتنی دیر کے لئے زیادہ زندہ رہنے کا موقع مل جائیگا۔

(تذکرۃ الاولیاء ۲۰۸- تاریخ بغداد ۱۳۴/۵- احیاء العلوم ۱۷۳/۲)

ایک بچے کے ایفاء عہد پر پوری قوم مسلمان

ایک نوجوان کسب حلال کے لئے کسی دوسرے شہر میں گیا، ایک دن چھٹی تھی، چنانچہ اس نے سوچا کہ آج میں شکار کرتا ہوں لہذا وہ پرندوں کا شکار کرنے کے لئے نکلا، اللہ کی شان کہ جب اس نے ایک پرندے کی طرف تیر پھینکا تو نشانہ خطا ہوا اور وہ تیر ایک کھیلتے ہوئے عیسائی لڑکے کو جا کر لگا، جیسے ہی اسے تیر لگا اس کی یہیں ڈیتھ ہو گئی۔

وہ نوجوان بچے کو اٹھانے کے لئے بھاگا، اتنے میں بچے کے والدین بھی آ گئے، اس نے بتایا کہ میں نے ارادتا تو ایسا نہیں کیا، میں نے تو اپنی طرف سے پرندے کو تیر مارا تھا، مگر نشانہ خطا ہو گیا، آگے یہ کھیل رہا تھا اور تیر اسے لگ گیا، اس بچے کے رشتہ داروں نے اس کے والدین سے یہ کہا ہمیں تو نہیں پتہ کہ اس نے ارادتا تیر مارا ہے یا غلطی سے لگا ہے، چنانچہ انہوں نے بچے کے والدین کو مشورہ دیا کہ اس پر مقدمہ کر دیا جائے، قاضی مسلمان ہے، لہٰذا ہمیں توقع ہے کہ جو حقیقت ہے وہ کھل جائیگی، ہمیں انصاف ملیگا، چنانچہ اس نوجوان پر مقدمہ کر دیا گیا۔

جب نوجوان کو قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی نے پوچھا: کیا ایسا واقعہ ہوا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ہوا ہے، قاضی نے کہا: پھر دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لو، یا تو اس کے ورثاء کو راضی کر لو اور اگر راضی نہیں ہوتے ہیں تو پھر.... ﴿ان النفس با لنفس﴾ (جان کے بدلے جان)....کہ مصداق تمہیں پھانسی دی جائیگی، چنانچہ اس نوجوان نے اس بچے کے والدین کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر وہ کسی صورت پر راضی ہو ہی نہیں رہے تھے، لہٰذا قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ اسکو جیل میں بھیج دیا جائے اور اگلے جمعہ کو جب نماز جمعہ پڑھ کر سزائیں دی جائیں گی تو اسکی سزا کا فیصلہ بھی سنا دیا جائیگا، چنانچہ اس نوجوان کو جیل بھیج دیا گیا۔

جیل کا سپرنٹنڈنٹ عیسائی تھا، اس نوجوان نے اس سے رابطہ کیا اور کہنے لگا: میں مسلمان ہوں مجھ سے یہ معاملہ ہوا ہے اور میرے پیچھے میرا خاندان بھی ہے، بچے بھی ہے اور ان کو میرے اس معاملے کا پتہ نہیں، اگر آپ مجھے اپنی ذمہ داری پر Release, (رہا) کر دیں تو جمعہ سے پہلے واپس آ جاؤں گا....عیسائیوں کے دلوں میں اس زمانے میں مسلمانوں کے ایفائے عہد کی اتنی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ عیسائی کہنے لگا: ٹھیک ہے تم چلے جاؤ اور جمعہ سے پہلے آ جانا، اس نے قتل کے مجرم کو جیل سے گھر بھیج دیا۔

جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد جب قاضی نے پوچھا: فلاں بندہ کہاں ہے؟ جیل

کے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ میں نے اسے اپنی ذمہ داری پہ بھیجا تھا مگر ابھی تک وہ آیا نہیں، قاضی نے کہا: ٹھیک ہے، باقی مقدمات نمٹنے تک ہم انتظار کریں گے اور اگر اس وقت تک بھی وہ نہ آیا تو اس نوجوان کے بدلے میں ہم آپ کو پھانسی دیں گے کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑا تھا۔

اب عیسائی اور زیادہ پریشان ہوئے کہ بندہ بھی ہمارا مرا، اور اب افسر بھی ہمارا پھانسی چڑھائیگا، اس دوران قاضی دوسروں کے مقدمات سمیٹنے میں لگ گیا، جب آخری بندہ نمٹ گیا تو قاضی نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو بلایا اور کہا کہ اب ہم یہ حد آپ پر قائم کریں گے، یہ بات سننے کے باوجود جیل سپرنٹنڈنٹ کے چہرے پر پریشانی کے آثار بالکل نہیں تھے، چنانچہ وہ آرام سے قاضی کے قریب آ گیا، لوگ حیران تھے کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے۔

اتنے میں کسی نے کہا جی آپ تھوڑی دیر کے لئے انتظار کرلیں کہ دور سے کوئی آدمی آتا نظر آرہا ہے، قاضی نے کہا ٹھیک ہے، چند منٹ انتظار کر لیتے ہیں، چنانچہ چند منٹ کے اندر ہی نوجوان دوڑتا ہوا آیا، وہ پسینے میں شرابور تھا، اس نے آتے ہی سب سے پہلے اس جیل سپرنٹنڈنٹ سے معافی مانگی اور کہا کہ میرے راستے میں ایک دریا تھا مجھے تیرنا نہیں آتا تھا اور مجھے کشتی کے انتظار میں دیر ہوگئی، جس کی وجہ سے میں اپنے وعدے پر پورا نہیں اتر سکا، ورنہ میں وقت سے پہلے پہنچ جاتا، بہر حال اب میں پہنچ چکا ہوں مجھے قاضی صاحب کے سامنے پیش کر دیں، جب عیسائیوں نے اس نوجوان کی ایفائے عہد کی یہ بات سنی تو بچے کے ورثاء نے قاضی سے کہا: قاضی صاحب! اس نوجوان نے اگر عہد پورا کرنے کی یہ مثال پیش کردی ہے تو ہم آپ کی موجودگی میں دو باتیں کرتے ہیں۔

.....ایک تو بچے کے قتل کا مقدمہ واپس لیتے ہیں۔

......دوسرا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ کافر ہمارے عملوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں۔

خیر خواہی نے مسلمان بنا دیا

جس زمانے میں بغداد مسلمانوں کا مرکز تھا، اس وقت کافروں نے ایک نوجوان کو بغداد میں بھیجا کہ ذرا مسلمانوں کے ماحول معاشرے کا پتہ کر کے آؤ کہ ان کے اندر وہ کیا چیز ہے جسکی وجہ سے یہ پوری دنیا میں غالب آتے جا رہے ہیں؟

جب وہ بغداد میں پہنچا تو اس وقت وہ تھکا ہوا بھی تھا اور اسے بھوک بھی لگی ہوئی تھی، چنانچہ اس نے سوچا کہ میں ہوٹل سے کھانا کھا لیتا ہوں، وہ ہوٹل میں کھانا کھانے کے لئے گیا، جب وہ کھانا کھا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ کوئی دوسرا بندہ اس کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے، یہ سمجھا کہ میں اس کے لئے پردیسی اور اجنبی ہوں، شاید اسی وجہ سے مجھے بار بار دیکھ رہا ہے، جب وہ کھانا کھانے کے بعد پیسے ادا کرنے کے لئے کاؤنٹر پر آیا تو کاؤنٹر والے نے کہا: جناب! آپ کی پیمنٹ ہو چکی ہے، اس نے پوچھا: جی! میری پیمنٹ کیسے ہو چکی ہے؟ اس نے کہا: آپ کے سامنے ایک مسلمان بیٹھا تھا، اس نے دیکھا کہ آپ پردیسی ہیں، وہ اپنے پیسے بھی دے گیا اور یہ کہہ کر گیا کہ یہ بھائی آج میرا مہمان ہے، لہذا اس کے پیسے بھی میں ادا کرتا ہوں، چنانچہ وہ آپ کی پیمنٹ بھی کر کے چلا گیا، اور اس کو اتنی طمع بھی نہیں تھی کہ وہ آپ کو اطلاع دیتا اور آپ کی زبان سے شکریہ کا لفظ سن لیتا، یہ سن کر وہ حیران ہوا کہ مسلمان ایسے لوگ ہوتے ہیں۔

اس کے بعد وہ آگے بڑھا ایک دکان پر اسے کوئی چیز خریدنی تھی، چنانچہ اس نے دکاندار سے پوچھا: کہ آپ کے پاس فلاں چیز موجود ہے؟

دکاندار نے کہا: ہاں موجود ہے۔

اس نے پوچھا: اس کی قیمت کتنی ہے؟

دکاندار نے کہا: اتنی

اس نے کہا: اچھا! آپ مجھے ایک عدد دے دیجئے۔

دکاندار نے کہا: جناب! آپ میری ایک بات مان لیجئے کہ یہی چیز آپ کو سامنے والی دکان سے اسی دام میں مل جائیگی، آپ وہاں سے خرید لیں۔

چنانچہ یہ وہاں پہنچا اور اسے وہی چیز اتنے ہی دام میں وہاں سے مل گئی، مگر اس کے دل میں خلش پیدا ہوئی کہ پہلے دکاندار نے انکار کیوں کیا؟ لہٰذا وہ لوٹ کر پہلے کے پاس آیا۔

اس نے پوچھا: جناب کیا آپ کے پاس یہ چیز موجود نہیں تھی، یا آپ دینا نہیں چاہتے تھے؟

دکاندار نے کہا: جناب میرے پاس یہ چیز موجود تھی، میں نے سوچا کہ آج میرے پاس اتنے گاہک آچکے ہیں کہ میرے بیوی بچوں کا گزارا اچھا ہو جائیگا، میں نے دیکھا کہ میرے سامنے والے بھائی کے پاس آج تھوڑے گاہک آئے ہیں، میں نے سوچا کہ اگر آپ اس سے کوئی چیز خرید لیں گے تو اسے بچت ہو جائیگی اور آج رات اس کی بیوی بچوں کا گزارہ ہو جائیگا۔

ایک وقت تھا دکاندار ایک دوسرے کے اتنے خیر خواہ ہوتے تھے۔

نوٹ: اس قسم کا ایک واقعہ مفتی تقی صاحب مدظلہ نے ذکر فرمایا ہے۔

اصلاحی واقعات ۳ ۲۷

حسن سلوک واخلاق پر اکابر کے واقعات

(۱)....چنانچہ ایک عالم حضرت شیخ الہندؒ کو ملنے کے لئے آئے تو راستے میں ایک ہندو بھی اس کے ساتھ ہو گیا، اب یہ گھبرانے لگے کہ یہ میرے ساتھ تو ہو گیا ہے، پتہ نہیں حضرت شیخ الہندؒ اس کو پسند بھی کرے یا نہیں، ملنے کے لئے آئے، حضرت نے دونوں کو کھانا کھلایا اور سلا دیا، وہ عالم کہتے ہیں کہ جب رات کو میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ ہندو مہمان سویا ہوا ہے اور شیخ الہندؒ جیسے بڑے بزرگ اور عالم بیٹھے ہوئے اسکے پاؤں دبا رہے ہیں۔

بیس بڑے اولیاء ۱۵۸۔ ارواح ثلثہ ۴۰ ۲۔ مجالس حکیم الامت ۲۶۱

(۲)....حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے، ایک ہندو بیت الخلاء میں گیا تو اس نے دیکھا کہ بہت گندگی پڑی ہوئی تھی، اتنی گندگی کہ کوئی آدمی وہاں پر کہیں بھی فراغت حاصل نہیں کر سکتا تھا، وہ واپس آ گیا اور بڑا شکوہ کر رہا تھا کہ لوگ صفائی کا خیال نہیں کرتے، گندگی مچادی ہے، کوئی دوسرا بندہ ٹوائلٹ استعمال ہی نہیں کر سکتا، اس کی یہ بات سن کر حضرت مدنیؒ چپکے سے اٹھے اور جا کر انہوں نے بیت الخلاء کو دھو کر صاف کر دیا اور واپس آ کر کہنے لگے کہ میں نے ابھی بیت الخلاء استعمال کیا ہے، اب تو بہت صاف ہے، چنانچہ وہ ہندو گیا اور اس نے بیت الخلاء کو استعمال کیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ میں آپ کا بہت مخالف تھا لیکن آپ کے اس عمل نے تو مجھے آپ کا عاشق بنا دیا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے واقعی اللہ کو راضی کر لیا تھا۔

مآثر شیخ الاسلام ۴۰۹

(۳)....حضرت مفتی شفیعؒ نے لکھا ہے کہ مجھے اللہ رب العزت نے جب مفتی اعظم بننے کی توفیق دی تو اس کی وجہ ایک بڑھیا کی دعائیں تھیں، میں ایک دفعہ جا رہا تھا، ایک بڑھیا کنوئیں سے پانی بھر کر گھر لے جانا چاہتی تھی وہ انتظار میں تھی کہ کوئی میرے سر پر گھڑا رکھ دے، میں نے دیکھا کہ بڑھیا کمزور ہے اور گھڑا وزنی ہے، یہ کیسے اٹھائیگی؟ کہتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ مجھے آپ راستہ بتائیں، میں گھڑا آپ کے گھر پہنچا دیتا ہوں چنانچہ میں نے اپنے سر پر گھڑا رکھ لیا اور اسکے گھر پہنچا آیا، اس بڑھیا نے مجھے اتنی دعائیں دیں کہ اسکی دعاؤں سے اللہ مجھے اتنا علمی مقام عطا فرما دیا۔

علامات محبت ۲۹۳ بحوالہ خدمت خلق

بلی پر رحم کیا تو کیا ملا

حضرت باقی باللہؒ کو واقعہ ہے، سمرقند کے رہنے والے تھے، ایک رات انہوں نے تہجد پڑھی، سخت سردی تھی، ٹھٹھر رہے تھے، تو سخت سردی کی وجہ سے مصلے سے اٹھ کر واپس

اپنے بستر میں آنے لگے تو کیا دیکھا کہ بستر میں ایک بلی گھس گئی تھی، تو انہوں نے سوچا کہ بلی کی نیند خراب نہ ہو، واپس آ کر مصلے پر بیٹھ گئے اور بقیہ رات سردی میں ٹھٹھرتے گزار دی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے شیخ کو بشارت ملی کہ جائیں اور وہاں ان سے ایک عظیم شخصیت بیعت ہونگے، لہٰذا وہ وہاں آئے اور وہاں ان سے حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگ بیعت ہوئے۔

ہمارے مشائخ تو جانوروں کی ضرورت کو بھی اپنی ضرورت پر فوقیت دیتے تھے۔

حضرات القدس دفتر اول ۲۲۳

مولانا روم کو معرفت کی دولت

کسی نے مولانا رومؒ سے پوچھا کہ آپ نے مثنوی لکھی تو اس میں بڑی معرفت کی باتیں لکھیں، یہ معرفت کیسے ملی؟ انہوں نے فرمایا: ایک کتے کی وجہ سے، پوچھا: وہ کیسے؟ کہنے لگے کہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا، کھیتوں کے درمیان چھوٹا سا راستہ تھا، پگڈنڈی تھی اور اس پر ایک کتا سویا ہوا تھا، تو میں نے سوچا کہ میں قریب سے گزروں گا تو کتے کی نیند خراب ہوگی، میں تھوڑی دیر کے لئے رک گیا، تھوڑی دیر کے بعد کتا خود ہی اٹھ کر چلا گیا، پھر میں آگے چلا تو مجھے اللہ تعالی کی طرف سے یہ بات القاء کی گئی کہ تو نے کتے کے آرام کا بھی خیال رکھا، اسکے بدلے ہم تمہیں اپنی معرفت عطا فرمائیں گے، چنانچہ اللہ تعالی نے کتنی معرفت کی باتیں میری زبان سے کہلوا دیں!۔

(مخزن اخلاق)

ہم سے تو بہروپیہ اچھا

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دربار میں ایک بہروپیہ اپنا بھیس بدل کر آیا، بادشاہ نے پہچان لیا، بہروپیے نے انعام مانگا کہ میں نے سانگ رچایا ہے، بادشاہ نے کہا: بھئی! میں

نے تو پہچان لیا جب نہیں پہچان سکیں گے تو انعام بھی دیں گے۔

بہروپے نے کہا: بہت اچھا، چنانچہ وہ چلا گیا، وہ سوچ میں پڑ گیا کہ میں کونسا روپ اختیار کروں کہ ان کو پتہ نہ چل سکے؟ بالآخر اس کے دل میں بات آئی کہ بادشاہ اللہ والوں کا بڑا قدردان ہے، یہ خیال آنے کے بعد اس نے شہر کے باہر جا کر ایک جگہ اپنی جھونپڑی لگا لی اور اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا، جو آدمی بھی پاس جاتا وہ اسے واپس بھیج دیتا، جب اسی طرح وہ ذکر میں لگا رہا تو آہستہ آہستہ اس کی شہرت ہوگئی، لوگوں نے آکر دعائیں کروانا شروع کر دیں۔

اورنگ زیب عالمگیر کو بھی ان کا پتہ چل گیا، ان کی عادت تھی کہ جب انکو پتہ چلتا کہ کوئی اللہ والا ہے تو خود اس کے پاس ملنے کے لئے جاتے تھے، چنانچہ وہ خود بھی گئے اور اپنے وزراء کو بھی لے کر گئے، ان سے دعا کروائی اور ہزاروں دیناروں سے بھری ایک تھیلی ان کو ہدیہ کے طور پر پیش کی، انہوں نے کہا: جی نہیں، ہمیں ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے، ان کی تم دنیاداروں کو ضرورت ہے، لے جاؤ اپنے ساتھ، اورنگ زیب عالمگیرؒ اور زیادہ معتقد ہوئے کہ یہ بندہ تو بے غرض اور بے طمع ہو کر اللہ اللہ کر رہا ہے، چنانچہ تھیلی لے کر واپس چلے گئے۔

ابھی اورنگ زیبؒ جا کر دربار میں بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں وہ بہروپیہ آکر کہنے لگا: بادشاہ سلامت! السلام علیکم

بادشاہ نے کہا: وعلیکم السلام

بہروپیے نے کہا: بادشاہ سلامت! انعام دیجئے

بادشاہ نے پوچھا: بھئی! کس بات کا انعام؟

اس نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ مجھے نہیں پہچان سکے۔

بادشاہ نے پوچھا: بھئی! میں کیسے نہیں پہچان سکا؟

اس نے پوچھا: جی! آپ ابھی جس بندے سے مل کر آئے ہیں وہ کون تھا؟ بادشاہ نے کہا: وہ ایک اللہ والا تھا۔

بہروپیے نے کہا: بادشاہ سلامت! وہ میں تھا، میں نے اپنے آپ کو ایسا بنا کر پیش کیا کہ آپ نہ پہچان سکیں، لہٰذا آپ مجھے انعام دیجئے۔

بادشاہ بڑا حیران ہوا اور اس نے اسے انعام دیا، لیکن انعام تھوڑا تھا۔

بہروپیے نے کہا: بادشاہ سلامت! انعام تو بہت کم ہے۔

بادشاہ نے کہا: میں تو بس یہی دے سکتا ہوں، ہاں! جب تم وہاں تھے تو میں نے تو دیناروں سے بھرا ہوا تھیلا پیش کیا تھا، تم اس وقت قبول کر لیتے تو پورا تھیلا تمہارا ہوتا، اب کیوں انعام کی کمی کا شکوہ کر رہے ہو؟۔

بہروپیے نے کہا: بادشاہ سلامت! جب آپ نے مجھے تھیلا دیا تھا تو خیال میرے دل میں بھی آیا تھا کہ اچھا موقع ہے، تھیلا ہی لے لیتا ہوں، مگر پھر دل میں خیال آیا، نہیں، اگر چہ تو بہروپیہ ہے مگر اللہ والوں کا بھیس بنا کر بیٹھا ہوا ہے، اگر تو نے تھیلا قبول کر لیا تو اللہ والوں کی مسند بدنام ہو جائیگی کہ اللہ والے بھی اس طرح ہدیہ قبول کرتے ہیں، لہٰذا میں نے وضع قطع کا لحاظ رکھا اور میں نے تھیلے کو ٹھوکر لگا دی۔

(ملفوظات فقیہ الامت۔حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ۴۵۔علمی مضامین ۳۷۵)

احسان کا ایک واقعہ

چنانچہ ہمارے نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت خواجہ بہاؤالدین بخاریؒ انکے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جا رہے تھے، تو انہوں نے قبرستان میں ایک زخمی کتے کو دیکھا، ان کے دل میں بڑا اثر ہوا کہ یہ کتا ہے اور زخمی ہے، ان کے پاس جو کچھ پیسہ تھا انہوں نے اسکی مرہم پٹی پر لگا دیا، وہ روزانہ جو کاروبار کرتے تھے یعنی مزدوری وغیرہ اس میں سے کچھ گھر والوں کو دیتے اور جو بچتا اسکی روٹی لے کر اس کتے کو ڈال آتے، جہاں وہ زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا، چند دن اس کتے کو وہ کھانا دیتے رہے اور اسکے زخم پہ مرہم لگاتے رہے، حتیٰ کہ اس کتے کا زخم ٹھیک ہو گیا اور وہ صحت مند ہو گیا، جب وہ صحت مند ہو کر اس جگہ سے

دوسری جگہ چلا گیا تو اللہ نے اسی رات ان کو معرفت کا نور عطا کیا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی تفصیلات عطا فرمائیں، تو یہ ان کی زندگی کے حالات میں لکھا ہے کہ کتے کی خدمت کرنے پر اللہ نے ان کو اپنی معرفت کا نور عطا فرما دیا تو اگر ہم کسی انسان کی خدمت کریں گے تو اس پر اللہ کی کیا کچھ رضا ملے گی۔

بائع کے ساتھ خیر خواہی

مشتری بھی بائع کا خیر خواہ ہوا کرتا تھا...... ایک صحابی رضی اللہ عنہ گھوڑا خریدتے ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے وہ گھوڑا ایک ہزار درہم میں خریدا۔ اسے لے کر گھر آئے، انہوں نے اسے باندھ دیا۔ اگلے دن ان کے ایک دوست آئے۔ انہوں نے اپنے دوست سے کہا: میں نے یہ گھوڑا خریدا ہے۔ دوست نے دیکھ کر کہا: جی یہ تو بہت اچھا گھوڑا ہے، لگتا ہے کہ یہ تو پندرہ سو درہم کا ہوگا۔ جب اس نے یہ ویلیوایشن دی کہ یہ پندرہ سو درہم کا ہوگا تو وہ اگلے دن پانچ سو درہم اور لے کر گھوڑا بیچنے والے کے پاس گئے اور کہا:

''جی آپ یہ پانچ سو درہم اور لے لیجیے، وہ آپ کی چیز تھی اور آپ کو اس کی ویلیو کا اندازہ نہیں تھا۔ ایک تھرڈ پرسن (تیسرے بندے) نے اس کو Evaluate (پرکھا) کیا ہے کہ یہ پندرہ سو درہم کا ہے، لہٰذا میں آپ کو پانچ سو درہم دینے کیلیے آیا ہوں، میں آپ کے ساتھ بدخواہی نہیں کرسکتا۔''

صاحبزادی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

(۱)....جب بدر کے قیدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے تو ایک قیدی ابوالعاص بھی پیش ہوئے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ کے خاوند تھے مگر انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، انہوں نے حضرت زینبؓ سے کہہ دیا تھا کہ

اگر تم مکہ سے مدینہ جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ، میں اسلام قبول نہیں کرتا چنانچہ وہ غزوۂ بدر کے بعد ہجرت کی غرض سے مکہ سے مدینہ آنے لگیں، تو راستے میں کافروں نے کہا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہو کر بحفاظت کیسے جا سکتی ہو؟ لہذا انہوں نے ان کو سواری سے دھکہ دے دیا اور وہ اونٹ سے نیچے آ گریں، ان کا حمل بھی ضائع ہو گیا اور ان کو کمر میں درد بھی رہنے لگا، اس کے بعد انہوں نے بڑی تکلیف میں وقت گزارا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر کی تکلیف دیکھ کر رو دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری اس بیٹی کو دین کی خاطر کتنی تکلیفیں دی گئیں۔

(السیر ۃ النبویۃ لابن کثیر ۲/ ۵۱۷- سبل الہدیٰ ۱۱/ ۲۹- امتاع الاسماع ۵/ ۳۴۳)

مکہ مکرمہ میں جب حضرت زینبؓ کو پتہ چلا کہ میرے خاوند مدینہ منورہ میں قید ہو چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو فدیہ کے عوض آزاد کرنے کا حکم دے دیا ہے تو انہوں نے بھی اپنے سونے کا ہار فدیے کے طور پر بھیجا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدیہ لے کر قیدیوں کو واپس کر رہے تھے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کے سامنے اپنی بیٹی کا وہ ہار آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز کی شکل میں اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کو پہنایا تھا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی کی تکلیفیں یاد آ ئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم میرا مشورہ قبول کرو تو یہ ہار بھی واپس لوٹا دو اور اس بندے کو بھی آزاد کر دو، صحابہ کرامؓ نے اس بات کو قبول کر لیا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سے کتنی محبت تھی۔

(السیر ۃ النبویۃ لابن کثیر ۲/ ۴۸۴- سبل الہدیٰ ۴/ ۷۱- السیر ۃ الحلبیۃ ۲/ ۴۵۳- الروض الانف ۳/ ۱۰۳)

(۲)....نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہ صرف بیٹیوں کی بلکہ بیٹیوں کی بیٹیوں کی محبت بھی ہوتی تھی، ایک مرتبہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے،

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے وقت ان کو اپنے مبارک کندھے پر بٹھالیا اور امامت شروع کروادی، صحابہ کرامؓ پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع میں جاتے تو اس بچی کو اتار کر قریب کھڑا کر دیتے، پھر سجدہ کر لیتے اور جب سجدے سے کھڑے ہونے لگتے تو اس بچی کو دوبارہ کندھے پر بٹھا لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری نماز اسی حالت میں پڑھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھی۔

(سنن ابوداؤد ۹۱۸-سنن النسائی الکبریٰ ۷۹۰)

جب بیٹیوں کی اولاد سے بھی محبت ہوتی ہے تو پھر بیٹیوں سے کتنی محبت ہوتی ہوگی۔

(مسند احمد ۲۲۶۳۷-ذخائر العقبی (طبری) ۱۶۱)

کفر کے معاشرے کی ایک مثال

ہمارے ایک واقف کار تھے جو U.K. (انگلینڈ) میں رہتے تھے۔ یہاں سے ان کے ماموں ان سے ملنے کے لیے گئے۔ ان کے یہاں آموں کے باغات تھے۔ جب جانے لگے تو والدہ نے پھلوں کی ایک ٹوکری دی اور کہا کہ میرے بیٹے کو اپنے باغ کے پھل دینا...... ماں ایسی ہستی ہے کہ جب تک وہ اپنے ہاتھ سے کھانے کی چیز نہ دے اسے تسلی ہی نہیں ہوتی ...... چنانچہ ان کے ماموں پھلوں کی ٹوکری لے کر ان کے پاس گئے اور کہا کہ یہ تحفہ تمہاری امی نے تمہارے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے خود بھی آم کھائے اور کچھ آم دائیں طرف والے پڑوسیوں کو بھیج دیے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازے پر جا کر دیکھا تو دونوں طرف کے پڑوسی موجود تھے۔ پوچھا:

آپ لوگ کیسے آئے؟ انہوں نے کہا، مسٹر احمد! آپ نے جو آم بھیجے وہ بہت ہی مزے دار تھے۔ ہم نے بہت انجوائے کیا، لیکن آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں کہ ان کی پرائس کتنی تھی؟ آپ ہمیں بل دیں تاکہ ہم آپ کو پے کریں...... اب اس معاشرے کے لوگ حیران! جب کوئی اللہ کی رضا کے لیے کسی کو گفٹ دے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اگر وہ گفٹ بھی کرتے ہیں تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے، انہیں ایک دوسرے کو بے مقصد گفٹ دینا سمجھ میں نہیں آتا۔

اسلامی معاشرے کی مثال

لیکن اسلامی معاشرے کے اس خلق ''ایثار'' کا ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔ یہ آج سے تقریباً تیس سال پہلے کا واقعہ ہے...... ایک صاحب کابل گئے اور وہاں سے واپس آتے وقت وہ انار اور دوسرے پھلوں کی ایک ٹوکری بھر کر لائے۔ اللہ کی شان کہ جب وہ یہاں پاکستان پہنچے تو انہوں نے وہ ٹوکری اپنی والدہ کے حوالے کر دی اور کہا کہ میں آپ کے لیے وہاں سے تحفہ لایا ہوں۔

ان کے کچھ رشتہ دار انہیں دہلی سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے اور وہ اسی دن واپس جا رہے تھے۔ والدہ نے بیٹے سے کہا: بیٹا! رشتہ دار مستورات واپس جا رہی ہیں۔ کیوں نہ یہ پھلوں کی ٹوکری ان کو دے دیں؟ چنانچہ انہوں نے وہ پھلوں کی ٹوکری ان کو دے دی۔ اب جب ان لوگوں نے پھلوں کی وہ ٹوکری اپنی والدہ کو دی۔ اس وقت اس کی والدہ کے پاس گھر کی خادمہ (ماسی) جو بیوہ تھی، اپنے گھر کے دکھڑے بیان کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میرے بچے یتیم ہیں، خاوند نہیں ہے، بڑی پریشانی کا عالم ہے۔ جب اس کی والدہ نے اس عورت کے دکھڑے سنے تو اس نے وہ ٹوکری اسی طرح اٹھا کر اس خادمہ کے حوالے کر دی اور اس طرح اس کے یتیم بچوں نے ان

پھلوں کو کھایا...... اللہ اکبر!!...... کابل سے پھل چلتے ہیں اور لا ہور آتے ہیں اور لا ہور سے دہلی جاتے ہیں، اور دہلی جا کر ایک بیوہ عورت کے ہاتھ میں پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے ان یتیموں کو وہ پھل کھانے کو مل جاتے ہیں۔ اسلام ہمیں ایثار کی یہ تعلیم دیتا ہے۔ اب آپ ذرا کھلے دل و دماغ سے سوچیے کہ ان دونوں طریقہ ہائے زندگی کے درمیان موازنہ کر کے دیکھیے کہ انسانیت کی صحیح تصویر کس طریقہء زندگی میں نظر آتی ہے۔ یقیناً وہ تصویر دین اسلام میں ہی نظر آتی ہے۔

تابعین کے دور کی حیرت انگیز مثال

تابعین کے زمانے کا ایک واقعہ ہے۔ ایک صاحب نے زمین خریدی اور دوسرے نے زمین بیچی۔ خریدنے والے نے ہل چلائے۔ جب گہرا ہل چلایا گیا تو اس زمین میں سے ایک صندوق برآمد ہوا۔ اس کے اندر سونا چاندی بھرا ہوا تھا۔ پہلے زمانے کے لوگ سونا چاندی کو محفوظ کرنے کیلیے زمین میں دبا دیتے تھے۔ جب وہ خزانہ نکلا تو وہ آدمی بڑا حیران ہوا۔ اس نے سوچا کہ میں نے تو اس سے زمین خریدی تھی۔ خزانہ تو نہیں خریدا تھا۔ لہٰذا اگلے دن وہ بیچنے والے کے پاس گیا اور جا کر کہنے لگا، جی زمین سے یہ خزانہ نکلا ہے، یہ آپ کا ہے اور آپ مجھ سے یہ لے لیجیے۔ جب یہ دینے لگا تو اس بندے نے کہا، نہیں بھئی! جب میں نے زمین بیچ دی تو اس کے بعد اس میں سے جو نفع نکلے گا وہ آپ کا ہوگا، میرا نہیں ہوگا، لہٰذا یہ میرا نہیں بلکہ آپ کا ہے۔

اب ان کا آپس میں اختلافِ رائے ہو گیا۔ لہٰذا فیصلہ کروانے کے لیے دونوں جج کے پاس آئے۔ جب ہم صحیح معنوں میں مسلمان تھے تو ہمارے ایسے مقدمے عدالتوں میں آتے تھے کہ ایک کہتا تھا کہ میرا حق نہیں، میرے بھائی کا حق ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ میرا نہیں، میرے بھائی کا حق ہے۔ جج صاحب! فیصلہ کر دیجئے۔ آج کے تو معاملات ہی اور ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ اپنے حق کی خاطر خون کا آخری قطرہ بھی بہا دوں گا، جبکہ

دوسرا کہتا ہے کہ میں اپنے حق کی خاطر یہ کر دوں گا۔ اس لیے آج عدالتوں میں جاؤ تو عداوتیں ملتی ہیں۔

(شرح الاربعین النوویۃ عطیہ بن محمد سالم ۳۴/۷)

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا گیا۔ جج بھی حیران تھے کہ اس مقدمے کا فیصلہ کیسے کریں! اس وقت کے جج صاحب بھی تقویٰ والے لوگ تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کو معرفت کے نور سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے ان دونوں سے ان کی زندگی کے حالات پوچھے۔ اس طرح ان کو پتہ چل گیا کہ ان میں سے ایک کے گھر میں بیٹا جوان تھا اور دوسرے کے گھر میں بیٹی جوان تھی۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے ججمنٹ لیتے ہو تو میں یہ ججمنٹ دوں گا کہ بہتر ہے کہ اس بیٹے اور اس بیٹی کا آپس میں نکاح کر دیا جائے اور یہ خزانہ ان دونوں کی جہیز میں دے دیا جائے...... ایک طریقہء زندگی ہمیں خیر خواہی سکھا رہا ہے اور دوسرا طریقہ دوسرے سے اجنبیت سکھا رہا ہے۔ پڑوسی کو پڑوسی کا پتہ نہیں ہوتا کہ کون ہے کون نہیں ہے۔ اب آپ کو بھی اللہ نے علم دیا ہے، آپ میچور لوگ ہیں، سوچیں نا، کہ کونسا طریقہء زندگی اچھا ہے۔ یقیناً دل سے آواز نکلے گی کہ دین اسلام ہی زیادہ بہتر طریقہء زندگی ہے۔

عدل وانصاف سے بھر گئی زمین

حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ہے ایک مرتبہ یہ سوئے ہوئے تھے اچانک اٹھ بیٹھے اور اچانک اٹھ کر فرمانے لگے کہ "یہ بنو امیہ کا زخمی کون ہے؟ جو عمر سے پیدا ہوگا، اس کا نام بھی عمر ہوگا وہ عمر کی سیرت پر چلے گا اور زمین کو عدل سے بھر دیگا، اب سب لوگوں نے یہ بات سنی کہ عمرؓ نے یہ خواب دیکھا یہ خواب ان کی اولاد میں چلتا رہا چلتا رہا، نتیجہ کیا نکلا کہ انہوں نے اپنے بیٹے عاصم کا نکاح اس لڑکی سے کیا تھا، جس نے دودھ میں پانی ملانے سے انکار کر دیا تھا، مشہور واقعہ ہے ان کی ایک بیٹی تھی، ان کا نام لیلیٰ تھا، لیکن بعد میں وہ ام عاصم کے لقب سے

مشہور ہوگئی، اس ام عاصم کو اللہ نے ایک بیٹا دیا اس نے اس کا نام عمر رکھا یہ بچہ ابھی چھوٹا تھا چلتا پھرتا تھا کہ ایک دن یہ والدہ سے نظر بچا کر اصطبل میں نکل گیا، جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے تو جیسے ہی گیا ایک گھوڑے نے اسکو جو پیچھے سے لات ماری تو اسکی پیشانی پر لگی تو ماتھے سے خون نکل آیا، ماں دوڑی ماں نے بھی اس کو سینہ سے لگایا اسکا خون صاف کیا، پھر اس کا والد آ گیا عبدالعزیز تو والدہ جو تھیں وہ ان سے خفا ہونے لگیں کہ آپ گھر پر کوئی باندی ہی دیدیں کوئی نوکر ہی دیدیں جو بچے کو ہی سنبھال لیا کرے، ہم بچے کی ہی پرورش صحیح کر سکتے تو ان کے والد نے کہا کہ ناراض نہ ہو، میرا دل کہتا ہے کہ میرے اس بچے کا نام عمر بھی ہے یہ خاندان عمر میں سے بھی ہے اور اسکے چہرے پر اللہ نے زخم بھی لگا دیا، مجھے لگتا ہے کہ یہ میرا جانشین بنے گا اور اللہ نے ان کی بات سچ کر دی یہ عمر بڑے ہو کر عمر بن عبدالعزیز بنے اور انہوں نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا، اس طرح حضرت عمرؓ کا دیکھا ہوا خواب سو فیصد سچا ثابت ہوا۔

(عمر بن عبدالعزیز معالم التجدید ۳/۲۶۵-الدولۃ الاموية ۳/۲۶۹)

جذبۂ خدمت

ایک امیر کی خدمت کا جذبہ

ایک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ مروزیؒ کے ساتھ سفر کرنے کا موقع ملا، سفر شروع ہونے سے پہلے انہوں نے کہا کہ اچھا بتاؤ! ہم میں سے امیر کون ہے؟ میں نے عبداللہ مروزیؒ سے کہا: جی آپ سب کے امیر سفر ہے، انہوں نے کہا: بہت اچھا! اب اگر میں امیر بن گیا تو تمہیں پورے سفر میں میری بات کو ماننا ہوگا، میں نے کہا، حاضر ہوں، چنانچہ انہوں نے اپنے اور میرے سامان کو باندھا اور اپنے سر پہ رکھ لیا، میں نے کہا: جی مجھے اٹھانے دیں، کہنے لگے کہ آپ مجھے امیر مان چکے ہیں اب میں جو کر رہا ہوں مجھے

کرنے دیں، میں بڑا حیران، چنانچہ دونوں کا سامان انہوں نے خود اٹھایا، چلے، راستے میں جب کھانے کا وقت آتا تو وہ کھانا میرے سامنے رکھتے اور مجھے حکماً زیادہ کھلاتے حتیٰ کہ ایک جگہ بارش ہوگئی تو وہ اپنی چادر سے ایک گھنٹہ میرے اوپر سایہ کئے رہے تاکہ میں بارش سے بچا رہوں اور آرام کی نیند سویا رہوں، میں نے کہا کہ جی مجھے آپ کی خدمت کرنی چاہیئے، جب میں بات کرتا تو وہ کہتے: دیکھو! آپ مجھے امیر مان چکے ہیں، لہذا اب میں جو کہوں گا وہ آپ کو کرنا ہوگا، تو کہنے لگا کہ میں افسوس ہی کرتا رہا کہ کاش میں نے انہیں امیر نہ بنایا ہوتا۔

(فیض القدیر ۴/۱۶۱-مرقاۃ المفاتیح ۱۲/۵۶-احیاء العلوم عبداللہ رازی ۲/۱۸۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انداز خدمت

حضرت عمرؓ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملنے کے لئے آئے، دیکھا کہ ان کے پاس رجسٹر یعنی کوئی ایسی چیز جس پر لکھا ہوا ہے پڑا ہے، کچھ (senior citizen) جو بوڑھے ہو جاتے ہیں یا معذور ہوتے ہیں بوڑھی عورتیں یا بیوائیں ان کے نام لکھے ہوئے ہیں، ان کے سامنے ایڈریس بھی لکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ان کی خدمت کس نے اپنے ذمہ لی تو آپ وہ سارا رکارڈ دیکھتے ہیں، ایک جگہ ایک بوڑھی عورت کا نام ہے ایڈریس بھی ہے لیکن خدمت کرنے والے کا نام درج نہیں، تو حضرت عمرؓ اپنے دل میں سوچتے ہیں اس کی خدمت میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، چنانچہ اگلے دن فجر کی نماز پڑھی اور پڑھنے کے بعد سیدھا اس بڑھیا کے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا اس نے پوچھا کون؟ آپؓ نے جواب دیا میں آپ کی خدمت کرنے کے لئے آیا ہوں کوئی کام ہو تو بتائیے، اس وقت دو کام ہوتے تھے، گھر کی صفائی اور باہر سے پانی بھر کر اندر پہنچا دینا، باقی کام تو گھر والے خود کر لیا کرتے تھے، تو بڑھیا نے جواب دیا کوئی آ گیا تھا، وہ میرے گھر کے کام کر کے چلا گیا، پوچھا کہ کب سے آ رہا ہے، جواب ملا کہ مدتوں سے آ رہا ہے۔

پوچھا اس کا نام، بوڑھیا کہنے لگی نہ میں نے کبھی پوچھا، نہ اس نے کبھی بتایا، وہ آ کر دروازے پر دستک دے کر کہتا ہے پردہ کرلیں میں کمرے میں چلی جاتی ہوں وہ کام سمیٹ کے جب جاتا ہے تو دروازے پے (knock) کر کے مجھے بتا جاتا ہے، میں جا رہا ہوں میں باہر آ جاتی ہوں نہ، میں نے کبھی شکل دیکھی نہ میں نے کبھی نام پوچھا، عمرؓ بڑے حیران ہوئے یہ کون ایسا بندہ ہے، چنانچہ اگلے دن تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد آپ بڑھیا کے گھر پہنچ گئے، جب دیکھا تو پھر کام مکمل ہو چکے، وہ بھی عمر بن خطابؓ تھے، کہنے لگے بہت اچھا اگلے دن عشا کی نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر بڑھیا کے گھر کے قریب راستے میں بیٹھ گئے، کہ ذرا میں اس بندے کو تو دیکھوں کہ جو رات کے اندھیرے میں آ کر اس طرح کام کرتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا، جب گہری رات ہوگئی اندھیرا چھا گیا، لوگ گہری نیند کی آغوش میں چلے گئے، عمرؓ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا آ رہا ہے، اتنا آہستہ کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے قدم اٹھا کر رکھنے سے زمین کو بھی تکلیف نہ پہنچے، تو عمرؓ بڑے حیران ہوئے، قریب آنے پر پوچھا تو کون ہے، جواب میں امیر المومنین صدیق اکبرؓ کی آواز آئی میں ابوبکر ہوں، امیر المومنین اس بڑھیا کا کام آپ رات کو آ کر کرتے ہیں، تو بتایا کہ ہاں میں کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ امیر المومنین تو ننگے پاؤں چل رہے تھے، جوتا بھی نہیں تھا، تو پوچھا امیر المومنین آپ نے جوتا کیوں نہیں پہنا؟ تو فرمایا کہ جوتا میں گھر اتار آیا اس وجہ سے کہ رات ہے لوگ سوئے ہوئے ہیں ایسا نہ ہو کہ میں گلی میں چلوں اور قدموں کی آہٹ سے کسی سونے والے کی نیند میں خلل آ جائے۔

(تاریخ دمشق ۳/۳۲۲-الکامل ۱/۳۹۷-اسد الغابۃ ۲/۱۴۷-کنز العمال ۳۵۶۰۷)

اکابرین کی زندگی معاشرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ (مفتی اعظم پاکستان) فرماتے ہیں کہ جب میں نے دار العلوم سے دورۂ حدیث کرلیا، تخصص کرلیا، مفتی بن گیا، میرے پاس کچھ وقت فارغ تھا

میں میاں اصغر حسین دیو بندیؒ کے پاس چلا گیا، دو پہر کا وقت تھا، کھانا کھایا، کھانا کھانے کے بعد جب دستر خوان سمیٹنے کا وقت آیا تو میں نے کہا حضرت! میں دستر خوان سمیٹتا ہوں، حضرت نے سوال پوچھا تم نے دستر خوان سمیٹنا کسی سے سیکھا ہے؟ ایک مفتی سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم نے دستر خوان سمیٹنا کسی سے سیکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت آپ سکھا دیجئے، فرمایا دیکھیں جو بچا ہوا کھانا ہے میں اسے پہلے اٹھا کے الگ کر لیتا ہوں تا کہ کوئی اور بندہ اس کو کھا لے، پھر جو چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں ان سب کو میں اکٹھا کرتا ہوں، ان کو میں فلاں جگہ پر ڈالتا ہوں، اس لئے کہ وہاں پر چیونٹیوں کے بل ہیں تو کھانے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرات چیونٹیوں، کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جاتے ہیں اور یہ جو ہڈیاں ہیں بچی ہوئی ان کو میں اٹھاتا ہوں اور فلاں جگہ پر ڈالتا ہوں وہاں پر بلیاں، کتے وغیرہ آتے ہیں، تو یہ ہڈیاں کھاتے ہیں تو یہ ان کے کام آجاتی ہیں، یہ جو تم نے آم کھائے ان کی گٹھلیوں کو اکٹھا کر کے میں فلاں جگہ پر چھوڑتا ہوں وہاں میدان ہے اور محلے کے بچے کھیلتے ہیں تو گٹھلیاں خشک ہو جاتی ہے، بچوں کو خشک گٹھلیاں مل جاتی ہیں اور ان کے دل خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کھیلنے کی چیز مل گئی، اور یہ جو آم کے چھلکے ہیں یہ میں اکٹھا کرتا ہوں مگر ایک جگہ پر پھینکتا نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ یہ غریب محلّہ ہے اگر بچے دیکھیں گے اور ان کے دل میں حسرت ہوگی، ہمارے والد کے پاس بھی پیسے ہوتے وہ ہمیں بھی آم لا کر کھلاتا اور ان کے دل کی حسرت کا سبب میں بنوں گا، میں ایک جگہ نہیں ڈالتا، میں چلتا جاتا ہوں ایک چھلکا یہاں ڈالتا ہوں دوسرا دس قدم آگے، تیسرا دس قدم آگے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ اس محلے میں کسی نے آم کھائے بھی ہیں یا نہیں، حیران ہوتے ہیں! یہ تھے اللہ والے جو دوسروں کو اتنی بھی تکلیف پہنچانا گوارہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آنے لگے، میں نے دیکھا کہ حضرت نے جوتے اتار لئے اور پیدل ننگے

پاؤں چلنے لگے ننگے پاؤں چلنے کے بعد کوئی تیس چالیس قدم آگے چلے اور پھر جوتے پہن لئے، میں نے کہا کہ حضرت مجھے تو بات کی سمجھ نہیں آئی، آپ نے جوتے اتارے کیوں، پھر دوبارہ پہنے کیوں؟ فرمانے لگے کہ دیکھو یہاں ملی جلی آبادی ہے، مسلمان بھی ہے کافر بھی ہے (partition) سے پہلے کی بات ہے، جہاں میں نے جوتے اتارے وہاں ایک کافرہ عورت رہتی ہے جو طوائف تھی جسم فروشی کا کام کرتی تھی، اپنی عزت بیچتی تھی، خوبصورت تھی، جوانی میں بہت لوگ اسکے پاس آتے تھے، اب تھوڑی عمر اس کی بڑی ہوگئی اب کوئی نہیں آتا، مگر وہ انتظار میں ہوتی ہے کہ کوئی گاہک آئیگا، میرا راستہ وہی بنتا ہے، میں اس کے مکان کے قریب آکر جوتے اس لئے اتار لیتا ہوں کہ مرد کے جوتوں کی آواز دور تک جاتی ہے، ایسا نہ ہو کہ میرے جوتوں کی آواز سن کے اس کے دل میں امید لگے کہ کوئی میری طرف آرہا ہے، اور جب میں اس سے دور چلا جاؤں گا گھر سے، تو اس کے دل میں افسوس ہوگا کہ میری طرف تو کوئی نہیں آیا، میں ایک کافرہ بدکار عورت کے دل بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔ اللہ اکبر کبیرا!

آپ سوچیے کہ ہمارے اکابر کیسے اچھے انسان تھے، اس لئے ان کے ساتھ مل جل کر رہنے سے لوگ خوش ہوتے تھے۔

علامات محبت ۱۵۷ بحوالہ خدمت خلق

موت و قبر

اور

میدان حشر

پتھر دلوں کی موت

اب یہ واقعہ پتہ نہیں کہا تک سچا ہے اللہ جانے، لیکن ہمارے ایک دوست ہیں پروفیسر نصیر صاحب، انہوں نے سنایا، کہنے لگے ایک بس جا رہی تھی، ایک آدمی نے دیکھا تو اسے نیچے ایک سانپ پڑا نظر آیا بس کے اندر تو اس نے کنڈیکٹر کو کہا سانپ سانپ، کنڈیکٹر نے سانپ کو پکڑ کے جو کھڑکی تھی اس سے نیچے پھینکا، تو کہتے ہیں کہ ساتھ ہی ایک اسکوٹر پر نوجوان جا رہا تھا، وہ سانپ اس اسکوٹر والے کے جسم سے جا کر لگا اس نے اس کو کاٹا، جو کاٹا تو اسکوٹر والا گرا اور مرا، جب پولس نے آ کر اس بندے کو دیکھا تو اس اسکوٹر کے پیچھے ایک چیز بندھی ہوئی تھی، جیسے کچھ بریف کیس یا جو مرضی سمجھ لو، اس کو جب کھول کر دیکھا تو زلزلے میں جو عورتیں دب کر مر گئیں، ان کے ہاتھوں کو کاٹ کر لایا تھا جن میں چوڑیاں اور انگوٹھیاں پہنے ہوئی تھیں اور اس کو لے کے جا رہا تھا۔

اب بتاؤ کہ کیسا پتھر دل ہوگا کہ مری ہوئی، ملبے میں دبی ہوئی عورتوں کے ہاتھوں کو وہ کاٹ رہا ہے اس لئے کہ اس میں سے اس نے چوڑیاں اور انگوٹھیاں اتارنی ہے اور ان کو وہ بریف کیس میں بھر کے لے جا رہا تھا۔

حضرت عبداللہ کا وقت شہادت

حضرت عبداللہؓ ہیں اللہ اکبر، جنگ یرموک کے اندر زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے، سخت گرمی تھی عصر کا وقت ہو گیا، جسم سے خون بہنے کی وجہ سے بہت نقاہت، ہونٹ خشک ہو چکے، ان کا ایک دوست تھا، کزن تھا، انہوں نے اس کو دیکھا تو سوچا کہ میں ان کو پانی پلا دوں، چنانچہ انہوں نے مشک سے پانی پلانا چاہا تو عبداللہ نے اپنے ہونٹوں کو بند کر لیا تو دوست نے کہا: عبداللہ اس وقت تمہیں پیاس لگی ہوئی ہے، سخت گرمی

ہے، تمہارا جسم خون بہنے کی وجہ سے اتنا ڈھیلا ہو چکا ہے، تھوڑا سا پانی پی لو، جب انہوں نے کہا پانی پی لو تو عبداللہ نے آگے سے جواب دیا، فرمانے لگے نہیں، میں اس وقت روزے سے ہوں، چاہتا ہوں کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے تو میں اپنے محبوب کے شربت دیدار سے اپنے روزے کو افطار کروں، میں پانی سے افطار نہیں کرنا چاہتا، میں تو اپنے محبوب کے دیدار سے افطار کرنا چاہتا ہوں۔

یہ تب ہوتا ہے دل میں جب اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے، تو اس لئے اپنے دلوں کو بدلیے۔

(المستطرف ص:۱۶۱)

قیامت میں ایک گنہگار کی سفارش

ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے اور عبداللہ بن عمروؓ نے اسے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''قیامت کے دن حضرت آدمؑ کے لئے عرش کے پاس ایک جگہ ہوگی، حضرت آدمؑ دو سبز چادریں لپیٹے ہوئے ہونگے (سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے) حضرت آدمؑ کا اتنا اونچا قد ہوگا جتنا کھجور کا لمبا درخت ہوتا ہے، جب ان کی اولاد میں سے کوئی بندہ جنت کے درجے چڑھے گا تو آدمؑ اس کو چڑھتا دیکھیں گے اور ان کی اولاد میں سے جو جہنم کے اندر جائیگا، وہ (اونچے قد کی وجہ سے) اس کو بھی دیکھیں گے، حضرت آدمؑ اسی حال میں ہوں گے کہ حضرت آدمؑ امت محمدیہ میں سے ایک ایسے بندے کو دیکھیں گے جس کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہوگا، آدمؑ آواز دیں گے: یا احمد! یا احمد! (آدمؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکاریں گے، یا احمد! یا احمد! جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز

سنائی پڑ یگی تو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، اے بشر کے باپ! لبیک سعدیک، آدمؑ کہیں گے، یہ آپ کی امت کا ایک بندہ ہے، اس کو تو آگ کی طرف لے جایا جارہا ہے، (نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) میں اپنی تہبند کو کس کے باندھ لوں گا اور فرشتے اس بندے کو جس طرف لے جارہے ہوں گے، میں ان کے قدموں پر چلوں گا (پیچھے جاؤں گا) اور میں یہ کہوں گا: اے میرے پروردگار کے کارندو! رک جاؤ، وہ فرشتے آگے سے جواب دیں گے، ہم سخت گیر ہیں (شدت کرنے والے ہیں) ہمیں اللہ نے جو حکم دیا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی ریش مبارک پر رکھیں گے اور اپنا چہرہ مبارک عرش کی طرف کریں گے، فرمائیں گے، اے میرے پروردگار! آپ نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا کہ میری امت کے معاملے میں آپ مجھے رسوانہیں فرمائیں گے، پھر عرش سے ایک ندا آئیگی: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانو اور اس بندے کو اس مقام پر واپس لے جاؤ (جہاں میزان عدل قائم کیا گیا تھا، جب وہ بندہ میزان عدل کے پاس آجائیگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) میں اپنی چادر کے پلے (ڈب) سے انگلی کے پورے کے برابر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالوں گا، میں اس (ٹکڑے) کو میزان کے نیکی والے پلے میں ڈال دوں گا اور میں کہوں گا: بسم اللہ (اللہ کے نام سے)، اس کے بعد نیکیوں کا پلڑا گناہوں کے پلڑے سے جھک جائیگا، پس اعلان کر دیا جائیگا، یہ شخص نیک بخت بن گیا اور اس کا پلڑا بھاری ہو گیا، اس کو جنت کی طرف لے جاؤ، وہ بندہ کہے گا: اے ملائکہ! رک جاؤ، حتی کہ میں اس کریم شخص

سے معلوم کروں کہ یہ کون ہے؟ (جس نے کاغذ کا چھوٹا سا پرزہ میرے پلڑے کے اندر ڈالا) پس وہ کہے گا: آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ کا چہرہ کتنا خوبصورت ہے! اور آپ کے اخلاق کتنے اچھے ہیں! آپ کون ہیں؟ آپ نے تو میرے گناہوں کو کم کر دیا اور میرے عذاب کو مجھ سے ہٹا دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (میں یہ کہوں گا کہ) میں تمہارا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہ وہ درود شریف ہے جو تو میرے اوپر پڑھتا تھا اور اب یہ تجھے ایسے وقت میں پہنچ گیا ہے جب تو اس کا بڑا محتاج تھا۔

حسن الظن باللہ ۹۳ حدیث نمبر ۸۰

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے...... اب ذرا غور کیجئے گا کیونکہ یہ عاجز جو نکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آجائیگا...... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے رونا شروع کر دیا، لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے آپ پیچھے کیوں کھڑے ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر سے ایسی آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہمکلامی کر رہی ہو؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا، بتا دو، قبر کہنے لگی کہ میں اسکے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ

......اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں

......اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں

......اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں

......اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کر دیتی ہوں

......یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمانے لگے کہ جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آ گیا۔

البدایہ والنہایہ ۹/۲۲۹-اھوال القبور ابن الجوزی ۲۲۲-الھواتف ۴۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ماخذ و مراجع

اللہ اللہ اللہ

جلد ثانی و ثالث کے ماخذ ومراجع

نام کتاب	مصنف ومرتب
ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ
مسند احمد	ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ
الاستیعاب فی معرفۃ اصحاب	ابن عبدالبر مالمالکی المتوفی ۴۶۳ھ یوسف بن عبداللہ بن محمد
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ
اسد الغابۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم الجزری المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ
الانساب للسمعانی	الامام ابوسعد عبدالکریم بن محمد التمیمی السمعانی المتوفی ۵۶۲ھ
انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ
اتحاف الزائر	ابوالیمن عبدالصمد بن عبدالوہاب بن عساکر ۶۸۶ھ شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم
امتاع الاسماع	تقی الدین احمد بن علی المقریزی المتوفی ۸۴۵ھ
الآداب الشرعیۃ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح المقدسی الحنبلی المتوفی ۷۶۳ھ
الاوائل العسکری	ابواحمد الحسن بن عبداللہ العسکری المتوفی ۳۸۲ھ

الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ	نور الدین علی بن محمد بن سلطان القاری ۱۰۱۴ھ
ایقاظ الہمم شرح متن الحکم	احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبۃ المتوفی ۱۲۲۴ھ
آداب الشافعی	عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم، المتوفی ۳۲۷ھ
احیاء العلوم	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ھ
الاذکار للنووی یحییٰ بن شرف النووی	یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ
الانصاف للدہلوی	احمد بن عبد الرحیم شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۱۷۶ھ
الانتقاء	یوسف بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ
احوال القبور	عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ
امداد السلوک	حضرت قطب الدین دمشقی ترجمہ حضرت گنگوہی ۱۳۲۲ھ
امداد الباری	مولانا شیخ عبد الجبار اعظمی المتوفی ۱۳۲۳ھ
ارواح ثلثہ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۳ھ
اکابر کا مقام عبادت	حضرت مولانا امداد اللہ انور
اکابر علماء دیوبند	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ
اطباء کے حیرت انگیز کارنامے	حکیم عبد الناصر فاروقی
اسوۂ صحابیات	مولانا عبد السلام ندوی

اصح السیر	حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوریؒ
انوار ہدایت	حضرت مفتی شبیر صاحب
اشرف السوانح	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ۱۷ اگست ۱۹۴۴ھ
آپ بیتی	حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ
آپ بیتی	حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی
اولیاء اللہ کے اخلاق	
اصلاحی واقعات	فقیہ وقت حضرت مفتی تقی صاحب
اللہ والوں کے کرامات ونصرت کے حیرت کن واقعات	محمد انور بن اختر صاحب
آداب المتعلمین	حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ ۱۴۱۸ھ
آداب المتعلمین	حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ ۱۴۱۸ھ
اساتذہ کے تربیتی واقعات	مولانا روح اللہ نقشبندی
بخاری شریف	محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری المتوفی ۲۵۶ھ
بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ	محمد بن محمد الخادمی المتوفی ۱۱۵۶ھ
البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی المتوفی ۷۷۴ھ
البحر الرائق	زین الدین بن ابراہیم بن نجیم المصری المتوفی ۹۷۰ھ

بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب	عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ، ابن العدیم المتوفی ۶۶۰ھ
بیس بڑے اولیاء	مولانا عبدالقیوم حقانی
بیس بڑی خواتین	حسین احمد صدیقی
برکاتِ دعاء	مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی
بستان العارفین	یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ
بڑوں کا بچپن	حضرت مولانا محمد اسلم صاحب شیخوپوری
تفسیر البغوی	ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۰ھ
تفسیر ابی السعود	ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ المتوفی ۹۸۲ھ
الثقات لابن حبان	محمد بن حبان ابوحاتم البستی المتوفی ۳۵۴ھ
ترمذی شریف	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
الترغیب والترہیب	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ
تحفۃ الاحوذی	محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری المتوفی ۱۳۵۳ھ
تحفۃ الذاکرین	محمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ
تاریخ الاسلام للذہبی	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ
تاریخ الخلفاء للسیوطی	عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
تاریخ بغداد	احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ
تاریخ ابی الفداء	ابوالفداء اسماعیل بن علی المتوفی ۷۳۲ھ

تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ
تاریخ المدینہ	ابوزید عمر بن شبۃ النمیری البصری المتوفی ۲۶۲ھ
تاریخ مدینہ/دمشق	علی بن الحسن ابن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ
تاریخ قضاۃ اندلس	ابوالحسن علی بن عبداللہ الاندلسیالنباھی ۷۹۲ھ
تاریخ جرجانی	حمزۃ بن یوسف ابوالقاسم الجرجانی ۴۲۷ھ
تہذیب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ
الترجمۃ للذہبیۃ لاعلام آل شیمہ	محمد صالح قرواش الیافعی
ترجمۃ الائمۃ الاربعہ	ابوحمزہ الشامی، اسلام المازنی
تربیت الاطفال فی الحدیث الشریف	الدکتور خالد احمد الشنتوش
تلبیس ابلیس	عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی ۵۹۷ھ
تنبیہ الغافلین	ابواللیث نصر بن محمد السمر قندی المتوفی ۳۷۳ھ
ترتیب المدارک وتقریب المسالک	القاضی عیاض بن موسیٰ ابن عیاض الیحصبی المتوفی ۵۴۴ھ
تذکرۃ الاولیاء	حضرت فریدالدین عطار المتوفی ۶۲۷ھ
تذکرۃ الرشید	مولانا عاشق الٰہی میرٹھی المتوفی ۱۳۶۲ھ
[illegible]	نعمان بن ابراہیم الزرنوجی المتوفی ۶۴۰ھ

تراشے	حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی
تحفۂ حفاظ	افادات: حضرت شیخ زکریاؒ، قاری طیب صاحب، مفکر اسلام حضرت ابوالحسن علیؒ الندوی
تحذیر الخواص	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
اٹھارہ سوستاون	خورشید مصطفیٰ رضوی
توبہ کے کمالات	حکیم طارق محمود عبقری
جمع الوسائل	علی بن سلطان محمد الملا القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ
الجواہر المضیئۃ	محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان التمیمی المتوفی ۱۲۰۶ھ
الجامع الصغیر	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
جامع معمر بن راشد	معمر بن راشد بن ابی عمرو الازدی المتوفی ۱۵۳ھ
جامع الاحادیث	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
جامع کرامات اولیاء	یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبہانی المتوفی ۱۳۵۰ھ
جمال الاولیاء	حضرت اقدس تھانویؒ
تفسیر حقانی	حضرت شیخ عبدالحق حقانی المتوفی ۱۰۵۲ھ
حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ
حضرات القدس	علامہ بدرالدین سرہندی نقشبندی
الخلاصہ فی احکام الاجتہاد	علی بن نایف الشحود

حدائق الانوار	محمد بن عمر الحضرمی الشافعی ۹۳۰ھ
حسن الظن باللہ	ابن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد ۲۸۱ھ
حضرت تھانوی کے دلچسپ واقعات	قاری ابوالحسن اعظمی زید مجدہ
حکیم الاسلام کے پسندیدہ واقعات	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی
حیات سلیمانی	معین الدین ندوی
حیوۃ الحیوان	کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری المتوفی ۸۰۸ھ
حاشیہ درالمختار	محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ
حکایات کا انسائیکلوپیڈیا	
حکایات رومی	طالب الہاشمی
حکایات سعدی	طالب الہاشمی
خطبات طارق جمیل	حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی
چند عظیم شخصیات	حضرت مفتی شفیع صاحب
خلاصۃ الوفاء	علی بن عبداللہ السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ
الخصائص الکبری	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
الدعاء للطبرانی	سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ

دلائل النبوۃ للبیہقی	احمد بن الحسین ابوبکر البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ
درس ترمذی	حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی
دولۃ السلاجقہ	الدکتور علی محمد محمد الصلابی
دروس للشیخ المنجد	محمد صالح المنجد
دائرۃ معارف الاسرۃ المسلمہ	علی بن نایف الشحود
الدولۃ الامویۃ	الدکتور علی محمد محمد الصلابی
درۃ الناصحین	عثمان بن حسن بن احمد الشاکر الخوبی المتوفی ۱۲۴۱ھ
ذخائر العقبی	محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری المتوفی ۶۹۴ھ
الرسالۃ القشیریۃ	عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک القشیری المتوفی ۴۶۵ھ
رجال حول الرسول	خالد محمد خالد
الریاض النضرۃ	محب الدین احمد بن عبداللہ الطبرانی المتوفی ۶۹۴ھ
الروض الانف	عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی المتوفی ۵۸۱ھ
الرحیق المختوم	صفی الرحمٰن المبارکپوری
روح البیان	اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی المتوفی ۱۱۲۷ھ
الزہر الفاتح	محمد بن محمد بن یوسف ابن الجزری المتوفی ۸۳۳ھ
الزواجر	احمد بن محمد بن حجر الہیثمی المتوفی ۹۷۴ھ
زاد المعاد	محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ

الزہد لاحمد	احمد بن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ
السنن الکبریٰ	احمد بن الحسین بن علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ
السیرۃ النبویہ	اسماعیل بن کثیر المتوفی ۷۴۸ھ
السیرۃ الحلبیۃ	علی بن برہانؒ الدین الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ
السیرہ لابن حبان	محمد بن حبان بن احمد التمیمی المتوفی ۳۵۴ھ
سبل الہدی	محمد بن یوسف الصالحی المتوفی ۹۴۲ھ
سیر اعلام النبلاء	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ
تفسیر السراج المنیر	محمد بن احمد الشربینی المتوفی ۹۷۷ھ
سیر السلف	اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی ۵۳۵ھ
سلوک واحسان	حضرت مفتی فاروق صاحب
سوانح مولانا یوسف کاندھلوی	مولانا سید محمد ثانی حسنی
سیرۃ المصطفیٰ	حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ
سوانح قاسمی	سید مناظر حسن گیلانی ۱۳۷۵ھ
سوانح رائے پوری	سید ابوالحسن علی ندوی
شعب الایمان	احمد بن الحسن بن علی بن موسیٰ ابوبکر البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ
الشفاء	العلامہ القاضی ابوالفضل عیاض الیحصبی ۵۴۴ھ

شرح البخاری	شمس الدین محمد بن شیخ زین الدین عمر بن الشیخ شہاب الدین السفیری المتوفی ۹۵۶ھ
شمائل ترمذی	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
شخصیۃ عمر بن الخطاب	عبدالسلام بن محسن آل عیسیٰ
شیخ الاسلام واقعات و کرامات کی روشنی میں	حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی
الصواعق المحرقہ	ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی ابن حجر الہیثمی
صفوۃ الصفوۃ	ابوالفرج ابن الجوزی ۵۹۷ھ
صاحب المثنوی	قاضی تلمذ حسین مرحوم
ضرورت مرشد	صوفی محمد اقبال قریشی
الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد ابو عبداللہ البصری المتوفی ۲۳۰ھ عدد الاجزاء ۸/
طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	تاج الدین بن علی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ عدد الاجزاء ۱۰/
طبقات الحنابلہ	ابوالحسین ابن ابی یعلی محمد بن محمد المتوفی ۵۲۶ھ الاجزاء ۲
الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ	تقی الدین بن عبدالقادر التمیمی
طبقات الاولیاء	ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر بن علی الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ
طلبۃ الطلبۃ للنسفی	ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی المتوفی ۵۳۷ھ
طلبہ کے لیے تربیتی واقعات	مولانا محمد روح اللہ نقشبندی

عمدۃ القاری	بدر الدین العینی الحنفی ۸۵۵ھ
عیون الاثر	محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن سید الناس المتوفی ۷۳۴ھ
عیون الاخیار	ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری المتوفی ۲۷۶ھ
العمدۃ من الفوائد	شہدۃ بنت احمد بن الفرج الدینوری ۵۷۴ھ
تفسیر عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی ۲۱۱ھ
عشرۃ النساء للنسائی	الامام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعب السنائی ۳۰۳ھ
عمر بن عبدالعزیز معالم التجدید	علی محمد محمد الصلابی
عوارف المعارف	شہاب الدین عمر بن محمد بن عبداللہ السہر وردی ۶۳۲ھ
علمی مضامین	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
علامات محبت	مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن
غایۃ المقصد	الحافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ
وفاء الوفاء	علی بن عبداللہ ابن احمد السمھو دی ۹۱۱ھ
فتح الباری	احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ
فیض القدیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ
فتوح الشام	ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی ۲۰۷ھ
الفتاویٰ ابن تیمیہ	العلامہ تقی الدین ابن تیمیہ ۷۲۸ھ
الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر	احمد شہاب الدین بن حجر الہیثمی ۹۷۴ھ

فلفسۃ المال عند الغزالی	فضیلۃ الشیخ محمد راتب النابلسی
الفاروق	علامہ شبلی نعمانیؒ
فضائل اعمال	حضرت شیخ الحدیث شیخ زکریا صاحبؒ متوفی ۱۴۰۲ھ
فضائل حج	حضرت شیخ الحدیث شیخ زکریا صاحبؒ متوفی ۱۴۰۲ھ
الفتنۃ فی عہد الصحابہ	علی بن نائف الشہود
الفکر الاسلامی	احمد عبد الکریم یخبب
الفخری فی الاداب السلطانیہ	محمد بن علی بن طباطبہ العلوی ۷۰۹ھ
قیمۃ الزمن	شیخ عبد الفتاح ابوغدہ ۱۴۱۷ھ
القصاص والمذکرین	ابوالفضل عبد الرحمٰن بن علی بن محمد القرشی ۵۹۷ھ
تفسیر القرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۶۷۱ھ
تفسیر الکشاف	العلامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری ۵۳۸ھ
الکبائر للذہبی	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ۷۴۸ھ
الکامل	علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری المعروف با بن الاثیر ۶۳۳ھ
کنز العمال	علی بن عبد الملک الشہیر بالمتقی ۹۷۵ھ
الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ	النجم الغزی ۱۰۶۱ھ
کمالات اشرفیہ	حضرت اشرف علی تھانویؒ
الکفایہ	احمد بن علی بن ثابت ابوبکر الخطیب البغدادی ۴۶۳ھ

کتاب التوابین	موفق الدین عبداللہ بن قدامہ ۶۲۰ھ
کرامات الاولیاء (اللالکائی)	ھبۃ اللہ بن الحسن اللالکائی ۴۱۸ھ
گناہوں کا سمندر	مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن
گناہوں کا پہاڑ اور بخشش کا سیلاب	مولانا ابوطلحہ محمد یونس عبدالستار
گلستانِ مؤمنات (اردو ترجمہ) المرأۃ المسلمۃ	موسیٰ الاسود
لطائف الاولیاء	مفتی محمد معصوم قاسمی مدظلہ
لطائف ونوادر	الدکتور رفائف محمود معروف
لطائف علمیہ	امام ابن الجوزی بغدادیؒ ۵۹۷ھ
اللآئی المصنوعۃ	حافظ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ
مسلم شریف	مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری المتوفی ۲۶۱ھ
مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البصری البزار المتوفی ۲۹۲ھ
مسند احمد	ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ
مسند الشہاب القضاعی	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی المصری المتوفی ۴۵۴ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی ۲۳۵ھ
مرقات	ملاعلی قاریؒ
مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ۸۰۷ھ

کتاب	مصنف
المستدرک	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری ۴۰۵ھ
موسوعۃ الدین النصیحۃ	علی بن نایف الشحود
موسوعۃ الدفاع	علی بن نایف الشحود
موسوعۃ فقہ الابتلاء	علی بن نایف الشحود
موسوعۃ التخریج	
تفسیر مظہری	محمد ثناء اللہ العثمانی المظہری
التفسیر المنیر	وہبۃ بن مصطفیٰ الزحیلی
منتخب الکنز	علی بن حسام الدین المتقی
المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد ابوالقاسم الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ
معرفۃ علوم الحدیث	محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری المتوفی ۴۰۵ھ
المستطرف	محمد بن احمد ابوالفتح الابشیہی المتوفی ۸۵۲ھ
مناقب کردری	محمد بن محمد الکردی الخوارزمی ۸۲۷ھ
المعرفۃ والتاریخ	ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی ۲۴۷ھ
مفتاح دار السعادۃ	محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ المتوفی ۷۵۱ھ
مفاتیح الغیب	محمد بن عمر المعروف فخر الدین الرازی المتوفی ۶۰۶ھ
المنتظم	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزی ۵۹۷ھ
مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان	عبداللہ بن اسعد بن علی الیمنی المعروف بالیافعی ۷۶۸ھ

المغازی للواقدی	محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی ۲۰۷ھ
مروج الذہب	علی بن الحسین بن علی المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ
محض الصواب فی فضائل عمر	یوسف بن حسن بن عبد الہادی المبرد المتوفی ۹۰۹ھ
المفصل فی تاریخ العرب	الدکتور جواد علی
مکارم الاخلاق للخرائطی	محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی المتوفی ۳۲۷ھ
مختصر تاریخ دمشق	محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری ۷۱۱ھ
مشائخ چشت	حضرت شیخ زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ ۱۳۱۵ متوفی ۱۴۰۲ھ یکم شعبان
مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع	شیخ محمد عطیہ سالمؒ (واعظ مسجد نبوی شریف)
مطالعہ کی اہمیت	مولانا محمد روح اللہ نقشبندی
متاع وقت اور کاروان علم	مولانا ابن الحسن عباسی
مجالس حکیم الاسلام	مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب
مآثر شیخ الاسلام	مولانا اسیر ادروی صاحب
ملفوظات فقیہ الامت	حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
معارف شمس تبریزی	
معارف مثنوی	حضرت حکیم اختر صاحب اطال اللہ عمرہ

مخزن اخلاق	مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانویؒ
نصب الرایہ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی المتوفی ۷۶۲ھ
النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ	ابن تغری بردی
نزہۃ المجالس	عبدالرحمٰن بن عبدالسلام الصفوری ۸۹۴ھ
نور الیقین	محمد بن عضیفی الخضری ۱۳۴۵ھ
نہایت الادب فی فنون الادب	شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب النویری ۷۳۳ھ
وفیات الاعلام	احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان ۶۸۱ھ
الوافی بالوفیات	صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفوی ۷۶۴ھ
الھواتف	عبداللہ بن محمد الشہیر بابن ابی الدنیا ۲۸۱ھ
ہر واقعہ بے مثال	ابوطلحہ محمد اظہار الحسن محمود

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

مرتب کی قلمی کاوشیں

(۱) آئینۂ اصول حدیث — اول، دوم
(۲) احکام مسافر (اردو، گجراتی، انگریزی)
(۳) علاج ومعالجہ کے شرعی احکام (اردو، گجراتی)
(۴) مریض کے شرعی احکام
(۵) نفع المسلم شرح مسلم — افادات: حضرت شیخ اکرام صاحب بھاگلپوریؒ
(۶) رہبرِ علم حدیث — افادات: حضرت الطاف حسین صاحب (بنگلہ دیش)
(۷) اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات — اول، دوم
(۸) اہل دل کو تڑپا دینے والے اشعار
(۹) گناہوں سے کیسے بچیں؟
(۱۰) برکات رمضان
(۱۱) (مبوب) مجالس فقیر — اول، دوم، سوم
(۱۲) محنت کم ثواب زیادہ (اردو، گجراتی)

مکتبۃ الفقیر کی کتب ملنے کے مراکز

☆ معہد الفقیر الاسلامی، ٹوبہ روڈ، بائی پاس، جھنگ 0314-3401401

☆ دارالمطالعہ، نزد پرانی ٹینکی، حاصل پور 062-2442059

☆ ادرا اسلامیات، 190 انارکلی بازار لاہور 042-37353255

☆ مکتبہ مجددیہ، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور 042-37231492

☆ مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور 042-37228272

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 042-37224228

☆ کتب خانہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ 081-2662263

☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان 061-544965

☆ مکتبہ دارالاخلاص قصہ خوانی بازار پشاور 091-2567539

☆ دارالاشاعت اردو بازار کراچی 021-32213768

☆ جامعہ دارالھدیٰ، جامن روڈ، بنوں 0928630400-0928621421

☆ مولانا قاسم منصور صاحب، مسجد اسامہ بن زید، اسلام آباد 051-2262956

☆ جامعۃ الصالحات، محبوب سٹریٹ، پیرودھائی موڑ، راولپنڈی 051-5462347

مکتبۃ الفقیر P223 مین بازار، سنّت پورہ، فیصل آباد

مکتبۃ الفقیر کی دیگر کتب